إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ - 12

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ-12

نگہت ہاشمی

النور
ALNOOR-PUBLICATIONS

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ:12)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على النبي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری:5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں　　خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

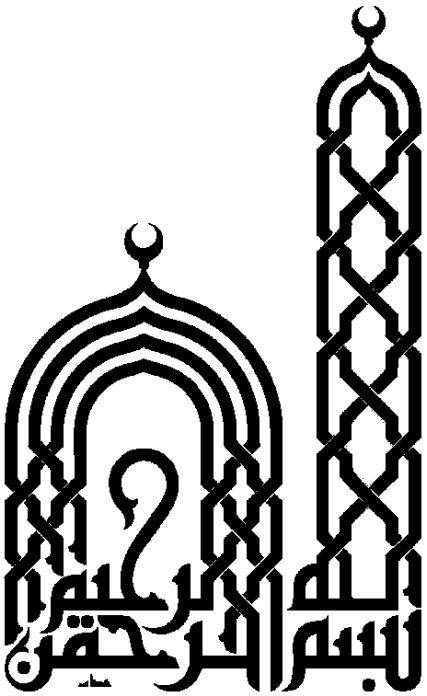

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے

وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے''(6)

سوال 1: تمام مخلوقات کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' یعنی چھوٹی بڑی تمام مخلوقات کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے خواہ انسان ہوں یا حیوان، سمندر کے جانور ہوں یا خشکی کے یا فضاؤں میں پرواز کرنے والے پرندے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (العنکبوت:60)

(3) اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساری مخلوقات کے لیے رزق کا ذمہ ایسے لے رکھا ہے کہ (i) اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے لیے رزق کے ذرائع پیدا کیے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے اندر یہ قوت پیدا کی ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے مطابق رزق حاصل کریں۔

(4) رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی سنت ہے: (i) ہر شخص اپنے مقدر کے لئے کوشش کرے گا۔

(ii) ہر مخلوق کے لیے رزق مقرر ہے، متعین ہے۔

(5) حدیث میں ہے: ''عقل و توکل'' کہ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھ دیجئے اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: ''کوئی متنفس اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنی عمر اور رزق جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے پورا نہ کرے۔ لہٰذا تم کو چاہئے کہ کسب معاش کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جائز طریقوں سے روزی حاصل کرو۔'' (اشرف الحواشی:267/1)

(6) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔'' (ترمذی:2344)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک میرے دل میں جبرئیل امین نے یہ بات ڈال دی ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو موت نہ آئے گی جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے سو تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق طلب کرنے میں خوبی کا خیال رکھو اور رزق ملنے میں دیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے ذریعہ طلب نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس کی فرماں برداری کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔'' (رواہ الحاکم کمافی الترغیب: 535/2)

(8) سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ رزق بندے کو اسی طرح طلب کر لیتا ہے جس طرح اسے موت طلب کر لیتی ہے۔'' (ابن حبان البزار: 535/2)

(9) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے رزق سے بھاگے تو وہ اسے پکڑ لے گا جیسا کہ اسے موت پکڑ لے گی۔'' (طبرانی الترغیب: 536/2)

(10) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی، آپ نے اسے لے لیا۔ وہیں پر ایک سائل موجود تھا۔ وہ کھجور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا فرما دی اور فرمایا: ''خبردار اگر تو اس کے پاس نہ آتا تو یہ تیرے پاس آ جاتی۔'' (طبرانی الترغیب: 536/2)

(11) ﴿وَيَعْلَمُ﴾ ''اور وہ جانتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کے علم میں ہے کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں، وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔

(12) ﴿مُسْتَقَرَّهَا﴾ ''اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق مستقر وہ جگہ ہے جہاں کسی نے اس دنیا میں زندگی (کا اکثر حصہ) بسر کیا ہو۔ (تیسیر القرآن: 333,332/2)

(13) ﴿مُسْتَقَرَّ﴾ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جانور رہتے ہیں، جسے ٹھکانہ بنا لیتے ہیں اور جہاں پناہ لیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1181/2)

(14) ﴿وَمُسْتَوْدَعَهَا﴾ ''اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی'' مستودع سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ دفن ہوا اور ہر جان دار کے ان دونوں مقامات کا اللہ تعالیٰ کو پوری طرح علم ہے۔ (تیسیر القرآن: 333,332/2)

(15) مستودع سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ اپنی آمد و رفت اور مختلف احوال میں منتقل ہوتے ہیں۔

(16) اللہ تعالیٰ ہر جان دار کے رہنے سہنے کی جگہوں کو، زمین پر چلنے پھرنے کے مقامات کو، ان کی قبروں کے گڑھوں کو اور ان کی زندگی کے گھروں کو خوب جانتا ہے، اسے معلوم ہے کہ وہ زندگی میں کہاں کہاں رہیں گے، انہیں کہاں اور کس سرزمین پر موت آئے گی، اسے ان کا وہ گھر بھی معلوم ہے جہاں وہ ابتدائی پیدائشی منزلوں سے گزرے تھے اور وہ گھر بھی جہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے وہ چند قطروں کی صورت میں رحم میں ڈال دیے گئے تھے۔ (ابن ابی حاتم)

(17) ﴿كُلٌّ﴾ ''سب کچھ'' یعنی ساری مخلوقات کا رزق، رہنے کی جگہیں اور سونپے جانے کی جگہیں، ان تمام کی تفصیل۔

(18) ﴿فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''ایک واضح کتاب میں ہے'' یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

(19) یعنی ہر چیز لوح محفوظ میں مرقوم ہے، جو ان تمام حوادث و واقعات پر مشتمل ہے جو اس کائنات میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ تمام حوادث کا اللہ تعالیٰ کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے۔ اس نے ہر چیز کی تقدیر لکھ دی ہے۔ ہر چیز پر اس کی مشیت نافذ ہے اور ہر ایک کے لیے اس کا رزق وسیع ہے۔ دل، اس ہستی کی کفایت پر مطمئن ہو جانے چاہئیں، جو ان کے رزق کی کفالت کرتی ہے اور جس کے علم نے مخلوق کی ذات وصفات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1181/2)

(20) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔'' (فاطر: 11)

(21) ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰۗىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور زمین میں جو جانور بھی ہیں اور جو پرندے بھی اپنے پروں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو تم جیسی اُمتیں نہ ہوں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے۔ پھر یہ اپنے ربّ ہی کی جانب اکٹھے کیے جائیں گے۔'' (الانعام: 38)

(22) سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چالیس یا پینتالیس رات تک نطفہ جب رحم میں ٹھہر جاتا ہے تو فرشتہ اس پر داخل ہو کر کہتا ہے: اے رب! یہ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ پھر انہیں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر کہتا ہے: اے رب یہ مذکر ہوگا یا مونث؟ پھر ان دونوں باتوں کو لکھا جاتا ہے اور اس کے اعمال وافعال، موت اور اس کا رزق لکھا جاتا ہے۔ پھر صحیفہ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اس میں زیادتی کی جاتی ہے نہ کمی۔'' (صحیح مسلم: 6725)

(23) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی اور اس (اللہ تعالیٰ) کا عرش پانی پر تھا۔'' (مسلم: 6748)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(24)جب وہ ایک ایک جان دار کو روزی پہنچاتا ہے، دنیا میں ان کی جگہوں کو اور موت کے بعد ان کے ٹھکانوں کو جانتا ہے، تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے اقوال وافعال اور ان کے دیگر تمام احوال وکوائف سے بے خبر رہے؟ (تیسیر الرحمن:634/1)

سوال2: اگر رزق کی فراہمی اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے تو قحط سے یا بعض دوسری وجوہ سے انسان ہزاروں کی تعداد میں مر کیوں جاتے ہیں؟

جواب: قحط تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو لوگوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے انسانوں پر مسلط کیا جاتا ہے اور دوسری وجوہ بعض انسانوں کی دوسروں پر ظلم وزیادتی اور معاشی وسائل کی ناہموار تقسیم کی بنا پر ایسے حادثات وجود میں آتے ہیں اور یہ سب کچھ انسانوں کے کسب اعمال کا ہی نتیجہ ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان داروں کے رزق میں کمی یا کوتاہی کا تصور بھی ممکن نہیں۔ (تیسیر القرآن:333,332/2)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ

آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے اور یقیناً اگر آپ کہیں کہ بلاشبہ تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے

لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

ہو تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے'' (7)

سوال1: اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر قدرت کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ ... عَلَى الْمَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمہ گیر قدرت کا اظہار فرمایا ہے کہ اس نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو اپنی قدرت سے تخلیق کیا۔ وہ قدیر ہے، وہ عظیم ہے، وہی خبیر، وہی علیم ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۡ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔'' (ق:38) (3) پہلا دن اتوار اور چھٹا دن جمعہ تھا۔ (تفسیر سعدی:1182/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)اللہ تعالیٰ کے ایک دن کی مقدار کتنی ہے،اس نے فرمایا:﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ ''اور یقینا آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن ایک ہزار سال کی مانند ہے اس گنتی سے جو تم شمار کرتے ہو۔'' (سورۃ الحج:47)

(5)اس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا حالانکہ وہ پلک جھپکنے سے کم مدت میں پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ تدریجی طور پر تخلیق میں حکمت ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے افعال میں انتہائی نرم اور مہربان ہے۔اس میں مخلوق کے لیے سبق ہے کہ وہ اپنے کام تدریجی طور پر انجام دیں۔

(6)﴿وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ ''اور اس کا عرش پانی پر تھا'' جس وقت اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس کا عرش پانی پر تھا۔

(7)(i)عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔(ii)عرش بادشاہ کائنات کا تخت ہے۔وہیں سے وہ تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔(iii)اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے۔

(8)سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اونٹ کو میں نے دروازے پر ہی باندھ دیا۔اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:''اے بنو تمیم! خوش خبری قبول کرو۔'' انہوں نے دوبارہ کہا کہ جب آپ ﷺ نے ہمیں خوش خبری دی ہے تو اب مال بھی دیجیے۔پھر یمن کے چند لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان سے بھی یہی فرمایا:'' خوش خبری قبول کر لو اے یمن والو! بنو تمیم والوں نے تو نہیں قبول کی۔'' وہ بولے یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے خوش خبری قبول کی۔ پھر وہ کہنے لگے: ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تا کہ آپ ﷺ سے اس (عالم کی پیدائش) کا حال پوچھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ ازل سے موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔لوح محفوظ میں اس نے ہر چیز کو لکھ لیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا'' (ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ ابن الحصین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی۔میں اس کے پیچھے دوڑا۔دیکھا تو وہ سراب کی آڑ میں ہے (میرے اور اس کے بیچ میں سراب حائل ہے یعنی وہ ریتی جو دھوپ میں پانی کی طرح چمکتی ہے) اللہ تعالیٰ کی قسم' میرا دل بہت پچھتایا کہ کاش، میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا (اور نبی ﷺ کی حدیث سنی ہوتی۔) (صحیح بخاری:3191)

(9)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔(اس کا خزانہ بے انتہا ہے) کتنا ہی خرچ ہو وہ کم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا، رات اور دن اس کا فیض جاری ہے اور فرمایا تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کئے جا رہا ہے، لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔" (بخاری:4684)

سوال 2: آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے مقصد کی وضاحت ﴿لِيَبْلُوَكُمْ ... عَمَلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَبْلُوَكُمْ﴾ "تاکہ وہ تمہیں آزمائے" یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کا مقصد جنوں اور انسانوں کی آزمائش ہے۔ گویا کائنات کا نظام بے مقصد نہیں ہے بلکہ اچھے اور برے لوگوں کی جانچ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ (دعوۃ القرآن:14/3)

(2) ﴿اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ "کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے" یعنی وہ اپنے اوامر ونواہی کے ذریعے سے تمہارا امتحان لے اور دیکھے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1182/2)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ "وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ (الملک:2)

(4) اللہ تعالیٰ نے زندگی اسی لیے عطا کی کہ ہمارا امتحان ہو اور موت اس لیے دے گا تاکہ امتحان کے بعد وقت ختم ہو جائے پھر دوبارہ زندگی ملے اور پہلی زندگی کے اعمال کے مطابق جزا، سزا دی جائے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ "تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔" (النجم:31)

(5) سیدنا فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: سب سے اچھا عمل وہ ہے جو سب سے خالص اور سب سے صحیح ہو۔ پوچھا گیا کہ سب سے خالص اور سب سے صحیح سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اگر عمل خالص ہو اور صحیح نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا اور اگر عمل صحیح ہو مگر خالص نہ ہو تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں ہوتا۔ صرف وہی عمل قابل قبول ہوتا ہے جو خالص بھی ہو اور صحیح بھی۔ خالص وہ عمل ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور صحیح وہ عمل ہے جس میں شریعت اور سنت کی پیروی کی گئی ہو۔ (تفسیر سعدی:1182/2)

(6) اچھے عمل میں خلوص کے ساتھ شریعت محمدی ﷺ کی مطابقت بھی پائی جاتی ہے۔ اگر عمل میں خلوص نہ ہو لیکن مطابقت ہو تو شرک ہے اور اگر خلوص ہو مگر مطابقت نہ ہو تو بدعت ہے اور شرک و بدعت دونوں خطرناک چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گندگیوں سے تمام انسانوں کو محفوظ فرمائے۔ (آمین) (مختصر ابن کثیر:822/1)

(7) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی ﷺ نے یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے دین میں اخلاص رکھ تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔'' (الترغیب والترھیب:54/1)

(8) آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ کہا ہے ﴿اَكْثَرُ عَمَلًا﴾ نہیں کہا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن عمل کا اعتبار ہے، کثرت عمل کا نہیں۔ (تیسیر الرحمن:635,634/1)

(9) احسن عمل کا تعین انسان کے مقصد زندگی سے ہوتا ہے۔ جو انسان اپنی زندگی کا مقصد جس قدر احسن انداز میں پورا کر رہا ہو اس کے اعمال اتنے ہی احسن ہوں گے۔ انسان کے مقصد زندگی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذاریات:56) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان ہی کی مثل۔ ان کے درمیان حکم اترتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' (الطلاق:12)

(10) اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات کو اپنی عبادت اور اپنے اسماء وصفات کی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی چیز کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور اس ذمہ داری کو ادا کر دیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعراض کیا تو یہی گھاٹے میں پڑنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک جگہ جمع کرے گا پھر ان کو اپنے اوامر ونواہی کے مطابق جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:1182/2)

سوال 3: بعث بعد الموت کے بارے میں مشرکین جو جھگڑا کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَىِٕنْ ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَىِٕنْ قُلْتَ﴾ ''اور یقیناً اگر آپ کہیں'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ اگر آپ ان کافروں کے سامنے موت کے بعد آنے والی زندگی کا عقیدہ رکھیں۔

(2) ﴿اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ﴾ ''بلاشبہ تم موت کے بعد اٹھائے جانے والے ہو'' یعنی تم لوگوں کو موت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد نئے سرے سے زندگی دی جائے گی اور تمہیں تمہاری قبروں سے اٹھایا جائے گا تا کہ تمہارا حساب کتاب ہو اور تمہیں اس دنیا کے اعمال کے مطابق جزا دی جائے۔

(3)﴿لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقینا ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے'' رب العزت نے خبر دی ہے کہ موت کے بعد دوبارہ زندگی کے بارے میں آپ انہیں آگاہ کریں گے تو یہ آپ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ پوری شدت سے جھٹلائیں گے اور جھگڑا کرتے ہوئے کہیں گے یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔

(4) جادو کا تعلق عقل وفہم کو برباد کر دینے سے ہوتا ہے۔ جو لوگ اٹھائے جانے کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ اپنی ناسمجھی کو دوسروں کی ناسمجھی ثابت کرنے کے لئے موت کے بعد اٹھائے جانے کو جادو قرار دیتے ہیں۔

(5) کافروں سے جب یہ سوال کیا گیا کہ زمین وآسمان کس نے پیدا کیے تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ''اور یقینا اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقینا وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟'' (الزخرف:87) (6) تو جو بغیر نمونے کے آسمان وزمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ اسے کیوں نہیں بنا سکتا؟

(7) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور وہ اس پر آسان تر ہے۔'' (الروم:27)

(8)﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے۔'' (لقمان:28)

﴿وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ

''اور یقینا اگر ہم ایک گنی ہوئی مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کر دیں تو یقینا وہ ضرور کہیں گے کہ کیا چیز اسے روک رہی ہے؟

اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ع 1 1

سن لو! جس دن وہ ان پر آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا جانے والا نہیں اور ان کو وہی گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' (8)

سوال: کافروں پر کچھ عرصے کے لیے عذاب موقوف کر دیا جائے تو انہیں کیا دھوکہ ہو جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَئِنْ ... يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ﴾''اور یقیناً اگر ہم ایک گنی ہوئی مدت تک ان سے عذاب کو مؤخر کر دیں''یعنی اگر کافروں پر کچھ عرصے کے لیے عذاب موقوف کر دیں تو انہیں یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ یہ بے بنیاد دھمکی ہے اور وہ جلد عذاب لانے کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔

(2)﴿اُمَّةٍ﴾ کا لفظ قرآن وحدیث میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں اس سے مدت مراد ہے جیسا کہ ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ﴾''اس کو ایک مدت بعد یاد آیا''(یوسف:45) میں یہی معنی مراد ہے۔

(3)﴿لَيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ﴾''تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ کیا چیز اسے روک رہی ہے؟''کافروں کے دلوں میں کفر جڑیں پکڑ جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ عذاب کو کس چیز نے روک رکھا ہے۔ یوں وہ فوری عذاب نہ آنے کو رسول کے جھوٹا ہونے پر دلیل بناتے ہیں کیونکہ رسول ہی عذاب آنے کی وعید سناتا ہے۔

(4)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ کلام تیری طرف سے واقعی حق ہے تو ہم پر آسمانوں سے پتھر برسا دے یا پھر کوئی اور ہی عذاب دے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (۳۳) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ...(۳۴)﴾(الانفال:34,33)''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ انہیں عذاب دے جب تک آپ ان میں ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت بھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں اور کیا ہے ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے؟ حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں۔'' آخر آیت تک۔(بخاری:4648)

(5)اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ﴾''سن لو! جس دن وہ ان پر آ جائے گا تو وہ ان سے ہٹایا جانے والا نہیں''یعنی جس دن عذاب آئے گا تو ان کو موقع نہیں ملے گا کہ وہ اپنے معاملہ پر غور وفکر کر سکیں۔

(6)﴿وَحَاقَ بِهِمْ﴾''اور ان کو وہی گھیر لے گا''یعنی عذاب ان پر نازل ہوگا، ان کو گھیر لے گا اور وہ بچ نہیں پائیں گے۔

(7)عکرمہ کے سوا اور لوگوں نے کہا کہ ﴿وَحَاقَ﴾ کا معنی اتر پڑا ہے۔ اسی سے ہے یحیق یعنی اترتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

(8)یعنی وہ عذاب جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر ہے جیسے جنگ بدر کا عذاب۔(تفسیر مظہری:14/6)

(9)﴿مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾''جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے''وہ عذاب کا مذاق اس لیے اڑاتے تھے کہ عذاب کی وعید سنانے والے کو چھوٹا اور حقیر سمجھتے تھے۔

(10)مشرکین مکہ بڑے بڑے سردار تھے جن کا دین ودنیا کا جو کچھ انجام ہوا وہ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے انس بن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مالک کی روایت میں ہے کہ بدر کی لڑائی میں یہ لوگ مارے گئے اور تین دن تک بے گور وکفن ان کی لاشیں پڑی رہیں اور پھر ان لاشوں کو کھینچ کر ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔(بخاری:2/566،احسن التفاسیر)

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ

''اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں پھر ہم وہ اس سے چھین لیں تو بلاشبہ وہ یقیناً

لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ﴾

انتہائی ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے''(9)

سوال1:نعمت چھن جانے پر انسان کا کیا رویہ ہوتا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَلَئِنْ... كَفُوْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً﴾''اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی کسی رحمت کا مزہ چکھائیں'' اللہ رب العزت نے انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ وہ ظالم اور جاہل ہے۔جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے یعنی رزق کی کشادگی،خوش حالی اور دنیا اس کے لیے کھول دیتا ہے۔

(2)اس مقام پر دنیا میں رزق کے دروازوں کے کھل جانے جیسی نعمتوں کو رحمت قرار دیا گیا۔(جامع البیان)

(3)﴿ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ﴾''پھر ہم وہ اس سے چھین لیں'' پھر اللہ تعالیٰ اس سے رزق،اولاد یا صحت چھین لیتا ہے۔

(4)﴿اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ﴾''بلاشبہ وہ یقیناً انتہائی ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے'' تو ایسا انسان نعمتوں کے بعد آنے والی تکلیف پر ناامید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو جاتا ہے۔اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے گویا اسے کبھی کوئی نعمت ملی ہی نہ تھی۔اسے اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید نہیں رہتی۔اس سے یہ یقین چھن جاتا ہے کہ جس رب نے پہلی بار نعمتیں دی تھیں وہ دوبارہ بھی دے سکتا ہے اور پہلے سے بڑھ کر عطا کر سکتا ہے۔

سوال2:انسان کو مصائب کیوں پیش آتے ہیں؟

جواب:انسان پر مصائب آزمائش کے لیے آتے ہیں۔مصائب یہ جانچنے کے لیے آتے ہیں کہ انسان مصیبت میں کیسا طرز عمل اختیار کرتا ہے۔

سوال3:نعمت چھن جانے پر انسان مایوس کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب:(1)انسان فطرتاً جلد باز ہے جب حالات خراب ہوتے ہیں تو اسے اچھے حالات کی امید نہیں رہ جاتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)انسان اپنے اوپر وہی حالات طاری کر لیتا ہے جو اس کے ماحول پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔نعمتیں چھن جاتی ہیں تو اسے لگتا ہے کہ اب کبھی بھلائی نہیں ملے گی۔

(3)انسان ماضی پر غور وفکر نہیں کرتا اور مستقبل کی فکر نہیں کرتا اس لیے مایوس ہو جاتا ہے۔

(4)انسان اپنے پاس موجود چیزوں کو بھول جاتا ہے اور کھوئی ہوئی چیز کے غم میں مبتلا ہو تو مایوس ہو جاتا ہے۔

(5)انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کا سب کچھ لٹ گیا ہے، یہ سوچ اسے مایوس کر دیتی ہے۔

سوال4: مایوسی سے کیسے بچیں؟

جواب:(1)جب انسان کھوئی ہوئی چیز کا غم کرنے کی بجائے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو محسوس کرے تو مایوسی سے بچ سکتا ہے۔(2)جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ انعامات پر میرا حق نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی، تو مایوسی سے بچ سکتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ

''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی اسے نعمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ ساری تکلیفیں مجھ سے دور ہو

اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾

گئیں، بے شک وہ یقیناً بڑا پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے''(10)

سوال1: مصائب کے بعد انعامات ملنے پر انسان کا کیا رویہ ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَئِنْ...فَخُوْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ﴾ ''یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد جو اسے پہنچی اسے نعمت کا مزہ چکھائیں یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ ساری تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں'' یعنی اگر شر اور مصیبت کے بعد انسان کو آرام میسر آتا ہے مثلاً بیماری کے بعد شفا نصیب ہو جائے، تنگی کے بعد آسانی مل جائے اور خوف سے نجات مل جائے تو وہ خیال کرتا ہے کہ مصیبت کا وقت ٹل گیا اور اب دوبارہ کبھی نہیں آئے گا۔ وہ اترا تا ہے اور اپنے آپ کو عزت والا اور دوسروں کو ذلیل سمجھنے لگتا ہے۔ اسے خوش حالی کے نشے میں یوں لگتا ہے کہ یہ بھلائی ہمیشہ اس کے پاس رہے گی۔

(2)﴿اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾ ''بے شک وہ یقیناً بڑا پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے'' وہ اپنے نفس کی خواہشات کے مطابق ملنے پر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں پر فخر اور تکبر کرتا ہے۔ یہی خود پسندی اسے دوسروں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو کم تر سمجھنے پر مجبور کرتی ہے۔

سوال 2: انسان کب اتراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب یہ نہیں سمجھتا کہ یہ انعامات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں تو وہ اتراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔

(2) انسان دوسروں کو اپنے سے کم دیکھتا ہے تو اکڑنے لگتا ہے اور فخر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سوال 3: اتراہٹ اور فخر سے کیسے بچیں؟

جواب: (1) انسان جب یہ سمجھتا ہے کہ انعامات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، اگر وہ دے سکتا ہے تو واپس بھی لے سکتا ہے۔

(2) انسان جب یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرا کوئی حق نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے رحمت کی ہے تو اس شعور کے ساتھ انسان فخر میں مبتلا ہونے سے بچ سکتا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے۔ ﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ ''جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (النساء:79)

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾

''مگر جن لوگوں نے صبر کیا اور نیکیاں کیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہے'' (11)

سوال: کامل ایمان والوں کا تنگی اور خوش حالی میں کیا رویہ ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ... كَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) کامل ایمان والے نہ تنگی میں مایوس ہوتے ہیں نہ خوشی میں اتراتے ہیں بلکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور راضی برضا رہتے ہیں۔

(2) ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا﴾ ''مگر جن لوگوں نے صبر کیا'' ابن جریج نے کہا کہ آزمائش میں صبر کرتے ہیں۔ (جامع البیان)

(3) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور نیکیاں کیں'' انسان اتراہٹ میں مبتلا ہو جاتے ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ برے اخلاق سے نکال کر اخلاق حسنہ کی توفیق سے نواز دے۔

(4) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ابن جریج نے کہا: نعمت پر شکر ادا کرنے کے لیے نیک کام کرتے ہیں۔ (جامع البیان) یعنی واجبات اور مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی مثال پودے کی پہلی نکلی ہوئی ہری شاخ جیسی ہے کہ جب بھی ہوا چلتی ہے، اسے جھکا دیتی ہے پھر وہ سیدھا ہو کر مصیبت برداشت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بدکار کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے کہ سخت ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اسے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:5644)

(6) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا بھی عجب حال ہے، اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ بات سوائے مومن کے کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر ادا کیا، تو اس میں بھی ثواب ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا اور اس پر صبر کیا، تو اس میں بھی ثواب ہے۔'' (مسلم:7500)

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش ہے'' ابن جریج نے کہا: ان کے لیے گناہوں پر مغفرت ہے۔ (جامع البیان)

(8) ﴿وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''اور بہت بڑا اجر ہے'' یعنی جنت۔ جنت میں جو چاہیں گے ملے گا، یہی اجر کبیر ہے۔

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے، یا کانٹے سے بڑھ کر (یا اس سے بھی کم) کوئی تکلیف اسے پہنچتی ہے تو اس کے عوض اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔'' (مسلم:6561)

﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا

''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ

کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾

والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے'' (12)

سوال: مخالفین کے اعتراضات پر نبی ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَعَلَّكَ ... وَّكِيْلٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ﴾ ''پھر شاید آپ اس کا کوئی حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کیا جاتا ہے'' نبی ﷺ کے مخالفین آپ ﷺ پر اعتراضات کرتے کہ اگر رسول ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بازار کیوں جاتے ہیں؟ کبھی کہتے کہ مسلمانو! ایسے شخص کے پیچھے لگ گئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ان کی باتوں سے آپ پریشان ہو کر اپنے فرائض میں کمی نہ آنے دیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔'' (الحجر:97) شاید کہ آپ ان کی باتوں سے دل برداشتہ ہو کر وحی کا بعض حصہ چھوڑنا چاہتے ہیں ان کی نکتہ چینی سے آپ پریشان نہ ہوں بلکہ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے دن رات مصروف عمل رہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مومنوں کے لئے نصیحت ہے۔'' (الاعراف:2)

(3) ﴿وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ﴾ ''یا اس پر آپ کا سینہ تنگ ہونے والا ہے کہ وہ کہیں گے اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟'' ان کی باتوں سے آپ کا دل دکھ رہا ہے کہ آپ کے پاس خزانہ کیوں نہیں یا آپ کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں رہتا۔

(4) مشرکوں کے قول کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا﴾ ''اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا؟ یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا اور ظالموں نے کہا تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے چلتے ہو۔ (الفرقان:8,7)

(5) ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ﴾ ''یقیناً آپ تو محض خبردار کرنے والے ہیں'' یعنی ان کے اعتراضات کی وجہ سے آپ غمگین نہ ہوں، آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف خبردار اور چوکنا کرنے والا ہوں۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگران ہے'' جھٹلانے والوں کا اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ ہر ایک کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

(7) اس آیت میں اس امر کی طرف راہ نمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کے لیے مناسب نہیں کہ دعوت پر اعتراض کرنے والے معترضین کے اعتراضات اور ردوقدح کی بنا پر دعوت دین سے رک جائے۔ خاص طور پر جب کہ اس ردوقدح پر کوئی دلیل نہ ہو اور دعوت میں کوئی خامی بھی نہ ہو۔ نیز یہ کہ داعی کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعوت پر مطمئن ہونا چاہیے، وہ اپنے راستے پر گامزن رہے اور اپنی منزل کو سامنے رکھے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ داعی نئے نئے مطالبات پیش کرنے والوں کو اہمیت نہ دے، صرف دلائل ہی ان کے سامنے رکھے۔ تمام مسائل پر ایسے دلائل کا قائم کر دینا جن کا توڑ نہ کیا جا سکے یہی کافی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1285,1286)

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو!'' (13)

سوال: اعجاز قرآن کی وضاحت ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں قرآن کے اعجاز کا بیان ہے اور دعویٰ ہے کہ انسان قرآن جیسی معجزانہ کتاب نہیں بنا سکتے۔ رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟'' کیا نبی کے مخالف یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد ﷺ نے خود اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟

(3) ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو!'' قرآن مجید ایک معجزانہ کتاب ہے۔ کوئی اس جیسی ایک آیت، ایک سورت بنا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

(4) کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ قرآن مجید جیسی کتاب پیش کر سکے بلکہ یہ بھی کسی کے مقدور میں نہیں کہ وہ اس جیسی دس سورتیں یا ایک ہی سورت بھی پیش کر سکے کیونکہ رب تعالیٰ کے پاک کلام سے مخلوق کے کلام کو کوئی نسبت یا مشابہت نہیں ہو سکتی جیسا کہ صفات الٰہی سے مخلوق کی صفات کو کوئی موافقت و مناسبت نہیں ہو سکتی، اس کی ذات بابرکات اس بات سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ کوئی بھی چیز اس کے مشابہ ہو، اس کے سوا کوئی معبود ہے نہ پروردگار۔ (المصباح المنیر: 3/273)

(5) سورۃ یونس آیت 39 کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو قرآن کریم جیسا کلام لانے کا چیلنج کئی مراحل میں کیا تھا۔ پہلے کہا کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ قرآن محمد کا کلام ہے تو اس جیسا تم بھی پیش کرو، جب عاجز و ساکت رہے تو اس آیت میں کہا کہ اگر پورا قرآن نہیں تو اس جیسی کم از کم دس سورتیں ہی پیش کر دو۔ جب اس سے بھی عاجز رہے تو سورۃ یونس والی آیت میں کہا کہ کم از کم ایک ہی سورت اس جیسی لے آؤ۔ اور سورۃ طور آیت 34 میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ زبان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دانی کی تابوت میں آخری کیل ٹھوک دی جب کہا کہ اگر تم سچے ہو تو قرآن جیسی ایک بات بھی لا دو۔ اور عربوں کے تمام فصحاء وبلغاء اور ادباء وشعراء پر گنگ طاری رہی، اور آج تک کوئی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکا۔ (تیسیر الرحمٰن:637/1)

(6) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اگر تمام انسان اور تمام جن اس پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں تو وہ اس کے جیسی نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔'' (بنی اسرائیل:88)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جس کو کچھ نشانی (یعنی معجزات) نہ دیے گئے ہوں جن کے مطابق ان پر ایمان لایا گیا یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) انسان ایمان لائے اور مجھے جو بڑا معجزہ دیا گیا وہ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن شمار میں تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ پیروی کرنے والے میرے ہوں گے۔'' (صحیح بخاری:7274)

﴿فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

''چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟'' (14)

سوال: قرآن کا اعجاز قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِلَّمْ ... مُّسْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ﴾ ''چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں'' یعنی چیلنج قبول نہ کر سکیں اور قرآن جیسی دس سورتیں پیش نہ کر سکیں۔

(2) ﴿فَاعْلَمُوْٓا﴾ ''تو جان لو'' یعنی اہل مکہ! آپ جان لو۔

(3) ﴿اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ﴾ ''بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے'' جب تم قرآن جیسا کلام نہیں لا سکے تو یقین کر لو کہ قرآن کا یہ اعجاز قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت ہے۔ تمہیں اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننا پڑے گا کیونکہ تم اس جیسی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایک چھوٹی سی آیت لانے سے بھی عاجز ہو۔

(4) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں لہٰذا اس کتاب پر ایمان لے آؤ۔

(5) یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے علم سے نازل ہوئی ہے جو کائنات کے حالات کو، انسانوں کے ماضی، مستقبل اور حال کو جانتا ہے وہی قدرت رکھتا ہے کہ ایسا کلام نازل کرے۔ اس نے اپنے بے مثال علم سے کتاب نازل کی ہے۔

(6) ﴿وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا۔

(7) ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟'' یعنی کیا تم اسلام میں داخل ہوتے ہو؟ اس کے احکامات کی پیروی کرتے ہو؟ اس کی شریعت کی اقتداء کرتے ہو؟ اسلام پر ثابت قدم رہتے ہو؟ اس کے لیے خالص ہوتے ہو؟ (فتح القدیر)

(8) یہ سوال کہ کیا تم سر تسلیم خم کرتے ہو شعور دلاتا ہے کہ چیلنج کا مقابلہ پوری دنیا نہیں کر سکی تو اب اس دعوت کو قبول کرنے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا

''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم ان کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے

وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ﴾

اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی'' (15)

سوال: ریاکاروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی مل جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿مَنْ كَانَ ... يُبْخَسُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا﴾ ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم ان کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں بیان کیا کہ ریاکاروں کو ان کی نیکیوں کا دنیا ہی میں بدلہ دیا جائے گا، اس لئے کہ ان پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی نماز، روزہ یا تہجد وغیرہ کوئی عمل بھی دنیا کے لئے کرتا ہے تو میں اس کی خواہش کے مطابق اسے دنیا ہی میں اس کا صلہ ادا کر دیتا ہوں، پھر اس کا وہ عمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکارت ہوجاتا ہے اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔(المصباح المنیر:275/3)

(2)﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ﴾''جو کوئی ارادہ رکھتا ہے''یعنی جو اپنے عمل سے ارادہ کرتا ہے۔(جامع البیان)

(3)﴿الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾''دنیا کی زندگی کا''یعنی صرف دنیا کی زندگی کا۔(جامع البیان)

(4)﴿وَزِيْنَتَهَا﴾''اور اس کی زینت کا''یعنی دنیا کے حسن، صحت اور امن، رزق کی وسعت، اور لذتوں کا ارادہ رکھتا ہے۔(فتح القدیر)(5)یعنی جو اس کی زینت کو طلب کرتا ہے۔(جامع البیان)

(6)اس آیت کے بارے میں مجاہد کا قول ہے: وہ ریا کار ہیں۔(تفسیر طبری:17/12)

(7)یعنی جس شخص کا بھی ارادہ، دنیاوی زندگی اور اس کی زیب وزینت ہی کے گرد گھومتا ہے، مثلاً عورتوں اور بیٹوں کے حصول کی خواہش، سونے اور چاندی کے خزانوں کی حرص، نشان زدہ گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتیوں کی چاہت، اس نے اپنی رغبت، عمل اور کوشش کو صرف انہی چیزوں پر مرکوز کر رکھا ہے اور وہ آخرت کے گھر کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ ایسا شخص کافر کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر وہ مومن ہوتا تو اس کا ایمان اسے اس بات سے روک دیتا کہ اس کا تمام ارادہ صرف دنیا ہی پر مرکوز رہے، بلکہ اس کا ایمان اور اس کے نیک اعمال، اس کے ارادہ آخرت ہی کے آثار ہیں۔ مگر یہ کافر بدبخت تو گویا صرف دنیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:1186/2)

(8)﴿نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا﴾''ہم ان کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے''اللہ تعالیٰ دنیا کا ارادہ رکھنے والوں کو وہ سب کچھ دنیا میں ہی عطا کر دیتا ہے جو ان کے لیے لوح محفوظ میں لکھا ہوتا ہے۔

(9)﴿وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ﴾''اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی''یعنی ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ مقرر کر چکے ہیں اس میں کمی نہیں کی جاتی۔

(10)رب العزت کا فرمان ہے:﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾''جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔''(الشوریٰ:20)

(11)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا﴾''اور جس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابل قدر ہے۔ ان کو بھی اور ان کو بھی ہم آپ کے رب کی عطا سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کو کبھی روکا نہیں گیا۔ (بنی اسرائیل:20,19)

(12) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی نیت اپنے اعمال میں طلب آخرت کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کے دل کو غنی کر دیتے ہیں اور اس کی ضروریات کو پورا فرما دیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس شخص کی نیت طلب دنیا کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ محتاجی اس کے سامنے کر دیتے ہیں کہ اس کی حاجت کبھی پوری ہی نہیں ہوتی کیونکہ ہوس دنیا اس کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ ایک حاجت پوری ہونے سے پہلے دوسری حاجت سامنے آجاتی ہے اور بے شمار فکریں اس کو لگ جاتی ہیں اور ملتا صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔'' (معارف القرآن) (مسند احمد)

(13) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی مومن کی ایک نیکی کے عوض میں بھی کمی نہ فرمائے گا۔ اس کی وجہ سے دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا لیکن کافر نے جو نیکیاں کیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا دھیان رکھا ان نیکیوں کے عوض اسے دنیا ہی میں دے دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جب آخرت میں پہنچے گا اس کے پاس ایک نیکی بھی نہ ہوگی جس پر اسے ثواب دیا جائے۔'' (مسلم) (انوار البیان)

(14) ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے نیچے کوئی بچھونا نہیں تھا اور آپ ﷺ کے جسم پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان پڑ گئے تھے اور تکیہ بھی چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ دعا کیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت کو مالی وسعت عطا فرما دے کیونکہ فارس روم کے لوگوں کو مالی وسعت دی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے خطاب کے بیٹے تم ابھی تک ان ہی خیالات میں مبتلا ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مرغوب چیزیں انہیں دنیا ہی میں دے دی گئی ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو کہ مرغوب چیزیں ان کے لیے دنیا میں ہوں اور ہمارے لیے آخرت میں ہوں۔'' (بخاری، مشکوۃ)

(15) یہ آیت کریمہ مسلمانوں کے لیے خطرہ کی گھنٹی بھی ہے کہ آدمی نیک عمل کرتا ہے، لیکن اگر اس میں اخلاص اور للّٰہیت نہیں ہے تو وہ قیامت کے دن اس کے لیے وبال جان بن جائے گا، اور جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا۔ (تیسیر الرحمن:638/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ دنیا میں بنایا وہ سب برباد ہو گیا اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے''(16)

سوال: محض دنیا کے طلب گاروں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ...يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں'' انسان کو اس کے کئے کا بدلہ وہیں ملتا ہے جہاں کے لئے اس نے کوشش کی ہو۔ جو دنیا کو اپنا مقصد بناتا ہے وہ آخرت کو اہمیت نہیں دیتا اس لئے اس کے عمل کی جزا دنیا میں ملے گی لیکن آخرت میں اس کا کوئی اجر نہ ملے گا۔

(2) یعنی انہیں ثواب سے محروم کر دیا جائے گا، عذاب میں وقفہ نہیں ہوگا، وہ اس آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

(3)﴿وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے جو کچھ دنیا میں بنایا وہ سب برباد ہو گیا اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا عمل جو اس نے دنیا کے لیے کیا تھا وہ وہیں رہ گیا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ (ابن ابی حاتم: 2013/6)

(4)﴿وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے'' یعنی وہ سب اعمال باطل اور مضمحل ہو جائیں گے جو وہ حق اور اہل حق کے خلاف سازشوں کے لئے کرتے رہے ہیں اور نیکی کے اعمال بھی باطل ہو جائیں گے جن کی کوئی اساس ہی نہیں اور ان کی قبولیت کی شرط بھی مفقود ہے اور وہ ہے ایمان۔ (تفسیر سعدی: 1187/2)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ ''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے، پھر اس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا۔'' (بنی اسرائیل: 18)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔ اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور تحقیق وہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا شخص وہ ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا۔ اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا، پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا، تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تیسرا وہ شخص ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا۔ اسے بھی لایا جائے گا اور اسے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: میں نے تیرے ہر راستے میں جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہو، تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے سو وہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم:4923)

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ

''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اس کی طرف سے اس کی تائید کر رہا ہو اور اس سے پہلے

مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ

موسیٰ کی کتاب بھی جو راہ نما اور رحمت تھی، یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے گا تو اس

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

کے وعدے کی جگہ آگ ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں، آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' (17)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: قرآن مجید پر ان لوگوں کا ایمان ہے جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں، اس کی وضاحت ﴿اَفَمَنْ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو'' اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنے ان مومن بندوں کا حال بیان فرمایا ہے جو اس فطرت پر قائم ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا فرمایا ہے کہ وہ اس بات کا اعتراف کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جیسا کہ فرمایا:﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔'' (الروم:30)(المصباح المنیر:276/3)

(2) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ محمد ﷺ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہیں۔ (جامع البیان)

(3)﴿وَيَتْلُوْهُ﴾ ''اور اس کی تائید کر رہا ہو'' اور اس کے پیچھے ہے یعنی اس دلیل کے پیچھے ایک اور دلیل ہے۔

(4)﴿شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ ''ایک گواہ اس کی طرف سے'' شاہد سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں اور اگر شخص سے مراد عام آدمی لیا جائے تو شاہد سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (تیسیر القرآن:339/2)

(5)﴿شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ ''ایک گواہ اس کی طرف سے'' اور وہ ہے فطرت مستقیم، عقل سلیم اس شریعت کی حقانیت کی گواہی دیتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نازل اور مشروع فرمایا اور بندہ اپنی عقل کے ذریعے سے اس کے حسن کو معلوم کر لیتا ہے پس اس کے ایمان میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1187/2)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ جانور کے پورے اعضاء والا جانور پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں کوئی کٹے ہوئے عضو والا جانور معلوم ہوتا ہے پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو آیت ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ پڑھ لو یعنی: ''(اے لوگو!) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت (دین اسلام) کو لازم کر لو۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔'' (مسلم:6755)

(7)﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی'' یعنی تورات۔

(8)﴿اِمَامًا﴾ ''راہ نما'' یعنی اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر تورات تلاوت کی گئی جیسا کہ محمد ﷺ پر قرآن تلاوت کیا جا رہا ہے۔ (ابن ابی حاتم:2015/6)(9)﴿وَّرَحْمَةً﴾ ''اور رحمت'' یعنی عظیم نعمت ہے۔(10)﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ'' یعنی جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو دلائل قائم کرنے کی توفیق عطا کی گئی ہے۔﴿يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ ''اس پر ایمان لاتے ہیں'' یعنی قرآن پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں ان کے ایمان کے نتیجے میں انہیں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی عطا ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1187,1188)

(11)﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ﴾ ''اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے گا'' یعنی جو اس قرآن کا اور نبی ﷺ کا اور ان کے دین کا انکار کرتا ہے۔

(12)﴿فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ ''تو اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے'' یعنی زمین کے سارے گروہ اور قبائل جو دین کا انکار کرتے ہیں آگ ان کا ٹھکانہ ہے اور وہ بہت ہی برا مقام ہے۔(ایسر التفاسیر:635)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے، (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔'' (مسلم:386)

(14)﴿فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ﴾ ''چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں'' آپ اس بارے میں ادنیٰ سے شک میں بھی مبتلا نہ ہونا۔

(15) یہاں ﴿مِرْيَةٍ﴾ سے مراد تنگ دلی اور گھٹن ہے جو دعوت سے منہ موڑنے والوں اور ان کی اذیتوں کی وجہ سے داعی کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت کی ہے کہ آپ اس شک اور گھٹن میں مبتلا نہ ہو جانا۔

(16)﴿اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے'' یعنی اے محمد ﷺ! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو قرآن نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

(17)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' اکثر لوگ ایمان نہ لانے والے نہیں یا تو وہ جہالت کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے یا ظلم اور بغاوت کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

(18)﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔'' (الانعام:116)

(19)﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، تو اہل ایمان کے ایک گروہ کے سوا ان سب نے اس کا پیچھا کیا۔'' (سبا:20)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ گھڑے؟ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ

الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾

کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ کہا تھا، سن لو! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' (18)

سوال: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے والوں کے عبرت ناک انجام کی وضاحت ﴿وَمَنْ...الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کا عبرت ناک انجام اور میدان حشر میں اگلے پچھلے لوگوں کے سامنے ان کی ذلت کا بیان ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 827/1)

(2) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹ گھڑے؟'' اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے یا نبوت کا دعویٰ کرے۔ (3) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنے سے مراد اللہ تعالیٰ کے پیغام پر جھوٹ گھڑنا ہے۔

(4) ﴿اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے'' یعنی قیامت کے دن وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے تو وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے۔

(5) ﴿وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ﴾ ''اور گواہ کہیں گے'' یعنی فرشتے اور انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (جامع البیان)

(6) ﴿هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ کہا تھا''

صفوان بن محرز نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص (نام نامعلوم) آپ کے سامنے آیا اور پوچھا اے عبدالرحمن! یا یہ کہا کہ اے ابن عمر! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کے متعلق کچھ سنا ہے (جو اللہ تعالیٰ مومنین سے قیامت کے دن کرے گا۔) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ''مومن اپنے رب کے قریب لایا جائے گا اور ہشام نے یوں کہا کہ مومن اپنے پروردگار سے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا ایک جانب اس پر رکھے گا اور اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ فلاں گناہ تجھے یاد ہے؟ بندہ عرض کرے گا: یاد ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے رب! مجھے یاد ہے دومرتبہ اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تمہارے گناہوں کو چھپائے رکھا اور آج بھی تمہاری مغفرت کروں گا پھر اس کی نیکیوں کا دفتر لپیٹ دیا جائے گا لیکن دوسرے لوگ یا (یہ کہا کہ) کفار تو ان کے متعلق محشر میں اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تھا۔ (صحیح بخاری:4685)

(7) ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''سن لو! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے'' یعنی وہ لعنت جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا، کیونکہ ظلم ان کا وصف لازم بن چکا ہے، جو تخفیف کے قابل نہیں۔ (تفسیر سعدی:1189/2)

﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے بھی ہیں'' (19)

سوال: حقیقی ظالموں کی صفات کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... كٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے بھی ہیں'' درحقیقت وہی ظالم ہیں جو حق کی پیروی سے اور سیدھی راہ پر چلنے سے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دینے والی ہے، لوگوں کو روکتے رہے اور انہیں جنت سے ہٹاتے رہے پھر اپنے لیے ٹیڑھی راہ تلاش کرتے رہے اور قیامت و آخرت پر ایمان نہیں لائے۔ (مختصر ابن کثیر:827/2)

(2) ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں'' یعنی جو لوگ ایمان، عبودیت کے اقرار اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سے روکتے ہیں اور وہ مشرکین قریش ہیں۔ (جامع البیان)

(3) جو لوگوں کو دین اسلام سے روکتے ہیں۔ (سمرقندی:148/2)

(4) وہ لوگ جو خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے والے راہ نما بن گئے۔

(5) ﴿وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ ''اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے راستے کو حقیر قرار دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور باطل کی خوبیاں اور حق کی برائیاں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چل نہ پائیں۔

(6) ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے بھی ہیں۔ وہ موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا دینے والے راستے سے روکتے ہیں، جنت سے دور کرتے ہیں، علم کے راستے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور کرتے ہیں، اپنے لیے ٹیڑھا راستہ تلاش کرتے ہیں اور قیامت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

(7)﴿الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ جو لوگ آخرت پر دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیتے ہیں اور اس میں خامی تلاش کرتے ہیں۔ وہی دور کی گمراہی میں ہیں۔ (ابراہیم:3)

﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ

''وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں،

يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾

ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا، وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے'' (20)

سوال: اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے والوں کو جو تنبیہ کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ...يُبْصِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ: ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے'' یعنی تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور اللہ رب العزت کو ہی کائنات میں پورا اختیار حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے پر قادر ہے۔ وہ دنیا میں بھی انہیں عذاب دے سکتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (۴۲) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔ (ابراہیم:42،43)

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اسے پکڑتا ہے پھر نہیں چھوڑتا۔ (بخاری، مسلم)

(4) (i) اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے والوں کی تدبیریں انسانوں کے شعور کو خراب کر سکتی ہیں۔ (ii) انسانوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمل کو خراب کر سکتی ہیں۔(iii)انسانوں کے نظام کو خراب کر سکتی ہیں۔(iv)پوری زمین کو فساد سے بھر سکتی ہیں۔ (v)لیکن اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتیں اللہ تعالیٰ جب چاہے اُن پر عذاب نازل کر سکتا ہے۔

(5)﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں'' یعنی انہیں اللہ تعالیٰ سے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔

(6)اللہ تعالیٰ کا راستہ ٹیڑھا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ کوئی بچا سکتا ہے نہ کوئی اُن کی مدد کر سکتا ہے مثلاً طوفان نوح جب آیا تو اللہ تعالیٰ کی فوج ''پانی'' کے مقابلے میں کوئی نہ ٹھہر سکا قوم عاد پر اللہ تعالیٰ کی فوج ''ہوا'' کے مقابلے میں کوئی نہ ٹھہر سکا قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک چنگھاڑ کافی ہوگئی اور کوئی بچ نہ پایا۔

(7)﴿يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا'' یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔(النحل:88)

(8)﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اس میں آملیں گی تو ان کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' (الاعراف:38)

(9)﴿مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے'' انہیں حق سنایا جاتا تھا مگر وہ سنتے نہیں تھے، وہ حق کہنے سے گونگے، حق دیکھنے سے اندھے بنے رہے، اب نہ وہ دیکھتے ہیں، نہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں، وہ حق سے نفرت کی وجہ سے حق کو سن نہیں سکتے تھے۔

(10)اللہ تعالیٰ نے انہیں کان، آنکھیں اور دل دیے تھے لیکن انہوں نے ان قوتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ جب انہیں جہنم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں دھکیلا جائے گا تو وہ کہیں گے۔﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔'' (الملک:10)

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور وہ سب کچھ ان سے کھو گیا جو وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔'' (21)

سوال:﴿اُولٰٓئِكَ...يَفْتَرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' یعنی انہوں نے اپنے نفس کا غبن کیا ہے۔ (الدر المنثور)

(2) وہ سب سے بڑے ثواب سے محروم ہو گئے اور شدید ترین عذاب کے مستحق قرار پائے۔ (تفسیر سعدی:2/1190)

(3) انسان اندھا بہرا بن کر اپنی دنیا ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معزز بنایا، اس کو عزت اور وقار اللہ تعالیٰ کے نظام ''اسلام'' کی وجہ سے مل سکتا ہے۔ انسان نے جب اللہ تعالیٰ کے نظام کو سمجھنے کی کوشش نہ کی، اسے نہ اپنایا تو خود کو جان بوجھ کر خسارے میں ڈال دیا۔

(4) انسان اندھا بہرا بن کر اپنی آخرت گنوا دیتا ہے، آخرت میں عذاب ہی اس کا انتظار کرتا ہے اور یہی بڑا خسارہ ہے۔

(5)﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور وہ سب کچھ ان سے کھو گیا جو وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو کچھ دنیا میں وہ جھٹلاتے رہے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔ (ابن ابی حاتم:6/2019)

(6) یعنی ان کا وہ دین، جس کی طرف یہ لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے اور جس کی یہ تحسین کیا کرتے تھے، مٹ گیا اور جب آپ کے رب کا حکم آ گیا، تو ان کے وہ جھوٹے خدا ان کے کسی کام نہ آئے جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1190)

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان چیزوں میں بھی انہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور انہیں اسی (عذاب) نے آ گھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔'' (الاحقاف:26)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾

''کوئی شک نہیں یہی لوگ آخرت میں بلاشبہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے''(22)

سوال:﴿لَا جَرَمَ...الْاَخْسَرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا جَرَمَ﴾''کوئی شک نہیں''یعنی یہی حق سچ ہے۔

(2)﴿اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾''یہی لوگ آخرت میں بلاشبہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والے ہوں گے''اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت کے دن وہ سب سے زیادہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ان کے لیے جنت کے بدلے جہنم کی آگ ہوگی،جنت کی بہاروں کے بدلے میں کھولتا ہوا پانی،جنت کی نعمتوں کے بدلے میں کچ لہو، اور پیپ ہوگی۔جنت کے محلات کے بدلے میں جہنم کے تنگ وتاریک مقامات ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بدلے میں سزا کے حق دار ہوں گے۔اس سے بڑھ کر خسارے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ

''یقیناً جولوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں اور اپنے رب کی طرف عاجزی اختیار کی ہے یہی لوگ

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

جنت والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''(23)

سوال:جنت کے ابدی باغوں میں کس کو بسایا جائے گا،اس کی وضاحت﴿اِنَّ الَّذِيْنَ...خٰلِدُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)جنت کے ابدی باغوں میں ایمان لانے،عمل صالح کرنے اور عاجزی اختیار کرنے والوں کو بسایا جائے گا۔

(2)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾''یقیناً جولوگ ایمان لائے ہیں''یعنی جولوگ دل کے یقین کے ساتھ ایمان لائے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے دین کے اصول اور احکامات بتائے تو انہوں نے اعتراف کیا۔

(3)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں''اور نیک عمل کیے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کیے۔

(4)﴿وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ﴾''اور اپنے رب کی طرف عاجزی اختیار کی ہے''اخبات خضوع اور تواضع کو کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ابن ابی حاتم:2020/6)(5)یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی اور عظیم قدرت کے سامنے عاجزی اختیار کی۔

(6)جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو خشوع وخضوع سے اس کی اطاعت کرتے ہیں، جو اسی سے امید باندھتے ہیں، اسی سے محبت کرتے ہیں اور اسی کو امیدوں کا مرکز بناتے ہیں۔

(7)﴿اُولٰٓئِكَ﴾''یہی لوگ''یعنی جن کی یہ صفات ہیں۔

(8)﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾''جنت والے ہیں''یہی لوگ جنت کے وارث ہیں۔کیونکہ بھلائی کا کوئی ایسا مقصد نہیں جو انہوں نے حاصل نہ کیا اور کوئی ایسی منزل نہیں جس کی طرف انہوں نے سبقت نہ کی ہو۔(تفسیر سعدی:1191،1190/2)

(9)وہ ایسی جنتوں کے وارث ہوں گے جہاں اونچے محلات، سجے ہوئے تخت، پھلوں سے جھکے ہوئے درخت، حسین و جمیل بیویاں، قسم قسم کے کھانے اور مشروبات ہوں گے اور سب سے بڑھ کر رب کا دیدار ہوگا۔

(10)﴿هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے، نہ انہیں موت آئے گی، نہ بڑھاپا، نہ بیماری، نہ نیند، وہ خوشبوؤں میں بسائے جائیں گے۔(الاساس فی التفسیر)

﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ

''ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہو

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

سکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''(24)

سوال: مومنوں اور کافروں کی مثال کی وضاحت ﴿مَثَلُ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ﴾''ان دونوں گروہوں کی مثال''جن میں سے پہلا فریق وہ ہے جس کی بدنصیبی کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور دوسرا فریق ان مومنوں کا ہے جو خوش نصیب ہیں۔

(2)﴿كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ﴾''اندھے اور بہرے کی طرح''یعنی وہ بدنصیب ہیں۔کافر کی مثال اندھے اور گونگے کی ہے۔

(3)﴿وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ﴾''اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے''یعنی خوش نصیبوں کی مثال دیکھنے اور سننے والے کی ہے، یہ مومن کی مثال ہے۔

(4)کافر دنیا میں حق دیکھنے کے لیے اندھے تھے، آخرت میں بھی اندھے ہی اٹھیں گے، کافر دنیا میں حق کو سننے سے بہرا ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے، آخرت میں بھی سن نہیں سکیں گے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔ (الانفال:23)

(6) ﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا﴾ ''کیا دونوں مثال میں یکساں ہو سکتے ہیں'' یعنی دونوں مثال میں برابر نہیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (١٩) وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ (٢٠) وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ (٢١) وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:19-22)

(8) ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر:20)

(9) ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' کیا تم غور و فکر نہیں کرتے کہہ کر توجہ دلائی ہے کہ تم اپنی زندگی کے حالات پر غور کر کے اپنے لیے اچھی راہ کا انتخاب کیوں نہیں کرتے۔

(10) یعنی ایسے اعمال جو آپ کو فائدہ دیں انہیں انجام دو اور ایسے اعمال جو آپ کے لیے نقصان دہ ہیں انہیں چھوڑ دو۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا، ''یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں'' (25)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے مختصر الفاظ میں اپنے فریضہ رسالت کو کیسے واضح کیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ۔۔۔مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا، ''یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تو انہوں نے مختصر الفاظ میں اپنے فریضہ رسالت کو واضح کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہیں صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔

(2) یہ قصہ نوح کا آغاز ہے اور یہ سورت ہود میں آنے والے پانچ قصوں میں سے ایک ہے۔ (ایسر التفاسیر:638)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) قریش نے رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے کی حد کر دی تو انسانی تاریخ میں انبیاء کی دعوت، قوم کی تکذیب پھر مومن کی نجات اور کافروں کی ہلاکت سے واضح کیا گیا ہے کہ آج کی تکذیب اور آج کا تشدد نیا نہیں ہے نوح علیہ السلام کے دور سے یہی حالات چلے آ رہے ہیں۔

(4) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ﴾ ''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا'' نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں جو دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔ نوح علیہ السلام عبد شکور تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی قوم کے کفر و شرک اور شر و فساد سے زمین بھر گئی تھی۔ (تیسیر الرحمٰن: 640/1)

(5) ﴿اِلٰى قَوْمِهٖۤ﴾ ''اس کی قوم میں'' جن لوگوں کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا وہ انہیں رب کی طرف بلاتے تھے اور انہیں شرک سے روکتے تھے۔

(6) ﴿اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام عمر بھر بت پرستوں کو سمجھاتے رہے۔ انہوں نے یہی کہا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے تباہ کن عذاب سے ڈراتا ہوں۔ اگر تم شرک نہیں چھوڑو گے تو ایسا عذاب آئے گا جو تمہاری نسلوں کو برباد کر دے گا۔ (7) یعنی میں نذیر ہوں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرتا ہوں۔

(8) میں تمہیں تمہارے کفر پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہوں لہٰذا ایمان لاؤ اور اس کے احکامات کی اطاعت کرو۔ (جامع البیان)

﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ﴾

''کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، بلاشبہ میں تم پر ایک دردناک عذاب کے دن سے ڈرتا ہوں'' (26)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا ... اَلِیْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے کہا: ﴿اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' یعنی تم اپنی عبادت کو ایک اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرو، دوسرے معبودوں کی عبادت کو چھوڑ دو۔

(2) ﴿اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ﴾ ''بلاشبہ میں تم پر ایک دردناک عذاب کے دن سے ڈرتا ہوں'' یعنی اگر تم اس کی عبادت نہیں کرو گے جس نے تمہیں پیدا کیا جو تمہیں کھلاتا اور پلاتا ہے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس دن عذاب تمہیں گھیرے میں لے کر برباد کر دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناہم نے نوح کواس کی قوم کی طرف بھیجاتواس نے کہا:''اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے سواتمہارا کوئی معبودنہیں،یقیناًمیں تم پرایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''(الاعراف:59)

﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ

''تواس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا:''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے

اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا

کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہواور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر

مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾

تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں''(27)

سوال:سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے دعوت کا جو جواب دیا،اس کی وضاحت ﴿فَقَالَ... كٰذِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے جواب دیا۔

(2)﴿مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں'' آپ تو ہم جیسے ہیں فرشتہ نہیں۔ہمیں چھوڑ کر آپ کے پاس وحی آئے۔اس کے بارے میں ہماری سمجھ کام نہیں کرتی۔

(3)بشر کے علاوہ رسول کا کچھ اور ہونا مناسب ہی نہیں،کیونکہ انسان ہی سے انسان علم حاصل کرسکتا ہے اور اپنے ہر معاملے میں وہ صرف انسان کی طرف رجوع کرسکتا ہے اور اس کے برعکس وہ فرشتوں سے سیکھ سکتا ہے نہ ان کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1194)

(4)﴿وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا﴾ ''اور ہم نہیں دیکھتے کہ ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو''یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں صرف ان لوگوں نے آپ کی پیروی کی ہے جو ذلیل اور گھٹیا ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) نبی پر سب سے پہلے وہ لوگ ایمان لانے والے ہوتے ہیں جو معاشرہ کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہوں، غریب ہوں، نوجوان اور باہمت ہوں اور جو ایسے ظالم معاشرے کے سامنے ڈٹ جانے کی جرأت رکھتے ہوں ایسے ہی لوگ ہر نبی کا ابتدائی سرمایہ ہوتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:343/2)

(6) حالانکہ وہ درحقیقت، اشراف اور عقل مند لوگ تھے یہ وہ لوگ تھے جو حق کے سامنے سرافگندہ ہو گئے تھے، یہ وہ رذیل لوگ نہ تھے جن کو اشرافیہ کہا جاتا تھا جو ہر سرکش شیطان کے پیچھے لگ جاتے تھے جنہوں نے پتھروں اور درختوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ جن کا یہ لوگ تقرب حاصل کرتے تھے اور جن کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ کیا آپ ان سے زیادہ رذیل اور ان سے بڑھ کر خسیس کہیں اور دیکھ سکتے ہیں؟ (تفسیر سعدی:1194/2)

(7) رب العزت نے اسی رویے کی وضاحت ایک اور مقام پر فرمائی۔ ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ (۱۱۱) قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۱۲) اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ (۱۱۳) وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۱۴) اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا ہم تجھے مان لیں حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں'' نوح نے کہا: ''اور مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں؟ ان کا حساب میرے رب ہی کے ذمہ ہے، کاش تم سمجھتے! اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔ میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (الشعراء:111-115)

(8) حافظ ابن کثیر نے ان شبہات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ باتیں قوم نوح کی جہالت اور کم عقلی کی دلیل تھیں۔ اس لیے کہ حق، حق ہوتا ہے، چاہے اس کی اتباع شرفائے قوم کریں یا غریب لوگ کریں۔ (ابن کثیر:474/2)

(9) ﴿بَادِيَ الرَّاْيِ﴾ ''سطحی رائے رکھنے والے'' یعنی آپ کے ماننے والے موٹی عقل کے لوگ ہیں، سوچ سمجھ کر فیصلے نہیں کرتے، بے سوچے سمجھے تیری دعوت پر تیری پیروی کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ آپ پر ایمان لاتے ہیں جو بصیرت سے محروم ہیں۔ حق کی دعوت پر لبیک کہنے والے برباد ہوتے ہیں، دولت مند تو اس سے بھاگتے ہیں، پھر اس کی مخالفت میں اپنی پوری قوتیں صرف کر ڈالتے ہیں۔

(10) ہرقل نے نبی ﷺ کے بارے میں ابوسفیان سے کچھ سوالات پوچھے تھے جن میں یہ سوال بھی تھا کہ ان کے جاننے والے غرباء یا اونچے طبقے کے لوگ ہیں؟ ابوسفیان نے جواب دیا تھا کمزور لوگ، تو ہرقل نے کہا: کمزور لوگ ہی انبیاء کے پیروکار ہوتے ہیں۔ (بخاری:3)

(11) ﴿وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾ ''اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری'' ہمارے خیال میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہیں ہمارے مقابلے میں کوئی فضیلت نہیں کہ ہم آپ کی فرماں برداری کریں۔

(12)﴿بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ''بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں'' ہم تو تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

(13)انہوں نے اس بارے میں جھوٹ بولا تھا، کیونکہ وہ ایسی نشانیاں اور معجزات دیکھ چکے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی تائید کے لیے نازل فرمایا تھا، جو آپ کی صداقت پر انہیں قطعی یقین فراہم کرتی تھیں۔ (تفسیر سعدی:2/1195)

(14)اگر حق واضح ہو، اور دل کا آئینہ روشن ہو، تو آدمی ایک لمحہ کے لیے بھی شک میں نہیں پڑتا اور حق کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی رسالت کا اعلان کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی توقف کے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ (تیسیر الرحمن:1/641)

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

''اس نے کہا: اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں اور اس نے اپنے پاس سے مجھے

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾

رحمت عطا کر دی پھر تم پر وہ اوجھل رکھی گئی تو کیا ہم اسے زبردستی تم پر لازم کر دیں گے؟ جب کہ تم اسے ناپسند کرنے والے ہو؟'' (28)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے کافروں کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... كٰرِهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے کافروں کو جواب دیتے ہوئے کہا:

(2)﴿يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہوں'' اے میری قوم! واضح دلیل، سچی نبوت اور یقین تو میرے رب کی رحمت کے طور پر میرے پاس آ چکی۔

(3)﴿وَ اٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ﴾ ''اور اس نے اپنے پاس سے مجھے رحمت عطا کر دی'' یعنی اس نے اپنی رحمت سے میری جانب وحی بھیجی اور مجھے اپنا رسول منتخب کیا اور مجھے ہدایت دی۔

(4)﴿فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ﴾ ''پھر تم پر وہ اوجھل رکھی گئی'' یعنی تم سے حقیقت کو چھپا لیا گیا اس لیے تم نے اسے نہیں پہچانا اور بے سوچے سمجھے مخالفت پر اتر آئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿اَنُلْزِمُكُمُوْهَا﴾ ''تو کیا ہم اسے زبردستی تم پر لازم کر دیں گے؟'' کیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو زبردستی تمہارے سر چڑھا دوں۔

(6)﴿وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾ ''جب کہ تم اسے ناپسند کرنے والے ہو؟'' یعنی جب تم حق سے بے زار ہو، اسے جھٹلانے کی حرص رکھتے ہو تو میں زبردستی تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصے دار نہیں بنا سکتا۔ ہاں تمہارے ٹھکرانے سے نہ ہمارے یقین میں کمی آئے گی نہ آپ لوگوں کے الزامات ہمیں حق کے راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔

﴿وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

''اور اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی مال بھی نہیں مانگتا ہوں میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور میں ان کو قطعاً دور کرنے والا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾

نہیں ہوں جو ایمان لائے، بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' (29)

سوال 1: سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کو اپنے اخلاص کا کیسے یقین دلایا، اس کی وضاحت ﴿وَيٰقَوْمِ ... عَلَى اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا﴾ ''اور اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی مال بھی نہیں مانگتا ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے اخلاص کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ میں تمہاری نجات کے لیے جو دکھ اٹھا رہا ہوں اور مصائب برداشت کر رہا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہوں اس پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا۔ میں تم سے خیر خواہی کرنے پر مال نہیں مانگ رہا۔

(2)﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''میرا اجر تو بس اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے'' میری دعوت کا صلہ، میری پریشانیوں اور خیر خواہیوں کا صلہ تو میرے رب کے ذمہ ہے۔ میرا تو ایک ہی مطالبہ ہے کہ تم حق قبول کر لو۔

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام نے کمزور مومنوں کی طرف داری کیسے کی، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ اَنَا ... تَجْهَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام نے کمزور مومنوں کی طرف داری کرتے ہوئے کہا: ﴿وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور میں ان کو قطعاً دور کرنے والا نہیں ہوں'' تمہارا یہ مطالبہ ظلم پر مبنی ہے کہ میں غریب مسلمانوں کو ہٹا دوں۔ میرے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ میں انہیں دھتکار دوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے سیدنا نوح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ مومنوں کو اپنی مجلس سے ہٹا دیں کیونکہ وہ اپنی حشمت اور وقار کی وجہ سے ان کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان ہی جیسے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بھی یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ ﷺ کمزور صحابہ کو اپنی مجلس سے ہٹا دیں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چھ آدمی نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو مشرک لوگوں نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تو یہ ہم پر جرأت نہیں کر سکیں گے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان لوگوں میں) میں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ہذیل کا ایک آدمی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور دو آدمی جن کا نام میں نہیں جانتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے دل میں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا واقع ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے دل میں ہی باتیں کیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں ان سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28) (مسلم:6241)

(3) ﴿اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ﴾ ''بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں'' یعنی وہ تو ایسے لوگ ہیں جنہیں ان کے ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے نعمت بھری جنتیں عطا ہونے والی ہیں، جہاں وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

(4) ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام بلند ہو گیا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو مجھ سے جھگڑیں گے کہ اے رب! انہوں نے ہمیں اپنی مجلس سے نکال دیا تھا۔ (تیسیر الرحمٰن:1/642)

(5) ﴿وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ ''لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' میری رائے میں تم نادان ہو اس لیے کہ تم نے حق کو جھٹلایا ہے اور اولیاء اللہ نے حق کی اتباع کی ہے جنہیں تم مجھ سے دور کرنا چاہتے ہو۔

(6) حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ نہایت ہی نادان ہو، جبھی تو سوچتے ہو کہ اگر ایمان لے آؤ گے تو ہمارے کمزور وضعیف پیروکاروں کے برابر ہو جاؤ گے۔ (تیسیر الرحمٰن:1/642)

﴿ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا

''اور اے میری قوم! اگر میں ان کو دور ہٹا دوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿تَذَكَّرُوْنَ﴾

کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟"(30)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے کمزور لوگوں کو دور نہ ہٹانے کے لیے جو دلیل دی، اس کی وضاحت ﴿وَيٰقَوْمِ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام نے کمزور لوگوں کو دور نہ ہٹانے کے لیے دلیل دیتے ہوئے کہا: ﴿وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ﴾ "اور اے میری قوم! اگر میں ان کو دور ہٹا دوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا" یعنی اگر میں ان کمزور لوگوں کو جنہیں تم مجھ سے دور کرنا چاہتے ہو ان کو دھتکاروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ یقیناً ان کا دھتکارنا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا باعث بننے والا ہے۔

(2) جو لوگ ایمان لے آتے ہیں وہ رب کی حفاظت میں چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کمزوروں کا بھی والی ہے وہ کمزوروں کا بھی رب ہے وہ اپنے ولیوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کے خلاف اٹھنے والے ہاتھوں کو برداشت نہیں کرتا۔

(3) اللہ رب العزت نے نابینا صحابی کلثوم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے آنے پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ ربّ العزت نے فرمایا: ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰى (1) اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (2) وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى﴾ "اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا۔ اور آپ کو کیا چیز معلوم کرواتی شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔" (عبس: 1-3)

(4) ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ "تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟" تم ایسی نصیحت سے نفع کیوں نہیں حاصل کرتے جو تمہارے لئے نفع مند ہے۔

﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ

"اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور میں غیب بھی نہیں جانتا اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں

مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ

فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قطعاً کوئی بھلائی عطا نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

کرے گا، اللہ تعالیٰ ہی اس کو زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ بلاشبہ اس وقت تو میں یقیناً ظالموں میں سے ہوں گا" (31)

سوال: نبی کے پاس نہ خزانے ہوتے ہیں نہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَآ اَقُوْلُ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ "اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں" یعنی میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتا ہوں، اس کا رسول ہوں، اس کی طرف بلاتا ہوں۔ میں تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہوں، میں تمہیں بشارتیں دیتا ہوں اور برے انجام سے ڈراتا ہوں۔ میرا کام اخلاص سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے، میرا مقصد تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے مال جمع کرنا نہیں۔

(2) میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں، نہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں کہ جس کو چاہوں عطا کروں اور جس کو چاہوں محروم کر دوں۔

(3) ﴿وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ "اور میں غیب بھی نہیں جانتا" نہ میں غیب جانتا ہوں کہ تمہارے دل کے راز تم پر کھول دوں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۭ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں: میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی، نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔" (الاعراف:188)

(5) ﴿وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ﴾ "اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ بے شک میں فرشتہ ہوں" یعنی میں ایک انسان ہوں اپنے مقام سے بڑھ کر دعویٰ نہیں کرتا۔ (6) جب میں خود ایسے دعوے نہیں کرتا تو پھر میرے اندر ان صفات کے مفقود ہونے پر میری نبوت کا کیوں انکار کرتے ہو؟ (تیسیر الرحمٰن:642/1)

(7) ﴿وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا﴾ "اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قطعاً کوئی بھلائی عطا نہیں کرے گا" اور غریب اہل ایمان جن کو تم نیچ سمجھتے ہو میں ان کے بارے میں ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ انھیں ان کی قربانیوں کا صلہ نہیں دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی اس کو زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے'' مجھے تو ان کے ظاہری حالات کا علم ہے، اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں ضرور ثواب عطا فرمائے گا اور اگر وہ اپنے ایمان کے دعوے میں سچے نہیں تو ان کا معاملہ رب کے ذمہ ہے۔

(9)﴿اِنِّيْۤ اِذًا﴾ ''بلاشبہ اس وقت تو میں یقیناً'' یعنی اگر میں نے ان کے بارے میں کچھ کہا۔

(10)﴿لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''ظالموں میں سے ہوں گا'' اگر میں ایسا کہوں گا تو میں ان کے حق میں ظالم ہوں گا اس لیے کہ میں نے ان کی قدر و منزلت نہیں پہچانی اور ان کی شان کے خلاف بات کی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ آیت کے آخری حصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کافروں نے غریب مسلمانوں کی تحقیر کر کے ظلم و تعدی کا ارتکاب کیا تھا۔ (تیسیر الرحمٰن: 643/1)

(11) اس طرح سیدنا نوح علیہ السلام نے غریب لوگوں کو دور کر دینے کا مطالبہ کرنے والوں کو مایوس کر دیا کہ ان کو اپنے سے دور کر دیں۔

(12) سیدنا نوح علیہ السلام عادل تھے، انہوں نے اپنی قوم کو ایسے طریقے سے سمجھایا جو کسی بھی غیر متعصب انسان کو حق سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے۔

﴿ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ

''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً تم نے ہم سے جھگڑا کیا ہے پھر تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے چنانچہ وہ لے ہی آ جس کا تم

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچوں میں سے ہو'' (32)

سوال: قوم نوح علیہ السلام کے مطالبہ عذاب کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قوم نوح نے جلد بازی کرتے ہوئے عذاب کا مطالبہ کر دیا۔

(2)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا:'' قوم نوح کے پاس جب اپنے کفر پر قائم رہنے کے لیے کوئی دلیل نہ رہی تو انہوں نے کہا۔

(3)﴿يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا﴾ ''اے نوح! یقیناً تم نے ہم سے جھگڑا کیا ہے پھر تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے'' قوم نوح نے ان سے کہا کہ ہم نے آپ کے دلائل بہت سن لیے آپ جھگڑالو ہیں۔ (نعوذ باللہ)

(4) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کتنی ظالم تھی جنہوں نے ان کی خیر خواہی کو جھگڑا قرار دیا۔ وہ اپنی بات میں جھوٹے تھے۔ ایک نبی کی توہین کرنے والے تھے۔ انہوں نے بغیر کسی دلیل کے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کو رد کر دیا۔ ﴿فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''چنانچہ وہ لے ہی آ جس کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچوں میں سے ہو'' قوم نوح علیہ السلام نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہا: ہمارا مشترکہ فیصلہ یہی ہے کہ آپ سچے ہیں تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے تھے وہ ہم پر نازل کر دیں۔

﴿قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾

''نوح نے کہا: ''درحقیقت اسے تو تم پر اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو'' (33)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے عذاب کے مطالبے پر جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... بِمُعْجِزِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ﴾ ''نوح نے کہا: ''درحقیقت اسے تو تم پر اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے گا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے عذاب کے مطالبے پر وضاحت فرمائی کہ عذاب لانا تو اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے میرے ہاتھ میں اس کا کوئی اختیار نہیں، اس کی مشیت کا تقاضا ہوا تو وہ صبح وشام تم پر عذاب بھیجے گا۔

(2) ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو'' اور اللہ تعالیٰ کو اپنے ارادے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

''اور اگر میں ارادہ کروں کہ میں تمہیں نصیحت کروں تو بھی میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں دے گی اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنے

اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

کا ارادہ رکھتا ہو، وہی تمہارا رب ہے اور اس کی طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے'' (34)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام کے بیان ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ... تُرْجَعُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ﴾ ''اور اگر میں ارادہ کروں کہ میں تمہیں نصیحت کروں تو بھی میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں دے گی'' میری نصیحت تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ میں جو نصیحت بھی کروں گا تمہیں سمجھ نہیں آئے گی، میری خیر خواہی سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا میں چاہوں بھی تو میری نصیحت تم پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

(2) ﴿اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو'' اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب ہے اگر وہ تمہیں گمراہ کر کے برباد کرنا چاہے تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ مالک ومختار ہے اسی کے ہاتھ میں ہدایت ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)(i) نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا۔(ii) اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ ہی گمراہ کرتا ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ ہدایت کا راستہ اُسی کے لئے کھولتا ہے جو اسکی خواہش رکھتا ہو اور کوشش کرتا ہو۔(iv) اللہ گمراہی کا راستہ اُس کے لئے کھولتا ہے جو گمراہی کی خواہش رکھتا ہے اور گمراہی کے کاموں کے لئے کوشش کرتا ہے۔

(4) رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(القصص:56)

(5)﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف:186)

(6)﴿هُوَ رَبُّكُمْ﴾ ''وہی تمہارا رب ہے'' وہ تمہارے معاملات پر غالب ہے جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔(الاساس:2556/5)

(7)﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اس کی طرف تم واپس لوٹائے جاؤ گے'' ہر شخص کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔وہ سب کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے گھڑ لیا ہے اسے؟ آپ کہہ دیں اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرا جرم مجھ ہی پر ہے اور جو جرم تم کرتے ہو

مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ﴾ ع 3 11 3

اُس سے میں بے تعلق ہوں'' (35)

سوال: جھوٹ گھڑنے کا جرم گھڑنے والے ہی پر ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... تُجْرِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے گھڑ لیا ہے اسے؟'' یعنی کیا وہ لوگ کہتے ہیں سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کی ہے یعنی یہ کہا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

(2) اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر کا مرجع نبی اکرم ﷺ ہوں اس صورت میں یہ آیت کریمہ، سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ کے اثنا میں، جملہ معترضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کا تعلق ایسے امور سے ہے جنہیں انبیاء کے سوا کوئی نہیں جانتا۔جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سامنے سیدنا نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ قصہ ان نشانیوں میں سے تھا جو آپ ﷺ کی صداقت اور رسالت پر دلالت کرتی ہیں۔ یعنی قرآن کو محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1198، 1199)

(3) ﴿قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرا جرم مجھ ہی پر ہے'' یعنی میرا جرم، میرا گناہ میرے ذمے ہے تم اس سے بری ہو۔ (4) اگر میں نے جھوٹ گھڑا ہے تو اس جھوٹ کا جرم مجھ ہی پر ہے۔

(5) یعنی ہر شخص کا بوجھ اسی پر ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟'' اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی، پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔'' (الانعام: 164)

(6) ﴿وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور جو جرم تم کرتے ہو اس سے میں بے تعلق ہوں'' یعنی میں تمہارے جرائم سے بری الذمہ ہوں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اس جیسا دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے، جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر و فریب کرتے تھے۔ (الانعام: 124)

(8) پھر یہ بتاؤ کہ تم مجھے کیوں جھٹلاتے ہو۔ اگر تم توبہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

(9) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں گے) اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ کیا (میرا پیغام) تم نے پہنچا دیا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے میں نے پیغام پہنچا دیا تھا، اے رب العزت! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا' کیا (نوح علیہ السلام نے) میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا، اس کے لئے آپ کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام خداوندی اپنی قوم تک پہنچایا اور یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ہے "اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہی دو" اور وسط کے معنی درمیانی کے ہیں۔" (صحیح بخاری:3339)

﴿وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ

"اور نوح کو وحی کی گئی کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقیناً جو ایمان لا چکا، چنانچہ آپ ان

بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾

کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں" (36)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے انجام کے بارے میں جو آخری اطلاع دی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَاُوْحِیَ ... یَفْعَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ﴾ "اور نوح کو وحی کی گئی" سیدنا نوح علیہ السلام نے 950 سال تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے جھٹلانے پر ان کی طرف وحی کی۔

(2) ﴿اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ﴾ "کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقیناً جو ایمان لا چکا" رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے انجام کے بارے میں یہ خبر دی کہ آپ کی قوم میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں کیونکہ اب تک جو لوگ ایمان نہیں لائے وہ پتھر دل ہیں۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم والے آپ کو اتنا مارتے تھے کہ آپ گر پڑتے تھے اور مردہ سمجھ کر لبادہ میں لپیٹ کر گھر ڈال جاتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ نوح مر گئے لیکن آپ علیہ السلام پھر دوسرے دن آ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک بوڑھا آدمی لاٹھی کے سہارے اپنے بیٹے کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس دیوانے بوڑھے کے دھوکے میں نہ آنا۔ اس کے بچے نے کہا: ابا جی ذرا مجھے لاٹھی دیجیے پھر اس نے سیدنا نوح علیہ السلام کے سر پر اتنا مارا کہ زخمی کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا نوح علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری:27)

(4) ﴿فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ "چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں" رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ غم نہ کریں۔ ان کے برے اعمال کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب کو مقدر کر دیا ہے جو ان سے ٹلنے والا نہیں۔

(5) سیدنا نوح علیہ السلام کو یہ اطلاع اس لیے دی گئی کہ اب دعوتی کام جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(6) حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بذریعہ وحی خبر دے دی تو وہ ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے اور ان کے حق میں بددعا کر دی کہ اے اللہ! اب کسی کافر کو زمین پر نہ رہنے دے۔ (تیسیر الرحمن: 644,643/1)

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ

''اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾

نہ کریں، بے شک وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں'' (37)

سوال: نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا جو حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَاصْنَعِ ... مُّغْرَقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا﴾ ''اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کو تبلیغ کے کام سے فارغ ہونے کے بعد کشتی بنانے کا حکم دیا گیا۔

(2) رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہماری ہدایات کے مطابق، ہماری حفاظت میں، ہماری مرضی کے مطابق کشتی بناؤ۔ (3) صاحب ''فتح البیان'' کہتے ہیں کہ ﴿اعین﴾ عین کی جمع تعظیم اور مبالغہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے، نہ کہ کثرت کے لیے اور عین یعنی آنکھ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے جس کی کیفیت ہم نہیں جانتے ہیں، لیکن اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

(4) تورات کی تصریح کے مطابق اس کشتی کی لمبائی تین ہاتھ، چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور اس کے تین درجے یا منزلیں تھیں اور اس میں روشن دان اور دروازے اور کھڑکیاں اور کوٹھڑیاں تھیں اور باہر رال لگائی گئی تھی گویا یہ موجودہ دور کے لحاظ سے ایک درمیانہ درجہ کا بحری جہاز تھا جسے بنی نوع انسان کی پہلی تاریخ میں سیدنا نوح علیہ السلام نے غالباً پہلی بار بنایا تھا اور اس کے بنانے کا طریقہ خود بذریعہ وحی سکھایا تھا۔ (تیسیر القرآن: 346/2)

(5) ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں'' دیکھو ظالموں کے بارے میں یعنی ان کی ہلاکت کے متعلق مجھ سے بات نہ کرنا۔

(6) ﴿اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں'' یعنی ان کے بارے میں تقدیر کا فیصلہ ہو چکا کہ سب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پانی میں غرق کر کے ہلاک کر دیے جائیں گے۔

﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوْا مِنْهُ ۭ

''اور نوح کشتی بناتا رہا، اور جب بھی اس کی قوم کے سردار اس کے پاس سے گزرتے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے،

قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ﴾

اس نے کہا کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو یقیناً ہم بھی تم سے مذاق کریں گے، جیسا کہ تم مذاق کر رہے ہو'' (38)

سوال 1: سیدنا نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے پر ان کی قوم کے لوگوں کا کیا ردعمل تھا، اس کی وضاحت ﴿وَيَصْنَعُ ... مِنْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے اور ان کی قوم کے لوگ ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔

(2) ﴿وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ﴾ ''اور نوح کشتی بناتا رہا'' حافظ شمس الدین ذہبی کی الطب النبوی میں بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ انسان کے لئے جتنی صنعتوں کی ضرورت ہے ان سب کی ابتداء بذریعہ وحی الٰہی کسی پیغمبر کے ذریعہ عمل میں آئی ہے پھر حسب ضرورت اس میں اضافے اور سہولتیں مختلف زمانوں میں ہوتی رہیں، سب سے پہلے پیغمبر سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف جو وحی آئی ہے اس کا بیشتر حصہ زمین کی آبادکاری اور مختلف صنعتوں سے متعلق ہے، بوجھ اٹھانے کے لئے پہیوں کے ذریعہ چلنے والی گاڑی کی ایجاد بھی اسی سلسلہ کی ایجادات میں سے ہے۔ (معارف القرآن: 4/620,621)

(3) ﴿وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوْا مِنْهُ﴾ ''اور جب بھی اس کی قوم کے سردار اس کے پاس سے گزرتے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے'' سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس سے جب قوم کے سردار گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ نبوت کے بعد اب وہ انجینئر بن گیا ہے اور یہ کہ خشکی میں کشتی چلائیں گے۔ (جامع البیان)

سوال 2: نوح علیہ السلام نے مذاق اڑانے والوں کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... تَسْخَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ نوح علیہ السلام نے مذاق اڑانے والوں کو جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ﴾ ''کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو یقیناً ہم بھی تم سے مذاق کریں گے، جیسا کہ تم مذاق کر رہے ہو'' کہ اگر آج تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم آخرت میں تمہارا مذاق اڑائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) سیدنا نوح علیہ السلام اس پر ہنستے کہ یہ لوگ بجائے اس کے کہ ایمان واطاعت کے ذریعہ عذاب الٰہی سے بچاؤ حاصل کریں، الٹے کفر ومعاصی پر اصرار کر کے اور خدائی نشانات کا مذاق اڑا کر عذاب کو دعوت دے رہے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کے جواب کو بر سبیل مشاکلت ''سخریہ'' کہہ دیا ہو۔ جیسا کہ ''جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا'' میں مذکور ہے۔ (روح المعانی)(اشرف الحواشی:271/1)

﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾

''سو جلد ہی تم جان لوگے کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور دائمی عذاب کس پر اترتا ہے؟''(39)

سوال: ﴿فَسَوْفَ ... مُّقِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو جلد ہی تم جان لوگے'' یعنی جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

(2) ﴿مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾ ''کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور دائمی عذاب کس پر اترتا ہے؟'' یعنی کس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور ذلت والا عذاب نازل ہوگا ہم پر یا تم پر۔ جب عذاب نازل ہوا تو انہیں پتہ چل گیا۔

(3) یہ بھی معلوم ہو جائے گا آخرت کا عذاب کس کو اپنی لپیٹ لے لے گا پھر کبھی ہٹایا نہیں جائے گا۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

''حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا، ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کر لو

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ

اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہو چکی اور انہیں بھی (سوار کر لو) جو ایمان لائے ہیں اور اس

اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾

پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا''(40)

سوال: طوفان نوح کا آغاز ہو گیا، اس کی وضاحت ﴿حَتّٰى ... قَلِيْلٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا'' یعنی جب مشرکوں کو ہلاک کرنے کا حکم آ گیا۔ (ایسر التفاسیر:643) (2) یعنی عذاب کے نزول کا مقررہ وقت آ گیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ ''اور تنور ابل پڑا'' یعنی طوفان کے آغاز کی علامت ظاہر ہوگئی۔

(4) اللہ تعالیٰ نے طوفانی بارشوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آسمان سے بارشیں برسنے کا آغاز ہوگیا اور ساری زمین پر جگہ جگہ چشمے جاری کر دیے گئے حتیٰ کہ تنوروں سے بھی پانی ابلنے لگا جو کہ آگ کا مقام ہیں اور پانی اس کام کے لیے جمع ہوگیا جس کو مقدر کر دیا گیا۔

(5)﴿قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ ''ہم نے کہا اس کشتی میں ہر چیز کا جوڑا (نر اور مادہ) دونوں کو سوار کر لو'' اللہ رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ جب آسمان سے پانی برسے اور زمین پانی ابلنے لگے تو ہر قسم کی مخلوق میں سے ہر صنف کا جوڑا یعنی نر اور مادہ کشتی پر سوار کر لیں تا کہ مخلوقات باقی رہیں۔

(6)﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو بھی مگر جن کے متعلق پہلے بات ہو چکی اور انہیں بھی (سوار کر لو) جو ایمان لائے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں سوار کر لیں۔ جیسا کہ فرمایا:﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ (۱۱) وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۱۲) وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ (۱۳) تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾ ''چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا۔ اور ہم نے زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا تو اس کام پر جو طے ہو چکا تھا سارا پانی مل گیا۔ اور نوح کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی، یہ تھا بدلہ اس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا۔ (القمر:11-14)

(7)﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ ''مگر جن کے متعلق پہلے بات ہو چکی'' یعنی جس کی ہلاکت کا پہلے سے طے کر لیا گیا ہو جیسے نوح علیہ السلام کی بیوی واعلہ اور ان کا بیٹا کنعان۔ (ایسر التفاسیر:643)

(8)﴿وَمَنْ اٰمَنَ﴾ ''اور انہیں بھی (سوار کر لو) جو ایمان لائے ہیں'' اور ان لوگوں کو سوار کر لو جو آپ کی قوم میں سے آپ پر ایمان لائے۔ جنہوں نے تصدیق کی اور آپ کی پیروی کی۔ (ایسر التفسیر:643)

(9)﴿وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ''اور اس پر تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا'' سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ بہت کم ایمان لانے والے تھے۔

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ اسی لوگ تھے جن میں مرد، عورت سب شامل تھے۔ (مختصر ابن کثیر:835/1)

﴿ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ

''اور نوح نے کہا کہ سوار ہو جاؤ اس میں، اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا بھی ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی، یقیناً میرا رب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

بے حد بخشنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے" (41)

سوال: نوح علیہ السلام نے ایمان والوں کو جو تلقین کی، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ﴾ "اور نوح نے کہا" سیدنا نوح علیہ السلام نے ان ایمان والوں سے کہا جن کو کشتی میں سوار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

(2) ﴿ارْكَبُوْا فِيْهَا﴾ "کہ سوار ہو جاؤ اس میں" جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝۱۳ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾ "اور نوح کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی، یہ تھا بدلہ اس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا۔" (القمر:14,13)

(3) ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کے نام سے" اللہ تعالیٰ کے نام سے۔ یہ ایک مومن کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات ہی کے ذریعے سے کاموں میں برکت ہوتی ہے، یہی اسلامی طریقہ زندگی ہے۔

(4) ﴿مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا﴾ "اس کا چلنا بھی ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی" اس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ کشتی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حوالے ہے۔ کشتی کا چلنا بھی، کشتی کا ٹھہرنا بھی۔

(5) ﴿اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ﴾ "یقینا میرا رب بے حد بخشنے والا ہے" یقینا میرا رب توبہ کرنے والوں اور رجوع کرنے والوں کے گناہ ڈھانپ دیتا ہے۔

(6) یقیناً میرا رب وسیع مغفرت والا ہے اور وہ اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کرتا بلکہ وہ ان میں سے کافروں اور ظالموں کو ہلاک کرتا ہے۔ (تفسیر مراغی:4/317)

(7) ﴿رَّحِيْمٌ﴾ "نہایت رحم والا ہے" وہ بندوں کے ساتھ رحیم ہے۔ گناہوں پر توبہ کے بعد ان کو بخش دیتا ہے۔ (جامع البیان:7/48) (8) علماء نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کشتی یا جانور پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہنے کو مستحب کہا ہے۔ نبی ﷺ کی سنت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (تیسیر الرحمن:1/645)

(9) ضمناً اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ مومن کو صرف اسباب پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و کرم کی دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اسباب کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اور دوسری یہ کہ کشتی یا جہاز پر سوار ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (تیسیر القرآن:2/348)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ

''اور وہ کشتی پہاڑ جیسی موج میں انہیں لے کر چلنے لگی اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ الگ تھلگ جگہ میں تھا:

يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ ہو جاؤ'' (42)

سوال 1: کشتی بیٹھنے والوں کو بحفاظت کیسے لیے جا رہی تھی جب کہ پہاڑوں جیسی موجیں اُٹھ رہی تھیں اور پہاڑوں پر چڑھ جانے والے بھی نہ بچ رہے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَهِيَ ... كَالْجِبَالِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ﴾ ''اور وہ کشتی انہیں لے کر چلنے لگی'' کشتی بیٹھنے والوں کے لیے بظاہر محفوظ پناہ گاہ تھی لیکن حفاظت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم کشتی والوں کے ساتھ تھا اس لیے وہ محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہاڑ پر چڑھنے والوں کے ساتھ نہ تھا اس لیے وہ غرق ہو گئے۔

(2) ﴿فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ﴾ ''پہاڑ جیسی موج میں'' سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی ایمان والے مسافروں کو لے کر جا رہی تھی اور کیفیت کچھ یوں تھی کہ موجیں پہاڑوں کی طرح ٹھاٹھیں مار رہی تھیں۔

سوال 2: نوح علیہ السلام نے بیٹے کو کیوں پکارا، اس کی وضاحت ﴿وَنَادٰى ... مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادٰى نُوْحُ ِۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ﴾ ''اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ الگ تھلگ جگہ میں تھا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اس لیے پکارا تا کہ وہ ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہو جائے۔ بیٹا فاصلے پر تھا سیدنا نوح علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ قریب آئے اور کشتی میں بیٹھ جائے۔

(2) ﴿يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ ہو جاؤ'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ وہی نجات پائے گا جو ایمان لائے گا۔ آپ انکار کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔

﴿قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ

''اس نے کہا: ''میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا، وہ مجھے اس پانی سے بچا لے گا'' نوح نے کہا: ''آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ

اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ

عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا'' اور ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی پھر وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴾

غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا" (43)

سوال1: سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے نے ان کی پکار کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...الْمَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ﴾ "اس نے کہا: "میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا وہ مجھے اس پانی سے بچالے گا" سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے نے باپ کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ میں کشتی پر سوار ہو کر کیا کروں گا۔ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتا ہوں تا کہ سیلاب سے بچ جاؤں۔ اس نے نادانی سے یہ سمجھا کہ پانی پہاڑ کی چوٹی تک نہیں پہنچے گا اس لیے میں چوٹی پر چڑھ کر بچ جاؤں گا۔

سوال2: سیدنا نوح علیہ السلام نے بیٹے کے غرور اور بے پرواہی کے باوجود اُسے کیسے دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...رَّحِمَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ "نوح نے کہا" سیدنا نوح علیہ السلام نے بیٹے کے غرور اور بے پرواہی کے باوجود اُسے حقیقت کو سمجھنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ "آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا" یہ سیلاب نہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جس سے وہی بچے گا جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ بچنے کے لیے کوئی کیسا ہی سبب اختیار کر لے، اللہ تعالیٰ نہ بچائے تو کوئی بچ نہیں سکتا۔

(3) سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: "اے فاطمہ! (رضی اللہ عنہا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی۔ اے صفیہ! عبدالمطلب کی بیٹی (آپ کی پھوپھی) اے عبدالمطلب کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا البتہ (یہاں) میرے مال میں سے جو چاہو لے لو۔" (صحیح مسلم:503)

سوال3: نوح علیہ السلام کے بیٹے کے انجام کی وضاحت ﴿وَحَالَ...مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴾ "اور ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی پھر وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا" رحیم باپ اور نافرمان بیٹے کے درمیان موج حائل ہوگئی جس نے بیٹے کو ہمیشہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے باپ سے جدا کر دیا اور بیٹا باپ کی آنکھوں کے سامنے غرق ہو گیا۔

﴿وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَ

''اور کہا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان! تھم جا اور پانی نیچے اتار دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور

اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

وہ جودی پر جا ٹھہری اور کہا گیا کہ دوری ہے ظالم لوگوں کے لیے!'' (44)

سوال: طوفان کا اختتام کیسے ہوا، اس کی وضاحت ﴿وَقِيْلَ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقِيْلَ﴾ ''اور کہا گیا'' جب سیلاب نے نافرمان لوگوں کو برباد کر دیا اور فرماں برداروں کو بچا لیا گیا تو رب العزت نے فرمایا۔

(2) ﴿يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ﴾ ''اے زمین! اپنا پانی نگل جا'' رب العزت نے زمین کو حکم دیا کہ سارا پانی پی جاؤ۔

(3) ﴿وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ﴾ ''اے آسمان! تھم جا'' اور آسمان کو حکم دیا اب ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرے۔ اس طرح آسمانوں اور زمین نے رب کی اطاعت کی۔

(4) ﴿وَغِيْضَ الْمَآءُ﴾ ''اور پانی نیچے اتار دیا گیا'' یعنی زمین کا پانی سکھا دیا گیا۔

(5) ﴿وَقُضِيَ الْاَمْرُ﴾ ''اور کام تمام کر دیا گیا'' یعنی اہل ایمان اور جھٹلانے والوں کا فیصلہ ہو گیا۔

(6) اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پورا ہو گیا، جس کو بچانا چاہا بچا دیا، اور جسے ہلاک کرنا چاہا ہلاک کر دیا۔ (تیسیر الرحمٰن: 646/1)

(7) ﴿وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ﴾ ''اور وہ جودی پر جا ٹھہری'' مجاہد نے کہا جودی ایک پہاڑ ہے اس جزیرے میں جو دجلہ اور فرات کے بیچ میں موصل کے قریب ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(8) ﴿وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور کہا گیا کہ دوری ہے ظالم لوگوں کے لیے!'' ہلاک ہونے والوں کے پیچھے ایسی لعنت لگا دی گئی جو ہمیشہ ان کا ساتھ دے گی۔

(9) یوں طوفان کا اختتام ہو گیا۔ (i) زمین کو حکم ملا پانی نگل جاؤ تو پانی زمین میں چلا گیا اور زمین کی سطح معمول پر آ گئی۔ (ii) آسمان سے کہا گیا رُک جا اور بارشیں رُک گئیں۔ (iii) کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔ (iv) ظالم لوگ غرق کر دیئے گئے دنیا کا فساد دور ہو گیا اور حالات معمول پر آ گئے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(10) عبدالرحمٰن بن خلدون نے لکھا ہے، اہل علم کا اتفاق ہے کہ طوفان کی وجہ سے زمین پر رہنے والے سبھی لوگ ہلاک ہو گئے تھے، اور جو مسلمان نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے، ان کی بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ صرف نوح علیہ السلام کے تینوں بیٹوں سے نسل چلی اسی لیے نوح علیہ السلام آدمِ ثانی کہلائے۔ مقریزی نے اپنی کتاب ''الخطط'' میں بھی تمام اہل ادیان کا اسی پر اتفاق نقل کیا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 646/1)

﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾

اور آپ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں'' (45)

سوال: بیٹے کے حالات معلوم کرنے کے لیے سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی، اس کی وضاحت ﴿وَنَادٰى ... الْحٰكِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ﴾ ''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا تو کہا'' بیٹے کے حالات معلوم کرنے کے لیے سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا:

(2) ﴿رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ﴾ ''اے میرے رب! یقیناً میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے'' اے میرے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے۔

(3) ﴿وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے'' یقیناً تو وعدے کا سچا ہے۔ تو نے کہا تھا، وعدہ فرمایا تھا کہ ہر قسم کے جانوروں کا جوڑا اپنے ساتھ سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی اور آپ نے جو وعدہ کیا تھا یقیناً آپ اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

(4) سیدنا نوح علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ میرے اہل خاندان کو بچایا جائے اور بیٹا خاندان والوں میں سے ہے۔

(5) ﴿وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ''اور آپ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے تمام معاملہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے سپرد کیا اور عرض کیا: ﴿وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے نوح! یقیناوہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں، بے شک وہ تو ایسا عمل ہے جو اچھا نہیں لہٰذا مجھ سے

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾

ایسا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے، بلاشبہ میں تمہیں اس سے نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم جاہلوں میں سے ہو (نہ) جاؤ۔'' (46)

سوال: اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...الْجٰهِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام سے فرمایا۔

(2) ﴿يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾ ''اے نوح! یقیناوہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں'' یعنی وہ آپ کے ان گھر والوں میں سے نہیں ہے جو ایمان لائے۔

(3) اے نوح! وہ ایمان نہیں لائے گا، اس لیے کہ وہ آپ کے گھر والوں میں سے نہیں ہے، آپ کے گھر والے تو دین و شریعت کے پابند اور اہل صلاح ہیں اور وہ صالح نہیں ہے، اس لیے وہ طوفان سے نہیں بچے گا۔ (تیسیر الرحمن: 646/1)

(4) ﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ ''بے شک وہ تو ایسا عمل ہے جو اچھا نہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام پر یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ آپ کے بیٹے کے عمل صحیح نہیں ہیں۔ آپ تو اس شخص کے لیے دعا کر رہے ہیں جو کافر ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔

(5) سیدنا نوح علیہ السلام سے یہ بات اس لیے کہی گئی کہ آپ کا بیٹا آپ سے کٹ چکا تھا اور آپ اس سے کٹ چکے تھے اگرچہ وہ آپ کا بیٹا ہے اور خون کا رشتہ موجود ہے مگر خون کے رشتے کے تعلقات اللہ تعالیٰ کے یہاں نجات کی بنیاد نہیں بن سکتے۔ اس کا آپ کی ذات سے تعلق تھا۔ آپ جس نجات کی طرف بلا رہے تھے اس سے اس نے خود تعلق کاٹ لیا تھا اس لیے آپ ذہن میں رکھیں کہ آپ کا رشتہ کٹ چکا۔

(6) ﴿فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''لہٰذا مجھ سے ایسا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے'' یعنی ایسا سوال نہ کرو جس کے انجام کے بارے میں آپ نہیں جانتے، اچھا ہے یا برا۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا ان کافروں میں سے ہے جو ڈوبنے والے ہیں جب کہ سیدنا نوح علیہ السلام کو ڈوبنے سے پہلے تک امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا سوال کرنے سے روکا ہے جس کا علم نہ ہو اور اپنا معاملہ اس کے حوالے کرنے کے لیے کہا ہے جو علم رکھتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو اپنا وعدہ یاد دلایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلایا کہ آپ جو سوال کر رہے ہیں وہ لاعلمی کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔

(8) ﴿اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ﴾ ''بلاشبہ میں تمہیں اس سے نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم جاہلوں میں سے ہو (نہ) جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو نصیحت کی ہے کہ نادانی نہ کریں۔

(9) یہاں جہالت سے مراد رابطوں کی حقیقت کو اور اسلامی اخوت کو سمجھنے کی جہالت ہے۔

(10) یعنی میں تم کو ایسی نصیحت کرتا ہوں جس پر عمل کر کے تو کاملین میں شمار ہوگا اور جاہلین کی صفات سے نجات حاصل کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 1201/2)

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ

''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! بلاشبہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ آپ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم

وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾

نہیں اور اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا'' (47)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نصیحت کا کیا اثر ہوا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... الْخٰسِرِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''نوح نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام اپنی دعا پر سخت نادم ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی:

(2) ﴿رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''اے میرے رب! بلاشبہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کہ آپ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم نہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے جب یہ جان لیا کہ بیٹے کی مغفرت کے بارے میں سوال کرنا رب العزت کی منشاء کے خلاف تھا تو انہوں نے اپنے رب سے معافی کی درخواست کی۔

(3) اللہ تعالیٰ کی رحمت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ڈھانپ لیا اور وہ بیٹے کی ہلاکت اور ساتھیوں کی نجات پر مطمئن ہو گئے۔

(4) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نوح علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے کافر بیٹے کی نجات کے لیے دعا کرنا حرام ہے اور ان کا بیٹا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا کہ وہ سب غرق ہوں گے'' بلکہ نوح علیہ السلام کے نزدیک دونوں امور متعارض ہو گئے اور وہ سمجھے کہ ان کا بیٹا ﴿اَهْلَكَ﴾ کے حکم میں داخل ہے اور بعد میں ان پر واضح ہوا کہ ان کا بیٹا ان لوگوں میں شامل ہے جن کے لیے بخشش کی دعا اور گفتگو کرنے سے روکا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1202/2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رب سے گڑگڑا کر کہا: ﴿وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ﴾ ''اور اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا'' یعنی اگر آپ نے میری غلطی کو معاف نہ کیا اور میری توبہ قبول نہ کی تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا۔

(6) مغفرت اور رحمت بندے کو خسارے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچاتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1202/2)

(7) ﴿اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا'' یعنی میں اپنے اعمال میں خسارہ اٹھاؤں گا۔ اس میں مجھے کوئی نفع نہیں ہوگا۔ (فتح القدیر)

(8) سیدنا آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو انہوں نے بھی رب العالمین سے مغفرت اور رحمت کی درخواست کی تھی۔ ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۖ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الاعراف: 23)

﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ

''کہا گیا: ''اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جاؤ تم پر اور ان گروہوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ گروہ

سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

ایسے ہیں کہ جلد ہی ان کو ہم ساز و سامان دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔'' (48)

سوال 1: سلامتی و برکت کے ساتھ کشتی سے اترنے کے حکم کی وضاحت ﴿قِيْلَ ... مَّعَكَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ﴾ ''کہا گیا: ''اے نوح! اتر جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی۔ کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی تو فرمایا اے نوح! اور آپ کے ساتھ جو مومن ہیں کشتی سے اتر جائیں۔ (ایسر التفاسیر: 645)

(2) ﴿بِسَلٰمٍ مِّنَّا﴾ ''ہماری جانب سے سلامتی کے ساتھ'' یعنی آپ کو ہماری طرف سے غرق ہونے سے سلامتی کی بشارت ہے۔ (الاساس: 2558/5)

(3) ﴿وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ﴾ ''اور تم پر برکتوں کے ساتھ'' یعنی رب العزت نے برکتوں کی بشارت دی ہے، یہ نوح علیہ السلام کی اولاد اور پیروکاروں کے حق میں خوش خبری تھی۔ (4) یہ برکت ان کے معاش اور رزق میں تھی۔ (تفسیر مراغی: 321/4)

(5) ﴿وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ﴾ ''ان گروہوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں'' یہاں امم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کشتی میں ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ سوار ہوئے جن میں انسانوں کے علاوہ حیوانات کے جوڑے بھی تھے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی برکت عطا فرمائی کہ کشتی والوں کی اولادوں نے روئے دنیا کو کناروں تک بھر دیا۔

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام کو آئندہ بگڑنے والی نسلوں کے بارے میں کیا آگاہی دی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَاُمَمٌ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام کو یہ بتایا گیا کہ آئندہ آنے والی نسلوں میں کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم کچھ مدت سامان زندگی دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

(2) ﴿وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ﴾ ''اور کچھ گروہ ایسے ہیں کہ جلد ہی ان کو ہم ساز و سامان دیں گے'' یعنی دنیا میں ان کے علاوہ بھی گروہ ہوں گے جنہیں دنیا میں رزق اور برکتیں ملیں گی یعنی انہیں دنیا سے فائدہ اٹھانے دیا جائے گا۔

(3) ﴿ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا'' یعنی ایک بار نجات دینا اس سے نہیں روکے گا کہ ان کے کفر پر انہیں پکڑا نہ جائے۔ جو کفر کرے گا اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے گا اور بعد میں ان کی پکڑ بھی ہوگی۔

(4) ان میں سے کچھ کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو آگے چل کر کفر کی راہ اختیار کر لیں گے اور ان کا منتہائے مقصود دنیا کا عیش و آرام ہو جائے گا، تو ہم انہیں اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں گے، لیکن انجام کار انہیں دردناک عذاب سے دوچار کر دیں گے۔ (تیسیر الرحمٰن: 647/1)

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے نہ ہی آپ کی

قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

قوم، چنانچہ آپ صبر کریں، بلاشبہ اچھا انجام متقیوں کے لیے ہے'' (49)

ع 4 14 4

سوال 1: ماضی کے واقعات رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہیں، اس کی وضاحت ﴿تِلْكَ ... هٰذَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب 1: (1) ﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں'' نبی ﷺ سے خطاب ہے کہ یہ واقعہ اور دیگر واقعات ہیں جن کی خبر آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے دی جا رہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ﴾ ''جن کو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں'' یعنی ان واقعات کی آپ ﷺ کو خبر تک نہ تھی۔

(3)اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ ساری تفصیلات آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہیں اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول تھے۔(تیسیر الرحمٰن:647/1)

(4)﴿مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ ''اس سے پہلے نہ آپ انہیں جانتے تھے نہ ہی آپ کی قوم'' وحی سے پہلے ان واقعات سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی قوم ناواقف تھے۔اب آپ ﷺ لوگوں کو ایسے سنا رہے ہیں جیسے آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو لہٰذا کوئی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ ان واقعات کو سن کر بیان کیا گیا ہے۔پچھلے انبیاء کی کتابیں بھی ان کی تصدیق کرتی ہیں۔

سوال2:صبر کے حکم کی وضاحت ﴿فَاصْبِرْ۔۔۔لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا:﴿فَاصْبِرْ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں'' اگر آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو جھٹلائے تو اس پر صبر کریں۔(2)دعوت دین پر ثابت قدم رہیں اور سیدنا نوح علیہ السلام کی طرح صبر کریں۔

(3)﴿اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اچھا انجام متقیوں کے لیے ہے'' انجام ان ہی کا اچھا ہے جو شرک سے بچتے ہیں۔

(4)آپ ﷺ کی قوم کے مقابلے میں آپ کا انجام اسی طرح اچھا ہے جس طرح سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے مقابلے میں سیدنا نوح علیہ السلام کا انجام اچھا تھا۔(تفسیر سعدی:1202/2)

(5)آپ ﷺ اس یقین کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کیے جائیے کہ دنیا میں فتح و کامرانی اور آخرت میں نعمت ابدی ہم اپنے انہی بندوں کو دیں گے جو تقویٰ کی راہ اختیار کریں گے۔(تیسیر الرحمٰن:647/1)

(6)آپ ﷺ کا مستقبل شاندار ہے۔ہم آپ ﷺ کی پشت پر ہیں آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے عقیدت مندوں کو دنیا میں اقتدار اور غلبہ عطا کرنے والے ہیں۔آخر میں آپ ﷺ کا غلبہ ہوگا اور مسلمانوں کو قابل رشک کامیابی نصیب ہوگی۔(مختصر ابن کثیر:839/1)

﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

''اور (ہم نے بھیجا) عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھی، اس نے کہا:''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾

معبود نہیں، تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو''(50)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِلٰى...مُفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا﴾ ''اور (ہم نے بھیجا) عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھی'' سیدنا ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔

(2) ﴿وَاِلٰى عَادٍ﴾ ''اور (ہم نے بھیجا) عاد کی طرف'' ''عاد'' ایک معروف قبیلہ تھا جو سرزمین یمن میں وادی احقاف میں آباد تھا۔ (تفسیر سعدی: 1204/2) (3) یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کا واقعہ سورۃ الاعراف کی آیات 65 سے 75 تک تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(4) ﴿اَخَاهُمْ﴾ ''ان کے بھائی'' یہ بات اس لیے کہی گئی کہ اخوت اور نبوت کے ہوتے ہوئے بھی عاد والوں کا رویہ سیدنا ہود علیہ السلام کے ساتھ بہت خراب تھا۔

(5) ﴿هُوْدًا﴾ ''ہود کو بھی'' سیدنا ہود علیہ السلام ان چار نبیوں میں سے تھے جن کا تعلق عرب سے تھا جنہوں نے عربی زبان میں بات کی اور وہ سیدنا ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 646)

(6) سیدنا ہود علیہ السلام اس دور میں آئے جب ان کی قوم گمراہ تھی برے طریقے سے شرک میں مبتلا تھی۔

(7) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔

(8) ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی اور کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچانو، اس کو ایک مانو اور اس کی اطاعت کرو۔ (الاساس فی التفسیر)

(9) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے شرک اور بت پرستی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی معبود تمہاری عبادت کا مستحق نہیں، اس لیے اس کے لیے عبادت کو خالص کرو اور الوہیت میں ایک مانو۔ (جامع البیان: 61/12)

(10) سیدنا ہود علیہ السلام نے غیر اللہ کی عبادت سے روکا اور ان بتوں کی مذمت کی جنہیں قوم عاد نے خود تراش کر ان کی عبادت شروع کر دی تھی۔

(11) ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ ''تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو'' تم جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہو تو یہ بہت بڑی افتراء پردازی ہے، اس لیے کہ اس نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ اس کی بجائے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرو۔ (تیسیر الرحمٰن)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ

''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میری اجرت اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''(51)

سوال: سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنی خیر خواہی اور نیک نیتی کا کیسے یقین دلایا، اس کی وضاحت ﴿يٰقَوْمِ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ ''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا'' یعنی اے میری قوم یہ دعوت خیر خواہی اور نیک نیتی کی بنیاد پر ہے۔ اس کے پیچھے کوئی ذاتی مقصد نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ عام طور پر پیغمبروں پر الزام بھی لگتا رہا ہے کہ وہ دولت جمع کرنا چاہتے ہیں یا کوئی اور فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

(2) یعنی میں تمہاری خیر خواہی پر تم سے اپنا حق محنت بھی نہیں مانگتا میں تو اللہ تعالیٰ کی رضا ڈھونڈتا ہوں۔ (مختصر ابن کثیر: 840/1)

(3) ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ﴾ ''میری اجرت اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے'' یعنی میرا رب مجھ سے راضی ہو گیا تو مجھے اجر عطا فرمائے گا۔ اسی نے مجھے فطرت سلیم پر پیدا کیا اور مجھے پروان چڑھایا۔

(4) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جس نے تمہیں پیدا کیا وہی غیروں کی نسبت تمہاری عبادت کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ (تفسیر سرمدی)

(5) کیا تمہیں اتنی بات بھی سمجھ نہیں آتی کہ میری بے لوث دعوت، میری صداقت کی دلیل ہے۔ (تیسیر الرحمن)

(6) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ کے ذریعے یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول تو تمہیں یہ دعوت دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق مالک اور رازق نہیں کیسے ممکن ہے کہ وہ تم سے رزق کا مطالبہ کرے جب کہ وہ دوسروں کو بھی یہی بات سمجھاتا ہے کہ ہر ایک تک رزق رازق کے دینے سے پہنچتا ہے۔

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ

''اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾

تمہاری قوت کے ساتھ تمہیں اور زیادہ قوت دے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ موڑو'' (52)

سوال: سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں جو نصیحت کی، اس کی وضاحت ﴿وَيٰقَوْمِ ... مُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں نصیحت کی: ﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور کہا تم لوگ اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو، گڑگڑا کر توبہ کرو اور کثرت سے استغفار کرو۔

(2) اور فرمایا: ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ''پھر اس سے توبہ کرو'' مستقبل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے توبہ کرلو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (النور:31)

(4) ﴿يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ''وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا'' اگر آپ شرک سے معافی مانگ لو اور آئندہ کے لیے توبہ کرلو تو ان دو خوبیوں کے ساتھ تمہارا رب بکثرت بارشیں برسائے گا جس سے زمین کی پیداوار اور رزق میں اضافہ ہوگا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اس کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔'' (الاعراف:96) (6) قوم ہود کھیتیوں اور باغات والی تھی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(7) ﴿وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ﴾ ''اور تمہاری قوت کے ساتھ تمہیں اور زیادہ قوت دے گا'' قوم ہود طاقت ور تھی، اسی لیے انہوں نے کہا تھا: ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا وہ قوت میں ان سے زیادہ ہے؟'' (حم السجدہ:15) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قوت میں اور اضافہ کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے استغفار کا التزام کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ اور ہر غم سے راحت کا سامان پیدا فرما دے گا۔ اور ایسے ایسے مقامات سے رزق مہیا فرمائے گا جس کا اسے وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔'' (سنن ابوداؤد: 1518)

(9) ﴿وَلَا تَتَوَلَّوْا﴾ ''اور تم منہ نہ موڑو'' یعنی اپنے خالق و مالک سے اپنے رب سے منہ نہ موڑو۔

(10) ﴿مُجْرِمِيْنَ﴾ ''مجرم بن کر'' یعنی تکبر کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ نہ موڑو اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت نہ کرو۔ (تفسیر سعدی: 2/1205)

﴿قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ

''انہوں نے کہا: ''اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے

وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

والے نہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں'' (53)

سوال: قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' قوم عاد نے تمام دلائل کا انکار کر دیا اور جھوٹ بولتے ہوئے جواب دیا:

(2) ﴿يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ﴾ ''اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے'' آپ نے ہمارے سامنے توحید کی کوئی دلیل تو رکھی نہیں بس اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور بت پرستی چھوڑ دو جب تک کہ توحید کی خوبیوں اور شرک کی خرابیوں کو بیان کر کے ہمیں قائل نہ کر لو۔

(3) ﴿بِبَيِّنَةٍ﴾ سے مراد اس چیز کی صحت پر دلیل اور برھان ہے جس کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہو۔ (ایسر التفاسیر: 646)

(4) اگر دلیل سے مراد وہ دلیل ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے تو ایسی دلیل حق کی صداقت کے لیے لازم نہیں، بلکہ لازم صرف یہ ہے کہ نبی ان کو ایسی دلیل اور ایسا ثبوت پیش کرے جو اس کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتا ہو اور اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا ہود علیہ السلام ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں لائے جو ان کی دعوت کی صداقت کی گواہی دیتی ہو تو اس بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ جھوٹ کہتے ہیں، کیونکہ جب بھی کسی قوم میں کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر ایسے ایسے معجزات ظاہر کرتا ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہوتے۔ اگر ان کے ہاتھ پر کوئی معجزہ نہ بھی ظاہر ہوا ہوتا سوائے دعوت کے جس میں دین کو اللہ وحدہ لاشریک کے لئے خالص کرنے کی تاکید ہو، نیک عمل اور اخلاق جمیلہ کا حکم دیا گیا ہو اور اخلاق مذمومہ، یعنی شرک، فواحش، ظلم اور دیگر مختلف قسم کی برائیوں سے روکا گیا ہو نیز اس کی تائید میں سیدنا ہود علیہ السلام کی وہ صفات بھی ہوں جو مخلوق میں سب سے اچھے اور سب سے سچے شخص کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتیں، تو ان کی صداقت پر دلیل کے لئے یہی چیز کافی تھی۔ بلکہ عقل مند لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز مجرد خرق عادت معجزات سے زیادہ بڑی نشانی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1206/2)

(5) ﴿وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں'' قوم ہود نے کہا کہ نعوذ باللہ ہم آپ کی بے دلیل باتوں پر اپنے معبودوں کی عبادت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔'' (الاعراف: 70)

(6) قوم ہود سیدنا ہود علیہ السلام کی باتوں پر اعتماد نہیں کرتی تھی وہ اس دعوت کو دیوانگی سمجھتے تھے اس لئے ماننے سے انکار کرتے تھے۔

(7) سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل دیے تھے: ﴿قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (٥٤) مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ (٥٥) اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ ''اس نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔ اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔'' (ہود: 54-56)

(8) ﴿وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں'' یعنی ہم آپ کی تصدیق نہیں کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (تفسیر سمرقندی: 160/2) یہ ان کی جانب سے سیدنا ہود علیہ السلام کو جواب تھا۔ اس طرح وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ

''ہم نہیں کہتے مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے'' اس نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ

وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾

کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں'' (54)

سوال 1: قوم نے خیر خواہ رسول کو مجنون قرار دے دیا، اس کی وضاحت ﴿اِنْ نَّقُوْلُ ... بِسُوْٓءٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قوم نے خیر خواہ رسول کو مجنون قرار دیتے ہوئے کہا: ﴿اِنْ نَّقُوْلُ﴾ ''ہم نہیں کہتے'' یعنی ہمارا تو تمہارے بارے میں یہی خیال ہے۔

(2) ﴿اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''مگر یہ کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کسی آفت میں مبتلا کر دیا ہے'' یعنی آپ ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے روک رہے ہو اور ان کی برائیاں بیان کر رہے ہو اس لیے تمہیں ہمارے معبودوں کی مار پڑ گئی ہے ہمارے کسی معبود نے تمہاری عقل سے بے گانہ کر دیا ہے۔

(3) یعنی ہمارے کسی معبود نے تیری عقل سلب کر کے تجھے جنون لاحق کر دیا ہے اور تو نے ہذیان بولنا شروع کر دیا ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے ظالموں کے دلوں پر مہر ثبت کر دی۔ انہوں نے کس طرح سب سے سچے انسان کو، جو سب سے بڑا حق لے کر آیا، ایسے گھٹیا مقام پر کھڑا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود بیان نہ کیا ہوتا، تو ایک عقل مند شخص کو ان سے اس بات کو روایت کرتے ہوئے بھی شرم آتی۔ اسی لئے سیدنا ہود علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ انہیں پورا وثوق ہے کہ ان کی طرف سے یا ان کے معبودوں کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ (تفسیر سعدی: 1206/2)

سوال 2: سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... تُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

(2) ﴿اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر صاف کہتا ہوں کہ میں بتوں سے بے زار ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا ہود علیہ السلام نے انہیں ایسا جواب دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کافروں کی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(4) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے بری الذمہ ہونے پر، گمراہوں سے مکمل علیحدگی اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور باقی سب لوگوں کو بھی گواہ ٹھہرایا تا کہ دلوں سے اس غلط فہمی کو دور کر دیا جائے کہ وہ ایک ملت کے افراد ہیں۔ انہوں نے شرک سے برأت کا اظہار کیا۔

(5) سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم نے جب مکمل ہلاکت کا راستہ اختیار کر لیا تو انہیں قوم کے ساتھ رہنا خطرناک محسوس ہوا اس لیے انہوں نے اعلان برأت کر دیا۔

﴿مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾

''اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو'' (55)

سوال: ﴿مِنْ دُوْنِهٖ ... تُنْظِرُوْنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اس کے سوا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا تم اور تمہارے جھوٹے معبود۔

(2) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو چیلنج دیتے ہوئے کہا: ﴿فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا﴾ ''چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو'' ہر تدبیر سے، ہر ممکن طریقے سے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر لیں۔

(3) ﴿ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''پھر مجھے مہلت بھی نہ دو'' یعنی جو کرنا ہے کر گزریں، مجھ پر رحم نہ کھائیں اور جو کچھ بس میں ہو عمل میں لے آئیں۔

﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ

''یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے'' (56)

سوال: سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے جو اعلان کیا، اس کی وضاحت ﴿اِنِّيْ ... مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے کہا:﴿اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے'' میرا اسی پر بھروسہ پر ہے۔

(2)﴿رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ﴾ ''جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے'' جو میرا بھی خالق ہے اور تمہارا بھی، جو میرا بھی رازق ہے اور تمہارا بھی، جو ہمارا اور کائنات کا مالک اور بادشاہ ہے، جس نے ہماری تربیت کی، وہی ہمارے لیے تدابیر کرتا ہے۔

(3)﴿مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا﴾ ''کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، قوت رکھتا ہے یہ حقیقت ہے۔ سیدنا ھود علیہ السلام نے اس کو غلبے اور قدرت کی مخصوص شکل یعنی سر کے بالوں سے پکڑ کر قابو کرنے سے پیش کیا۔

(4) کوئی جاندار ایسا نہیں جس کے پیشانی کے بال اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں نہ ہوں کوئی بھی اس کی قضاء وقدر سے باہر نہیں۔ وہ عادل ہے، ظالم نہیں۔ اگر تم سب مل کر مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کرنا چاہو اور وہ مجھے بچانا چاہے تو تم اپنی تدبیروں میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور اگر وہ چاہے کہ تمہیں مجھ پر غالب کر دے تو کوئی مجھے بچا نہیں سکتا۔

(5)﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ کمال حکمت والا، ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے'' (سورہ الانعام:18)

(6)﴿اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''یقینا میرا رب سیدھی راہ پر ہے'' بے شک میرا رب حق کے راستے پر ہے، وہ احسان کرنے والے کو احسان کی جزا دیتا ہے اور برا کرنے والے کو برائی کی سزا دیتا ہے۔

(7) یعنی میرا رب عدل وانصاف اور حکمت پر ہے وہ اپنی قضاوقدر، شرع وامر، جزا اور اپنے ثواب وعقاب میں قابل ستائش ہے اس کے افعال صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے نہیں جس کی وجہ سے اس کی حمد وثنا کی جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1206)

(8) زمین پر پائے جانے والے ہر ذی روح کا وہی مالک ہے۔ وہ ہر ایک پر قدرت رکھتا ہے، جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے، اور میرا رب اپنے ملک وسلطنت میں بڑے عدل وانصاف کے ساتھ تصرف کرتا ہے، اور میں نے اسی کی جناب میں پناہ لے لی ہے، اور وہ ظلم کو گوارہ نہیں کرتا ہے، اور تم ظالم ہو، اسی لیے وہ تمہیں مجھ پر غالب نہیں ہونے دے گا۔ (تیسیر الرحمٰن)

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا

''پھر اگر تم منہ موڑ دو تو یقینا میں نے تمہیں وہ پیغام پہنچا دیا ہے جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور میرا رب تمہاری

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾

جگہ کسی اور کو جانشین بنائے گا اور اسے تم کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے، یقیناً میرا رب ہر چیز پر اچھی طرح نگہبان ہے" (57)

سوال: سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو وارننگ دی، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... حَفِيْظٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو وارننگ دیتے ہوئے کہا: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ﴾ "پھر اگر تم منہ موڑ دو تو یقیناً میں نے تمہیں وہ پیغام پہنچا دیا ہے جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا" سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو نصیحت کی اس کا اختتامی حصہ ہے۔

(2) انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو پیغام پہنچا دیا اب اگر تم جھٹلاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف سے منہ موڑو گے جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں، تو اس کا وبال تمہارے اوپر ہوگا، میرے ذمے کوئی چیز نہیں، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا۔

(3) ﴿وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ "اور میرا رب تمہاری جگہ کسی اور کو جانشین بنائے گا" یعنی میرا رب تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ ان لوگوں کو لائے گا جو اس کو ایک مانتے ہوں گے اور اس کی عبادت میں مخلص ہوں گے۔

(4) یعنی کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ (جامع البیان: 65/12)

(5) اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر دے گا اور کسی دوسری قوم کو لائے گا جو تمہاری اراضی اور اموال کی مالک بن جائے گی اور تمہارے کفر و عناد یا تمہاری ہلاکت سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت و حکومت میں کوئی کمی نہیں آجائے گی، جو کچھ نقصان ہوگا تمہارا ہوگا۔ (تیسیر الرحمٰن)

(6) ﴿وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا﴾ "اور اسے تم کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے" تمہارا شرک اور نافرمانی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (7) کیونکہ تمہارا ضرر تمہاری طرف ہی لوٹے گا۔ اہل معاصی کی معصیت اسے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے نہ اہل اطاعت کی اطاعت اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا﴾ "جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے۔ (سورہ حم السجدہ: 46) (تفسیر سعدی: 1207,1206/2)

(8) سیدنا ابو ادریس خولانی ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔" (صحیح مسلم:6572)

(9)﴿اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ﴾ "یقیناً میرا رب ہر چیز پر اچھی طرح نگہبان ہے" (i) بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ تمہاری ہر حرکت کے بارے میں خبر رکھنے والا ہے، اسے ہر ذرے کی خبر ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ

"اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے ہود کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی

مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ﴾

اور ہم نے انہیں ایک بہت سخت عذاب سے بچایا" (58)

سوال: عذاب آنے پر سیدنا ہود علیہ السلام اور مومنوں کو بچا لیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... غَلِیْظٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ "اور جب ہمارا حکم آ گیا" جب وہ دردناک وقت آن پہنچا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

(2) جب خیر و برکت سے خالی، عذاب کی آندھی چل پڑی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ (۱۸) اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (۱۹) تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (۲۰) فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ﴾ "عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟ اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی۔ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟" (القمر:18-21)

(3)﴿نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ﴾ "تو ہم نے ہود کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے انہیں ایک بہت سخت عذاب سے بچایا" یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس بڑے عذاب سے بچا لیا جو قوم ہود پر آیا۔ اس عذاب نے ان کی ایسی حالت بنا دی کہ ہر چیز بوسیدہ ہڈی کی مانند ہو گئی۔ ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ﴾ "کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔" (الذاریات:42)

(4)﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ (۶) سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔ کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو؟'' (سورہ الحاقۃ:6-8)

﴿وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا

''اور یہ تھے عاد! جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر زبردست جابر سخت

اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾

عناد رکھنے والے کے حکم کی پیروی کی'' (59)

سوال 1: ﴿وَتِلْكَ عَادٌ﴾ سے کس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی؟

جواب: (1) ﴿وَتِلْكَ عَادٌ﴾ ''اور یہ تھے عاد!'' یعنی یہ تھے عاد جن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا۔

(2) ﴿وَتِلْكَ عَادٌ﴾ سے توجہ دلائی گئی کہ وہ ہیں عاد جن کا ابھی ذکر ہوا ہے لیکن فکر سے بہت دور تاریخ کی تاریکیوں میں دھکیل دیئے گئے۔

سوال 2: قوم ہود پر جو فرد جرم عائد کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿جَحَدُوْا ... عَنِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قوم ہود پر فرد جرم عائد کی گئی ہے: ﴿جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔

(2) انہوں نے کفر باللہ کا ارتکاب کیا تھا اور آفاق و انفس میں موجود ان نشانیوں کا انکار کر دیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل تھیں۔ (تیسیر الرحمٰن)

(3) قوم عاد کو سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کی سچائی کے بارے میں یقین تھا انہوں نے تعصب اور ضد کی وجہ سے انکار کیا تھا۔

(4) قوم عاد کا دوسرا جرم یہ تھا کہ: ﴿وَعَصَوْا رُسُلَهٗ﴾ ''اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی'' قوم عاد نے رسولوں کی نافرمانی کی تھی۔ جو کسی ایک رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ سبھی کی نافرمانی کرتا ہے کیونکہ رسولوں کی دعوت ایک ہے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔'' (صحیح مسلم:4747)

(6) قوم عاد کا تیسرا جرم یہ تھا کہ:﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾''اور ہر زبردست جابر سخت عناد رکھنے والے کے حکم کی پیروی کی'' انہوں نے سرکش لوگوں کی باتیں مانیں۔ ہر جبار کی جو جبر سے بندوں پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور ہر عنید کی جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات سے دشمنی رکھتا ہے۔

(7) عنید اور عنود اور عاند سب کے معنی ایک ہی ہیں یعنی سرکش مخالف اور یہ جبار کی تاکید ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(8) جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ عناد رکھتا ہے۔ انہوں نے ہر خیر خواہ اور مشفق کی نافرمانی کی اور ہر دھوکے باز کی پیروی کی جو ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1207/2)

﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ

''اور ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، سن لو! یقیناً عاد نے اپنے رب کا کفر کیا،

اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾

سن لو! ہلاکت ہے عاد کے لیے، جو ہود کی قوم تھی'' (60)

سوال: قوم عاد کے پیچھے اس دنیا میں اور قیامت کے دن لعنت کس وجہ سے لگا دی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَاُتْبِعُوْا ... هُوْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾''اور ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی'' قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا، رسولوں کی بات نہ مانی، جباروں کی مانی اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور قیامت کے دن بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اہل ایمان کی طرف سے ہر دور میں لعنت ٹوٹ پڑی۔ ان پر لوگ لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت کبھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔

(3) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دو لعنتیں ان کا پیچھا کریں گی ایک دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔ (تفسیر مراغی:329/4)

(4)﴿اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ﴾''سن لو! یقیناً عاد نے اپنے رب کا کفر کیا'' دیکھو عاد نے اپنے رب کا، رازق کا انکار کر دیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾ ''سن لو! ہلاکت ہے عاد کے لیے، جو ہود کی قوم تھی'' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر برائی کے قریب اور ہر بھلائی سے دور کر دیا تھا۔

(6)مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم عاد سے غایت درجہ غضب ناک تھا اور ان سے اس کی نفرت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ (تیسیر الرحمن:650/1)

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی

غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

معبود نہیں، اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں آباد کیا، چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو پھر اسی کی جانب رجوع کرو،

اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾

یقیناً میرا رب بہت قریب ہے، قبول کرنے والا ہے'' (61)

سوال: صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِلٰى ... مُّجِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا'' صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا گیا۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔

(2) قوم ثمود کا زمانہ قوم عاد کے بعد کا ہے۔ ثمود عاد ثانیہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان کی آبادیاں شام اور حجاز کے درمیان وادی القریٰ اور اس کے نواح میں تھیں۔ (3) جب نبی ﷺ 9ھ میں تبوک تشریف لے جا رہے تھے تو ان کی آبادیوں اور مکانوں کے کھنڈرات سے گزرے تھے۔ (مختصر ابن کثیر:600/1)

(4)﴿اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ ''ان کے بھائی صالح کو بھیجا'' یعنی ثمود کی طرف ان کی قوم کے ایک شخص صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو ان کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔

(5) صالح علیہ السلام ہود علیہ السلام کے سو سال کے بعد مبعوث ہوئے تھے اور دو سو اسی (280) سال زندگی پائی تھی۔ (تیسیر الرحمن)

(6)﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''اس نے کہا: اے میری قوم: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' سیدنا صالح علیہ السلام نے بھی سیدنا ہود علیہ السلام کی طرح اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی کہ اسی کو ایک مانو، اسی کے لئے دین کو خالص کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) شیخ صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ عقیدہ واسطیہ کی شرح میں لکھتے ہیں ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے پیدا کئے گئے، ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہے، تاکہ ہمارے دل محبت اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔

(8) سیدنا صالح علیہ السلام نے لوگوں کو زندگی کا مقصد پورا کرنے کی دعوت دی اور حق کی طرف بلایا۔

(9) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' یعنی اس نے تمہیں پیدا کیا، اسی نے زمین پر بسایا اس لئے اس کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو۔

(10) ﴿هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا'' یعنی اس نے تمہاری تخلیق کا آغاز زمین سے کیا یہ اس لئے کہا کیونکہ آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا گیا۔ (جامع البیان: 66/12)

(11) سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور جو قطرۂ منی انسان کی پیدائش کا ذریعہ ہے، اس کے اجزائے ترکیبی میں مٹی ہی بنیادی عنصر ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(12) ﴿وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ ''اور اس میں تمہیں آباد کیا'' یعنی تمہیں زمین میں آباد کیا، اور اسے آباد رکھنے کی تمہارے اندر صلاحیت ودیعت کی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(13) یعنی تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا، تمہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا، تمہیں زمین میں تمکن واقتدار عطا کیا، تم عمارتیں بناتے ہو، باغات لگاتے ہو اور کھیتیاں اگاتے ہو، جو چاہتے ہو کاشت کرتے ہو، اس سے منفعت حاصل کرتے ہو اور اسے اپنے مصالح اور مفاد میں استعمال کرتے ہو۔ جس طرح ان تمام امور میں اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی عبادت میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (تفسیر سعدی: 1209.1208/2)

(14) ﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ﴾ ''چنانچہ تم اس سے بخشش مانگو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور ان کی برائیوں سے معافی مانگو اور آئندہ عزم کرو کہ برائی نہ کروگے۔ (مختصر ابن کثیر: 843/1)

(15) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: ''اللہ عزوجل نے فرمایا: اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔'' (مسلم: 2572)

(16) یعنی تم سے کفر، شرک اور دیگر جو گناہ صادر ہوئے ان کی بخشش طلب کرو اور ان گناہوں کو چھوڑ دو۔

(17) ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ''پھر اسی کی جانب رجوع کرو'' یعنی خالص توبہ اور انابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ (تفسیر سعدی: 1209/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(18)﴿اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ﴾ ''یقینا میرا رب بہت قریب ہے، قبول کرنے والا ہے'' یعنی میرا رب اس کے قریب ہے جو عبادت کو اس لئے خالص کرے اور توبہ میں رغبت رکھے۔ (جامع البیان:66/12)

(19) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقینا میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔'' (البقرۃ:186)

(20) اللہ تعالیٰ قریب ہے وہی امیدوں کو پورا کرنے والا ہے۔ جو اس سے سوال کرے یا عبادت کے لئے پکارے وہ اس کے قریب ہے۔ (تفسیر سعدی:1209,1208/2)

﴿قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا

''انہوں نے کہا: ''اے صالح! اس سے پہلے تم پر امیدیں رکھی گئی تھیں، کیا تم ہمیں اس سے روکتے ہو کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی

یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ

عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ اور بلاشبہ یقینا ہم اس کے بارے میں ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں

اِلَیْهِ مُرِیْبٍ﴾

جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو'' (62)

سوال: ثمودیوں نے سیدنا صالح علیہ السلام کی اخلاص کی دعوت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا...هٰذَاۤ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' ثمودیوں نے سیدنا صالح علیہ السلام کی اخلاص کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور جواب دیتے ہوئے کہنے لگے۔ (2)﴿یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ﴾ ''اے صالح! اس سے پہلے تم پر امیدیں رکھی گئی تھیں'' اے صالح! ہم تو تم سے بہت امیدیں لگا بیٹھے تھے کہ تم ہمارے سردار ہو گے۔

(3) سیدنا صالح علیہ السلام اپنے علم، عقل مندی، ذہانت، سچائی، اور حسن تدبیر کے اعتبار سے ایک ایسی شخصیت تھے۔ جن سے قوم نے امیدیں وابستہ کر لی تھیں کہ ان کی صلاحیتیں قوم کے کام آئیں گی اور وہ قوم کے حق میں کارآمد ثابت ہوں گے۔ اور مروجہ دین کے مضبوط ستون ثابت ہوں گے۔

(4) یہ ان کی طرف سے ان کے نبی سیدنا صالح علیہ السلام کے حق میں ایک گواہی ہے کہ وہ مکارم اخلاق اور محاسن عادات میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معروف تھے اور وہ اپنی قوم میں بہترین شخص گردانے جاتے تھے۔ مگر جب وہ یہ دعوت توحید لے کر آئے جو ان کی فاسد خواہشات کے موافق نہ تھی تب انہوں نے یہ بات کہی۔ (تفسیر سعدی:1210/2)

(5) انہوں نے دراصل یہ اعلان کیا تھا کہ اب تم سے کسی بھلائی کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔

(6) ﴿اَتَنْهٰنَآ﴾ ''کیا تم ہمیں اس سے روکتے ہو'' کیا تم ہمیں ہمارے قدیم دین سے روکنا چاہتے ہو؟

(7) ﴿اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ ''کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟'' تم ہمیں اس بات سے روکنا چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کے دین پر چلیں۔ تم ہمارے بڑوں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتے کہ ہمیں نیا دین سکھاؤ اور ہم مان لیں۔

(8) وہ سیدنا صالح علیہ السلام کی عقل پر حیران تھے کہ ان کے آباؤ اجداد کو بے عقل کہتے ہیں انہیں یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ سیدنا صالح علیہ السلام کیسے انہیں ان ہستیوں کی عبادت سے روک سکتے ہیں جو نہ نفع دے سکتی ہیں، نہ نقصان۔ وہ کیسے یہ کہتے ہیں کہ مٹی، پتھر، لکڑی کے بت کام نہیں آ سکتے؟

(9) ﴿وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم اس کے بارے میں ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں'' قوم ثمود نے کہا کہ ہمارے دلوں کا اطمینان اٹھ گیا ہے، ہم قلق میں ہیں جو تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔

(10) ﴿مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ ''جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو'' صالح علیہ السلام انہیں دعوت دیتے تھے کہ عبادت کو اپنے رب کے لئے خالص کرو، وہ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے، تمہیں انعامات سے نوازتا ہے، تم اسی کا دیا کھاتے ہو، اسی کی زمین پر رہتے ہو پھر اسی کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ تمہیں جو بھی نعمت ملتی ہے اسی کی جانب سے اور جو تکلیف دور ہوتی ہے اسی کی جانب سے۔

(11) اس دعوت نے ان کے دلوں میں ایمان کی بجائے شبہات کو جنم دیا وہ کہتے تھے اگر ہم تمہاری دعوت کو صحیح سمجھتے تو فوراً ایمان لے آتے۔ وہ دعوت قبول کرنے کے بارے میں جھوٹ بولتے تھے۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ مِنْهُ

''اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی

رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ

طرف سے رحمت عطا کی ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو سوائے خسارہ پہنچانے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿غَيْرَ تَخْسِيْرٍ﴾

کے تم مجھے کیا زیادہ دو گے؟" (63)

سوال: سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کے جمود کو توڑنے کے لیے جو دل لگتے دلائل دیے، ان کی وضاحت ﴿قَالَ... تَخْسِيْرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ "اس نے کہا" سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کے جمود کو توڑنے کے لیے دل لگتے دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

(2) ﴿يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ "اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں" سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی دعوت کی دلیل پیش کی کہ میرے پاس میرے رب کی نشانی ہے مجھے اپنی رسالت پر مکمل یقین ہے اور میں رب کی طرف سے برہان اور دلیل پر ہوں۔

(3) ﴿وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً﴾ "اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہے" اس نے مجھے اپنی رحمت سے یعنی رسالت سے نوازا ہے۔ اگر میں نے تمہیں پیغام نہ پہنچایا تو میں اپنے رب کی نافرمانی کروں گا۔

(4) ﴿فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ﴾ "تو مجھے اللہ تعالیٰ سے کون بچائے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں" یہ بتاؤ کہ میں رب کی نہ مانوں اور تمہاری مان لوں تمہاری پیروی کروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ کون میری مدد کرے گا؟ کون میرے کام آئے گا؟

(5) ﴿فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ﴾ "تو سوائے خسارہ پہنچانے کے تم مجھے کیا زیادہ دو گے؟" تم خسارے اور ہلاکت کے سوا میرے لئے کسی چیز میں اضافہ نہیں کرو گے۔

(6) تم جو میری ہمت پست بنا رہے ہو اور چاہتے ہو کہ دعوت کا کام چھوڑ دوں، تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوگا کہ میں خائب و خاسر ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کے عقاب کا مستحق ہو جاؤں گا۔ (تیسیر الرحمن: 651)

(7) صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ دلائل دیے: (i) میں رب کی پہچان واضح طور پر اپنے اندر پاتا ہوں۔ (ii) رب کی رحمت سے میں سیدھے راستے پر چل رہا ہوں۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت سے نوازا ہے۔ اگر میں ان سارے حقائق کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون مدد دے گا۔ تم میرے کس کام آ سکتے ہو سوائے نقصان کے۔ میں اپنے انجام کی قیمت پر تمہارے کام نہیں آ سکتا۔ میں تمہاری اُمیدوں کا لحاظ رکھوں یا اپنی کامیابی کی فکر کر لوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا

''اور اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور

تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾

اسے برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا'' (64)

سوال: صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے اُونٹنی کے بارے میں کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿وَيٰقَوْمِ...قَرِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے اُونٹنی کے بارے میں کہا: ﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً﴾ ''اور اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے'' اے میری قوم! اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے رب العزت نے فرمایا:

﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴾ ''اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ان کو جھٹلا دیا تھا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا اور ہم خوف دلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل:59)

(2) یہ اونٹنی انہیں بصیرت کے لئے دی گئی تھی۔

(3) ﴿فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے'' اس اونٹنی کو چارہ کھلانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔ آپ اسے کھلا چھوڑ دو۔ کنویں سے ایک دن صرف اونٹنی پانی پیئے گی پھر سب لوگ اس کے تھنوں سے دودھ پئیں گے اور ایک دن باقی لوگوں کے پینے کا ہوگا۔

(4) ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''اور اسے برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا'' یعنی تم اونٹنی کو قتل کی نیت سے ہاتھ نہ لگانا۔

(5) ﴿فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ ''ورنہ تمہیں قریب کا عذاب پکڑ لے گا'' سیدنا صالح علیہ السلام نے اونٹنی کو تکلیف دینے یا قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید سنائی کہ وہ دور نہیں قریب سے آ پکڑے گا۔ اس لئے اونٹنی کو قتل نہ کرو۔

﴿فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ

''تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو صالح نے کہا: ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾

جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا" (65)

سوال: قوم ثمود نے اونٹنی کو قتل کر دیا اور سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم کو وارننگ دے دی، اس کی وضاحت ﴿فَعَقَرُوْهَا ... مَكْذُوْبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَقَرُوْهَا﴾ "تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں" قوم ثمود کے سب لوگ اونٹنی کو مار ڈالنے کے لئے متفق ہو گئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ "اس شہر میں نو جتھے دار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔" (النمل:48)

(2) شہر کے نو بڑے لوگوں نے قوم کو اپنا ہم نوا بنا لیا پھر سب سے بڑے بد بخت نے اونٹنی کو تیر مارا جو اس کی ٹانگ میں پیوست ہو گیا اس طرح وہ اونٹنی قتل کر دی گئی۔

(3) نبی ﷺ نے خطبے کے دوران اس قوم کا ذکر کیا جنہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "خدا کی قسم! بھیجی ہوئی اس اونٹنی کو ذبح کرنے والا قوم کا ایک بہت ہی باعزت آدمی (قیدار نامی) تھا جیسے ہمارے زمانے میں ابوزمعہ (اسود بن مطلب) ہے۔" (صحیح بخاری:3377)

(4) سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ بد بخت کون ہے؟" انہوں نے کہا: جی ہاں! فرمایئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: "دو شخص ہیں۔ ایک تو ثمود کا سرخ فام آدمی جس نے اونٹنی کو قتل کیا تھا، اور ایک وہ جو تجھے، اے علی! اس جگہ (یعنی سر پر) ضرب لگائے گا جس سے یہ (یعنی داڑھی) تر ہو جائے گی۔" (سلسلہ احادیث صحیحہ:1888)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ "چنانچہ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے، اور انہوں نے کہا: "اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔" (سورہ الاعراف:77)

(6) ﴿فَقَالَ﴾ "تو صالح نے کہا" جب اونٹنی کے قتل کی اطلاع سیدنا صالح علیہ السلام کو ملی تو وہ دوڑتے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئے جو ایک جگہ جمع تھے وہ اونٹنی کو دیکھ کر رو دیے اور انہوں نے قوم کو وارننگ دیتے ہوئے فرمایا۔

(7) ﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ "تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا'' وہ بدھ کا دن تھا جس روز یہ ہولناک واقعہ پیش آیا۔ سیدنا صالح علیہ السلام نے اس کے بارے میں یقین دلایا کہ یہ ایسا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ

''چنانچہ جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے صالح کو نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے،

يَوْمِئِذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾

اور اس دن کی رسوائی سے بھی، یقیناً آپ کا رب بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے'' (66)

سوال: عذاب آنے پر سیدنا صالح علیہ السلام اور اہل ایمان کو بچا لیا گیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... الْعَزِيْزُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''چنانچہ جب ہمارا حکم آ گیا'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے واقع ہونے کا وقت آ گیا۔

(2) ﴿نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا﴾ ''تو ہم نے اپنی رحمت سے صالح کو نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے'' یعنی جب قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور فضل سے سیدنا صالح علیہ السلام اور اہل ایمان کو بچا لیا۔

(3) ﴿وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ﴾ ''اور اس دن کی رسوائی سے بھی'' یعنی اس دن کے عذاب اور رسوائی سے بچا لیا۔

(4) ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ﴾ ''یقیناً آپ کا رب بے حد قوت والا ہے'' بے شک تیرے رب کی پکڑ ایسی ہے جب وہ کسی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو ایسے ہلاک کر دیتا ہے جیسے ثمود کو ہلاک کیا۔ یہ اس کی قوت کی دلیل ہے کہ وہ سرکش قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔

(5) ﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''سب پر غالب ہے'' اس کے غلبے کی دلیل ہے کہ وہ انبیاء اور مرسلین کو بچا کر سرکشوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔'' (67)

سوال 1: ظلم کرنے والوں کو کیسے ہلاک کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾"اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا"
(i)ظلم کرنے والوں سے ذلت کے ساتھ زندگی چھینی گئی۔(ii)ایک سخت آواز کی وجہ سے ہر ایک کو وہیں موت کے گھاٹ ذلت کے ساتھ اُتار دیا گیا جہاں وہ تھے۔

(2)یعنی جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرایا اور اس کی آیات کو جھٹلایا انہیں چنگھاڑ نے آ پکڑا جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گئے۔(ایسر التفاسیر:650)

سوال2:عذاب کی وجہ سے قوم ثمود کی جو حالت ہوئی،اس کی وضاحت ﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾"تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔"
(i)عذاب کی وجہ سے قوم ثمود اپنے گھروں میں اُوندھے پڑے رہ گئے۔(ii)بڑی تیزی کے ساتھ اُن کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔(2)ابن زید نے کہا کہ وہ اپنے گھروں میں مردہ پڑے تھے۔(ابن ابی حاتم)

(3)یعنی وہ اپنے چہروں اور گھٹنوں کے بل ساقط پڑے تھے۔

(4)اگرچہ ان میں سے صرف ایک شخص نے اونٹنی کو زخمی کیا تھا لیکن اسے چونکہ سب کی رضامندی اور تائید حاصل تھی اس لئے سبھی کو اس جرم کا مرتکب قرار دیا گیا۔(اشرف الحواشی:275/1)

﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ﴾

"گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے۔سن لو!بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا،سن لو!دوری ہے ثمود کے لیے"(68)

سوال:قوم ثمود کو جو چارج شیٹ دی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿كَاَنْ لَّمْ ... لِّثَمُوْدَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت کریمہ میں قوم ثمود کو چارج شیٹ دیتے ہوئے واضح کیا گیا کہ انہوں نے کفر کیا اس لیے ان کے لیے ہلاکت ہے۔رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا:

(2)﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾"گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے"گویا کہ وہ اپنی بستیوں میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے گویا کہ انہوں نے کسی دن بھی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔

(3)اور ان کی بستیاں ایسی ویران وسنسان ہو گئیں کہ جیسے پہلے سے وہاں کوئی رہتا ہی نہ تھا۔(تیسیر الرحمٰن)

(4)یہ منظر زندگی اور موت کے درمیان کا منظر ہے جو تیزی کے ساتھ گزر جاتا ہے انسان محسوس کرتا ہے گویا زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خواب وخیال ہے انسان کو اپنی زندگی مختصر لگنے لگتی ہے۔

(5)﴿اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ﴾ ''سن لو! بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا'' ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا تو عذاب کے مستحق ہو گئے۔ (الاساس فی التفسیر)

(6) ثمودیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے واضح نشانیاں آئیں مگر انہوں نے انکار کر دیا تو ان پر ایسا عذاب آیا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا ہمیشہ رہے گا۔ (7)﴿اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ﴾ ''سن لو! دوری ہے ثمود کے لیے'' یعنی ہلاکت ہے ثمودیوں کے لئے۔

(8) یہ آیت خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم عاد کی طرح قوم ثمود سے بھی غایت درجہ غضب ناک تھا، اور ان سے اس کی نفرت انتہاء کو پہنچ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے ان پر لعنت و بربادی مسلط کر دی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تمہیں ان لوگوں کی بستی سے گزرنا پڑے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو روتے ہوئے گزرو کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ آ پکڑے جس میں یہ ظالم لوگ گرفتار کیے گئے تھے۔'' (صحیح بخاری: 3381)

(10) رسول ﷺ نے جب ثمود کی بستی میں غزوہ تبوک کے لیے جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا: ''یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ پینا اور نہ اپنے برتنوں میں ساتھ لینا صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے تو اس سے اپنا آٹا بھی گوندلیا ہے اور پانی بھی اپنے برتنوں میں رکھ لیا ہے رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ گوندھا ہوا آٹا پھینک دیا جائے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جس نے آٹا اس پانی سے گوندلیا ہو وہ اسے پھینک دے۔'' (صحیح بخاری: 3378)

(11) کتنے بدبخت تھے ثمود! یا اللہ ہم تیرے عذاب سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا

''اور بلاشبہ یقیناً ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوش خبری کے ساتھ آئے، انہوں نے کہا سلام ہے، اس نے کہا سلام ہے،

لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴾

پھر اس نے دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔'' (69)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد کے واقعے کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... حَنِيْذٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے فرشتے آئے'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے انسانی شکل میں آئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''ابراہیم کے پاس'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب وہ فلسطین میں قیام پذیر تھے۔

(3)﴿بِالْبُشْرٰى﴾ ''خوش خبری کے ساتھ'' یعنی بیٹے کی خوش خبری کے ساتھ۔

(4)فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوش خبری دینے کے لیے آئے۔

(5)یہ خوش خبری سیدنا اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تھی۔(ایسر التفاسیر:651)

(6)﴿قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ﴾ ''انہوں نے کہا سلام ہے، اس نے کہا سلام ہے'' یعنی فرشتوں نے جناب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔اس آیت مقدسہ میں سلام کرنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملت ابراہیمی میں کلام کرنے سے پہلے سلام کا طریقہ ہمیشہ سے رہا ہے اور مناسب یہ ہے کہ سلام کا جواب سلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہو، کیونکہ ان کا سلام جملہ فعلیہ کے ذریعے سے تجدد پر دلالت کرتا ہے اور جملہ اسمیہ کے ذریعے سے ان کے سلام کا جواب ثبات اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ عربی زبان کے علم میں معروف ہے۔(تفسیر سعدی:1213/2)

(7)اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔(النور:61)

(8)فرمان الٰہی ہے:﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ ''اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دعا دو یا اتنا ہی لوٹا کر دو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔''(النساء:86)

(9)﴿فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴾ ''پھر اس نے دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا'' جب فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انھوں نے ان کی مہمان نوازی میں تاخیر نہیں کی۔

(10)﴿اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴾ ''ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے اس لیے انھوں نے فوراً موٹا تازہ اور گرم پتھر پر بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طرز عمل سے مہمان نوازی کے بارے میں کیا راہ نمائی ملتی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طرز عمل سے ہمیں یہ راہ نمائی ملتی ہے: (1) مہمان نوازی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے پینے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا رکھے، پھر اگر صاحب وسعت ہے تو مزید مہمانی کا انتظام بعد میں کرے۔ (قرطبی) (2) مہمان کے لئے بہت زیادہ تکلفات کی فکر میں نہ پڑے۔ (3) آنے والوں کی مہمانی کرنا آداب اسلام اور مکارم اخلاق میں سے ہے۔ انبیاء وصلحاء کی عادت ہے۔ (معارف القرآن: 649,648/4)

﴿فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ

"تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو انہیں اجنبی جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا، انہوں نے کہا: "ڈرو

اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾

نہیں بلاشبہ ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے" (70)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے خوف کیوں محسوس کیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... خِیْفَةً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ﴾ "تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے خوف اس لیے محسوس کیا کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ کھانا کے لیے ہاتھ نہیں بڑھا رہے۔ دیہاتی لوگ کھانا کھانے کے بعد گھر والوں سے برائی کرنے سے باز رہتے تھے۔ جب مہمانوں نے کھانا نہ کھایا تو سیدنا ابراہیم کو علیہ السلام خوف لاحق ہوا کہ شاید دشمنی کا ارادہ ہے۔

(2) ﴿نَكِرَهُمْ﴾ "انہیں اجنبی جانا" نَكِرَهُمْ اور انكرهم اور استنكرهم سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی ان کو پردیسی سمجھا۔ (بخاری کتاب التفسیر) (3) ﴿وَاَوْجَسَ﴾ "محسوس کیا" یعنی انھیں ان سے خوف محسوس ہونے لگا۔

(4) ﴿مِنْهُمْ خِیْفَةً﴾ "ان سے ایک قسم کا خوف" ابراہیم علیہ السلام دل میں ان سے ڈرے اور خیال کیا کہ کہیں برے ارادے سے تو نہیں آئے۔

(5) فرشتے چونکہ قوم لوط کو تباہ کرنے کی غرض سے آئے تھے اس لیے ان کے چہروں پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ (تیسیر القرآن: 359/2) (6) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خوف فرشتوں کی اصلیت کے بارے میں جاننے سے پہلے کا تھا۔

سوال 2: فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خوف دور کرنے کے لیے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لُوْطٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''انہوں نے کہا''فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خوف دور کرنے کے لیے جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿لَا تَخَفْ﴾''ڈرو نہیں''یعنی آپ ہم سے خوف نہ کھائیں ہم تو فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

(3)﴿اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾''بلاشبہ ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے''اللہ تعالیٰ نے ہمیں قوم لوط کے جرائم کی وجہ سے ان کی ہلاکت کے لیے بھیجا ہے۔(ایسر التفاسیر:651)

(4)سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔(ایسر التفاسیر:651)

﴿وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾

''اور اس کی بیوی کھڑی تھی،سو وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی''(71)

سوال:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جو خوش خبری دی گئی،اس کی وضاحت ﴿وَامْرَاَتُهٗ...يَعْقُوْبَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)سیدہ سارہ علیہا السلام کو خوش خبری دی گئی کہ ان کے ہاں اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے اور ان سے آگے نسل کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔

(2)﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾''اور اس کی بیوی''یعنی سیدہ سارہ بنت ہارون علیہا السلام جو کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھیں۔(جامع البیان)

(3)﴿قَآئِمَةٌ﴾''کھڑی تھی''وہ پردے کے پیچھے کھڑی تھیں اور فرشتوں اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بات چیت سن رہی تھیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کی خدمت کے لیے کھڑی تھیں جب کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تھے۔(جامع البیان)

(4)سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی،دونوں ہی مہمانوں کی خدمت میں لگے ہوئے تھے،ابراہیم بیٹھے تھے اور سارہ کھڑی تھی۔کھانے کی چیزیں مہمانوں کے آگے لا کر رکھ رہی تھیں۔(تیسیر الرحمن:653/1)

(5)﴿فَضَحِكَتْ﴾''وہ ہنس پڑی''وہ خوشی اور حیرت سے ہنس پڑیں کہ جنہیں انسان سمجھا وہ فرشتے نکلے۔

(6)سیدہ سارہ اس بات سے خوش ہوئیں کہ فرشتے کسی سزا کی نیت سے ان کے پاس نہیں آئے۔

(7)﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾''تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی''یہ خوش خبری سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بجائے سیدہ سارہ کو اس لئے دی گئی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں تو ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری بیوی سیدہ ہاجرہ سے سیدنا اسمٰعیل پیدا ہو چکے تھے لیکن سیدہ سارہ ابھی تک بے اولاد تھیں۔(اشرف الحواشی:276/1)

(8)اس سال سیدہ سارہ کی عمر نوے 90 تھی اور ایک قول کے مطابق ننانوے 99 سال تھی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک سو 100 یا ایک سو بیس 120 سال کے تھے۔(تیسیر الرحمن)

﴿قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا

''اس نے کہا: ''ہائے میری بربادی! کیا میں جنم دوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں بلاشبہ یہ

لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾

یقیناً بڑی عجیب چیز ہے''(72)

سوال: سیدہ سارہ علیہا السلام نے اولاد کی خوش خبری سن کر تعجب کا اظہار کیسے کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَتْ... عَجِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَتْ﴾ ''اس نے کہا'' سیدہ سارہ علیہا السلام نے اولاد کی بشارت سن کر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰوَيْلَتٰى﴾ ''ہائے میری بربادی''

(2)﴿ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ﴾ ''کیا میں جنم دوں گی اور میں بڑھیا ہوں'' یعنی میرے ہاں اولاد کیسے ہوگی جب کہ میں بڑھیا ہوں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾

''تو اس کی بیوی حیرت میں آگے بڑھی پس اس نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا: ''بانجھ بڑھیا ہوں۔''(الذاریات:29)

(3)﴿وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا﴾ ''یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں'' وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگیں کہ یہ دوسرا امر ہے جو بظاہر اولاد کے لیے رکاوٹ ہے کہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔(ایسر التفاسیر:65)

(4)﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہی'' یعنی بوڑھے میاں بیوی کے ہاں اولاد کا ہونا بڑی عجیب بات ہے۔

﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ

''انہوں نے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟'' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! یقیناً وہ

اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے''(73)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: فرشتوں نے سیدہ سارہ علیہا السلام کی حیرت واستعجاب دیکھ کر جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ... مَّجِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' فرشتوں نے سارہ کی حیرت واستعجاب دیکھ کر کہا۔

(2)﴿اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟'' تم تو نبی کی بیوی ہو، تم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو پھر یہ تعجب کیسا؟ اللہ تعالیٰ کا یہی فیصلہ اور یہی حکم ہے۔ تم لوگ نبی کے گھرانے والے ہو، تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ (تیسیر الرحمن)

(3) عام طور پر پیش آنے والے واقعات ایک عادت کے حکم کے مطابق چل رہے ہوتے ہیں جس پر کوئی تعجب نہیں کرتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ روٹین کے معاملات اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں تبدیلی نہیں آسکتی اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق حکم بدل سکتا ہے اس لئے تعجب کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔'' (یٰس:82)

(5) اللہ تعالیٰ اسباب کا نظام بنانے والا، طریقوں کا خالق وہ جو چاہے، جب چاہے، جیسے چاہے کر سکتا ہے وہ عظیم ہے، وہ کریم ہے، وہ رب رحیم ہے۔

(6)﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو!'' فرشتوں نے کہا اے نبی کے گھر والو تم پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں تمہیں تو اس کے حکم پر تعجب نہیں کرنا چاہیے اگرچہ اولاد ہونے کے دور میں اولاد نہیں ہوئی مگر اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے اور تم لوگوں پر اس کی رحمتیں اور برکتیں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے وہ تمہیں اس عمر میں بیٹا دے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی خیر اور بھلائی میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے گا۔

(7)﴿اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''یقیناً وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ صفات حمیدہ کا مالک ہے، اس کی تمام صفات، صفات کمال ہیں۔ اس کے تمام افعال قابل تعریف ہیں، کیونکہ اس کے تمام افعال احسان، جود، بھلائی، حکمت اور عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔ (مجید) اور (مجد) سے مراد اس کی صفات کی عظمت اور وسعت ہے وہ صفات کمال کا مالک ہے، اس کی ہر صفت کامل، تام اور عام ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1214)

(8)﴿مَّجِيْدٌ﴾ حمید فعیل کے وزن پر ہے بہ معنی محمود میں سراہا گیا اور مجید ماجد کے معنی میں ہے۔ (یعنی کرم کرنے والا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(بخاری کتاب التفسیر)(9) اللہ تعالیٰ حمید ہے جو افعال میں تعریف کا حق دار ہے وہ مجید ہے اپنی ذات وصفات میں بزرگ ہے۔

(10) سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے: کیوں نہ میں تمہیں ایک تحفہ پہنچادوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! مجھے ضرور ہدیہ دیجئے۔ کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھادیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح رحمت فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر رحمت فرمائی۔ تعریف اور بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ یا اللہ! محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر اسی طرح برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی۔ تو بزرگ ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔'' (بخاری:3370، مسلم:908)

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ﴾

''پھر جب ابراہیم سے گھبراہٹ دور ہوگئی اور اس کے پاس خوش خبری آگئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا'' (74)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خوف دور ہونے کے بعد کیا کیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... لُوْطٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ﴾ ''پھر جب ابراہیم سے گھبراہٹ دور ہوگئی'' جب فرشتوں کے بارے میں پتا چلا اور بیٹے کی بشارت ملی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا خوف جاتا رہا جو فرشتوں کی آمد کے حوالے سے انھیں لاحق ہوا۔ ﴿وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى﴾ ''اور اس کے پاس خوش خبری آگئی'' فرشتے بیٹے کی ولادت کی خوش خبری کے ساتھ قوم لوط کی ہلاکت کی خوش خبری بھی لے کر آئے تھے۔ (ایسر التفاسیر:65)

(2) ﴿يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ﴾ ''تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا'' قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام جھگڑنے لگے کیونکہ ان کے دل میں مومنوں کے بارے میں دھڑکا تھا۔

(3) اس کا تذکرہ ایک اور مقام پر ملتا ہے۔ ﴿قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۡ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''اس میں لوط بھی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم زیادہ جاننے والے ہیں کہ اس میں کون ہے؟ ہم یقیناً ضرور اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر اس کی بیوی جو پیچھے رہنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں میں سے ہے۔'' (العنکبوت:32)

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ﴾

''یقیناابراہیم نہایت بردبار، بہت آہ وزاری کرنے والا، رجوع کرنے والا تھا'' (75)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفات کی وضاحت ﴿اِنَّ...مُّنِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفات جمیلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ﴾ ''یقیناابراہیم نہایت بردبار'' سیدنا ابرہیم علیہ السلام بردبار، کشادہ دل اور نرم دل تھے اس لیے انہوں نے قوم لوط پر عذاب کے بارے میں جھگڑا کیا تھا۔ (تفسیر مراغی:4/333)

(3) حلیم وہ ہوتا ہے جو برائی کرنے والے سے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا۔

(4) سیدنا ابراہیم علیہ السلام جہالت برتنے والوں پر غصے کا شکار نہیں ہوتے تھے۔

(5) ﴿اَوَّاهٌ﴾ ''بہت آہ وزاری کرنے والا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام برائی کرنے والوں اور دکھ دینے والوں پر آہیں بھرنے والے تھے۔ (تفسیر مراغی:4/333)

(6) جب ابراہیم علیہ السلام برائی دیکھتے یا سنتے تو کثرت سے آہ وزاری کرتے تھے۔ (ایسر التفاسیر:653,652)

(7) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہر وقت آہ وزاری کرتے تھے۔

(8) ﴿مُّنِيْبٌ﴾ ''رجوع کرنے والا تھا'' وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (تفسیر مراغی:4/333)

(9) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: منیب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بڑھنے والا ہو۔ (ابن ابی حاتم:20596)

(10) یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کی طرف توجہ کے ساتھ اور ہر ماسوا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اسی لیے وہ ان لوگوں کی طرف سے جھگڑ رہے تھے جن کی ہلاکت کا اللہ تعالیٰ نے حتمی فیصلہ کر دیا تھا۔ (تفسیر سعدی:2/1215)

﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ

''اے ابراہیم! اس سے منہ موڑ لو، حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ تمہارے رب کا حکم آ گیا ہے اور یقیناان پر

عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾

وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں ہے'' (76)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: قوم لوط علیہ السلام کے بارے میں سیدنا ابرہیم علیہ السلام سے کیا کہا گیا، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ... مَرْدُوْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ ''اے ابراہیم! اس سے منہ موڑ لو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ اس جھگڑے کو چھوڑ دیں۔

(2) جب کوئی شخص اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے تو اس کے اندر معافی مانگنے کا جذبہ ابھرتا ہے پھر وہ دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ قوم لوط کے اندر یہ جذبہ نہیں ابھرا تھا اس لیے سیدنا نوح علیہ السلام کی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بھی یہ دعا قبول نہ کی گئی۔ کسی کی دعا دوسرے کے حق میں تب قبول ہوتی ہے جب وہ خود بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہو۔

(3) ﴿اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ تمہارے رب کا حکم آ گیا ہے'' یعنی قوم کی ہلاکت کا، عذاب کا فیصلہ ہو چکا۔

(4) ﴿وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ ''اور یقیناً ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں ہے'' یعنی تمہارے جھگڑنے کا فائدہ نہیں، عذاب کو بھیجنا لازم ہو چکا، وہ گناہ گاروں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔'' (سورہ ق:29)

﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ

''اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی آمد سے گھبرایا اور ان کے آنے سے تنگ دل ہوا اور اس نے کہا کہ

هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ﴾

یہ بڑی مصیبت کا دن ہے'' (77)

سوال: فرشتے خوب صورت لڑکوں کی صورت میں سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس آئے، واقعے کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... عَصِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا﴾ ''اور جب ہمارے فرشتے آئے'' اور وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مہمان تھے۔ (ایسر التفاسیر:653) (2) فرشتے خوب صورت لڑکوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کے گھر آئے تاکہ قوم لوط کا امتحان لیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿لُوْطًا﴾ ''لوط کے پاس'' سیدنا لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔قوم لوط علیہ السلام اردن کے شہروں عموریہ اور سدوم میں مقیم تھی۔

(4)﴿سِیْٓءَ بِهِمْ﴾ ''تو وہ ان کی آمد سے گھبرایا'' یعنی اپنی قوم سے وہ بدگمان ہوا۔(بخاری کتاب التفسیر)

(5)﴿وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا﴾ ''اور ان کے آنے سے تنگ دل ہوا'' سیدنا لوط علیہ السلام مہمان کو دیکھ کر گھبرائے اور دل میں کڑھنے لگے۔

(6)فرشتے نوجوان لڑکوں کی صورت میں آئے تھے اور ان کی قوم فطری بگاڑ کا شکار تھی وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوانی تعلقات قائم کرتے تھے۔سیدنا لوط علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ ان کی قوم خوب صورت مہمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔

(7)سیدنا لوط علیہ السلام سوچنے لگے کہ اگر پاس رکھوں تو قوم بداخلاقی سے نہیں رک سکتی اور اگر نہ رکھوں تو یہ ان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔(8)﴿وَقَالَ﴾ ''اور اس نے کہا کہ'' سیدنا لوط علیہ السلام نے کہا۔

(9)﴿هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ﴾ ''یہ بڑی مصیبت کا دن ہے'' سیدنا لوط علیہ السلام جانتے تھے کہ قوم کی فطری گندگی انہیں جس سطح پر لے آئی ہے اس سے مہمان بچ نہیں پائیں گے اس طرح بے حد شرمندہ ہونا پڑے گا اس لیے انہوں نے کہا یہ بڑی مصیبت کا دن ہے۔(10)سیدنا لوط علیہ السلام جانتے تھے کہ قوم قوی ہے،ان سے ٹکر لینے کی ہمت نہیں لیکن انہوں نے سوچا کچھ بھی کر لیں اپنی بات سے باز نہیں آئیں گا۔

﴿وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

''اور اس کی قوم کے لوگ بے اختیار اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے اور وہ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے لوط نے کہا:

قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ

''اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں،یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں چنانچہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میرے مہمانوں میں مجھے

اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ﴾

رسوا نہ کرو،کیا تم میں کوئی عقل مند آدمی نہیں ہے؟''(78)

سوال1:سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ بے اختیار دوڑے چلے آئے،واقعے کی وضاحت ﴿وَجَآءَهٗ...السَّيِّاٰتِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ﴾ ''اوراس کی قوم کے لوگ بے اختیاراس کی طرف دوڑتے ہوئے آئے'' جوان لڑکوں کی آمد کی خبر ملتے ہی قوم کے لوگ بھاگ کر بے تحاشا دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تا کہ ان سے برا کام کریں۔(2)''ھرع'' کہتے ہیں بخار کی حالت میں کانپنا۔قوم کے لوگوں کی لڑکوں کو دیکھ کر کیسی کیفیت ہوئی اس کے اظہار کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوئے کہ وہ ایسے دوڑے جیسے بخار میں مبتلا کانپتا ہوا شخص بھاگتا ہے۔

(3)﴿وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور وہ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے'' سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم ایسی بدکاری کرتی تھی جوان سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کی تھی۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''یقینا کیا تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو؟'' تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا:''اگر تم واقعی سچوں میں سے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔'' (العنکبوت:29)

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی بداخلاق قوم کی فطرت سلیمہ کو کیسے اپیل کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... رَّشِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''لوط نے کہا'' سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی بداخلاق قوم کی فطرت سلیمہ کو اپیل کرنے کے لیے کہا:

(2)﴿يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ﴾ ''اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں'' یعنی میری یہ بیٹیاں تمہارے لئے میرے مہمانوں سے زیادہ پاک ہیں۔جناب لوط علیہ السلام کا یہ قول اسی طرح ہے جس طرح سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تحقیق حق کی خاطر ان دونوں عورتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ متنازع فیہ بچے کو دو ٹکڑوں میں برابر کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دیا جائے، کیونکہ انہیں علم تھا کہ ان کی بیٹیاں ان کا مقصد نہ تھیں اور نہ ان میں ان کا کوئی حق تھا۔اس سے جناب لوط علیہ السلام کا سب سے بڑا مقصد اس بڑی بدکاری کو روکنا تھا۔(تفسیر سعدی:2/1215)

(3)سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عورتیں پیدا کی ہیں۔قوم کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں۔تم اپنی اپنی بیویوں سے اپنی حاجت روائی کرو اس سے تمہیں دنیا و آخرت میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/848)

(4)﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''چنانچہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے بچ جاؤ۔

(5)﴿وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ﴾ ''اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو'' یعنی میرے مہمانوں کے بارے میں میرا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لحاظ رکھو اور مجھے ان کے سامنے رسوا نہ کرو۔ (تفسیر سعدی:2/1215,1216)

(6)﴿اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ﴾ ''کیا تم میں کوئی عقل مند آدمی نہیں ہے؟'' یعنی ایسا شخص جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ (ایسر التفاسیر:653) (7) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قوم لوط ہدایت سے بالکل خالی تھی۔

﴿قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ

''انہوں نے کہا: ''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور بے شک تم جانتے ہو کہ

لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ﴾

ہم کیا ارادہ رکھتے ہیں؟'' (79)

سوال: قوم لوط نے اپنے نبی کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... نُرِيْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' قوم لوط علیہ السلام نے اپنے نبی کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ﴾ ''بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ تمہاری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں'' یہ قوم کی طرف سے اس امر کا اظہار تھا کہ ہم عورتیں نہیں چاہتے ان الفاظ سے انہوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

(3) ان کے اس جواب سے ان کی خباثت کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ کیوں ان کو اس عذاب کا مستحق سمجھا گیا جو ان کے علاوہ اور کسی قوم پر نازل نہیں کیا گیا۔ (اشرف الحواشی:1/277)

(4)﴿وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ﴾ ''اور بے شک تم جانتے ہو کہ ہم کیا ارادہ رکھتے ہیں؟'' قوم لوط نے ان الفاظ سے بے حیائی کے ساتھ مطالبہ شروع کیا کہ لڑکے ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔

(5) یعنی ہم صرف مردوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے ہیں اور عورتوں میں ہمیں کوئی رغبت نہیں۔ پس سیدنا لوط علیہ السلام کو شدید قلق ہوا۔ (تفسیر سعدی:2/1216)

﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾

''لوط نے کہا: ''کاش واقعتاً تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا!'' (80)

سوال: سیدنا لوط علیہ السلام نے قوت کی تمنا کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... شَدِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''لوط نے کہا'' سیدنا لوط علیہ السلام نے فرمایا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ﴾ ''کاش واقعتاً تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا!'' کاش میرے پاس تمہارے مقابلے کے لیے مددگار ہوتے، میں طاقت ور ہوتا تو تمہیں سبق سکھا کر رہتا۔

(3)﴿اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ﴾ ''یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا!'' یعنی میرا قبیلہ مضبوط ہوتا یا بااثر ہوتا تو میں تمہیں مزہ چکھائے بغیر نہ رہتا۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا لوط علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ وہ مضبوط سہارے کو پکڑنا چاہتے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ کا سہارا اختیار کیے ہوئے تھے)، جب انہوں نے کہا: ﴿لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِیْدٍ﴾ (ھود:80) ''تو ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اپنی قوم کے صاحب حیثیت لوگوں میں سے معبوث فرمایا۔'' (بخاری:3372) حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا لوط علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجے گئے فرشتوں کا سہارا حاصل تھا، جس کی انہیں ابتداء میں خبر نہیں تھی۔ (تیسیر الرحمن)

(5) حقیقت یہ ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام سب سے محفوظ سہارا لیے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ، جس کی قوت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

﴿ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْۤا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ

''انہوں نے کہا کہ اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں وہ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے، چنانچہ اپنے گھر والوں کو رات

وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ

کے کسی حصے میں لے کر نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی ایک پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی کہ بلاشبہ اس تک وہی کچھ پہنچنے والا

اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ﴾

ہے، جو ان تک پہنچے گا ان کے وعدے کا یقینی وقت صبح کا ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے؟'' (81)

سوال: فرشتوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کو حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ وہ عذاب لے کر آئے ہیں، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... بِقَرِیْبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' فرشتوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کو حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ﴾ ''اے لوط! ہم آپ کے رب کے فرشتے ہیں'' فرشتوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کو آگاہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کر دیا کہ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں ہم آسمان سے عذاب لے کر آئے ہیں۔

(3)﴿لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ﴾ ''وہ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے'' یعنی وہ آپ کی طرف پہنچ نہیں پائیں گے۔

(4) پھر سیدنا جبریل علیہ السلام نے اپنا پر ہلایا اور ان کو اندھا کر دیا اور وہ سیدنا لوط علیہ السلام کو صبح آنے کی دھمکی دیتے ہوئے چلے گئے۔ (تفسیر سعدی:2/1216)

(5)﴿فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ﴾ ''چنانچہ اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر نکل جاؤ'' اسریٰ عربی زبان میں رات کے سفر کو کہتے ہیں۔ ﴿بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ﴾ کا مطلب ہے رات کے کسی حصے میں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صبح ہونے سے قبل رات کو نکلنا پڑے گا۔

(6)﴿وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ﴾ ''اور تم میں سے کوئی ایک پیچھے مڑ کر نہ دیکھے'' یعنی اگر دل خراش چیخیں سنائی دیں تب بھی کوئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھے گا۔

(7)﴿اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ﴾ ''مگر تمہاری بیوی کہ بلاشبہ اس تک وہی کچھ پہنچنے والا ہے جو ان تک پہنچے گا'' یعنی آپ کی بیوی عذاب میں شریک ہوگی۔

(8) کیونکہ یہ عورت بھی اپنی قوم کے گناہ میں برابر کی شریک تھی۔ جب سیدنا لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آتے تو یہ ان کی آمد کے بارے میں کفار کو اطلاع دیا کرتی تھی۔ (تفسیر سعدی:2/1216)

(9) سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی وہ بھی ہلاک کر دی گئی بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ سیدنا لوط علیہ السلام کے ساتھ نکلی ہی نہ تھی جب پوری قوم پر عذاب آیا تو وہ بھی انہی میں ہلاک ہوگئی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ وہ ساتھ تو نکلی تھی لیکن جب اس نے عذاب آنے کی آہٹ سنی تو پیچھے مڑ کر دیکھنے لگی اور اپنی قوم کی ہلاکت کا یقین کرتے ہوئے یوں کہا: ''ہائے میری قوم! اس وقت اسے ایک پتھر آ کر لگا جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔'' (انوار البیان:3/52,53)

(10) اس ہلاکت میں یہ سبق ہے کہ اگر کوئی دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وفادار نہیں اور وہ قافلہ حق کے ساتھ کسی اور وجہ سے شامل ہو جائے تو وہ نجات نہیں پا سکتا کہیں نہ کہیں اس کی کمزوری ظاہر ہوگی اور وہ وہیں بیٹھ جائے گا اس لیے نیت کے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا وفادار رہنا ہے۔

(11)﴿اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ﴾ ''ان کے وعدے کا یقینی وقت صبح کا ہے'' یعنی ان پر عذاب کا جو وقت مقرر کیا گیا ہے وہ صبح صبح کا ہے۔ (12)﴿اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ﴾ ''کیا صبح قریب نہیں ہے؟'' یعنی صبح تو بہت ہی قریب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً

''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما

مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ﴾

پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے''(82)

سوال: قوم لوط پر آنے والے عذاب کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... مَّنْضُوْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا'' یعنی جب قوم پر عذاب کا وقت آن پہنچا۔(ایسر التفاسیر:654)

(2)﴿جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا﴾ ''ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا'' سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سیدنا جبریل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے پھر انہیں زمین پر الٹ دیا ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔(ابن کثیر:2/493)

(3)﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾ ''اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے'' یعنی ان پر ایسے پکے ہوئے پتھر برسائے گئے جو سخت حرارت والی آگ میں پکے ہوئے تھے۔

(4)﴿مَّنْضُوْدٍ﴾ ''جو تہ بہ تہ تھے'' یعنی ان پر تابڑ توڑ پتھر برسائے گئے جو بستی سے بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1216.1217)(5) مفسر مہایمی لکھتے ہیں کہ چونکہ ان کا عمل زانیوں کے عمل سے مشابہ تھا، اسی لیے ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔(تیسیر الرحمن)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم کسی کو پاؤ کہ وہ قوم لوط کا سا عمل کرتے ہیں تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' (سنن ابی داود:4462)

﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ ع 7 15 7

''آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں''(83)

سوال: پتھر نشان زدہ تھے، اس کی وضاحت ﴿مُّسَوَّمَةً ... بِبَعِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے'' یعنی ان پتھروں پر ہلاک ہونے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والوں کے نام کنندہ تھے۔ یہ پتھر صدوم کے باشندوں پر گرے تھے۔ ان میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکا۔ (2) ان پتھروں پر عذاب کی علامت تھی۔

(3) رب کی طرف سے پھینکے گئے پتھروں کو نشان زدہ کر کے چھوڑ دیا گیا وہ خودکار عمل سے بڑھتے رہے اور ضرورت کے مطابق کام کرتے رہے۔

(4) ﴿وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ ''اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں'' وہ بستیاں مکہ کے مشرکین سے کچھ زیادہ دور نہیں ہیں۔ جب وہ شام کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں تو ان بستیوں کے بھولے بسرے آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ انہیں دیکھ کے عبرت حاصل کریں کہ کہیں انہیں بھی قوم لوط کی طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ پکڑ لے۔ ان بستیوں کی جگہ اب کھارے پانی کا سمندر پایا جاتا ہے جسے 'بحر میت' کہتے ہے، اس لیے کہ اس کا پانی کوئی جاندار نہیں پی سکتا ہے، اسے 'بحیرۂ لوط' بھی کہتے ہیں۔ اور اس کے آس پاس کی زمین بنجر ہے جو کچھ بھی نہیں اگاتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(5) ''اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں'' پورے واقعے کے بعد یہ الفاظ یقین دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سزا قریب ہے بالکل تیار ہے اللہ تعالیٰ کسی بھی وقت نازل کر دے گا۔

(6) یعنی جو لوگ قوم لوط کے فعل کی مشابہت کرتے ہیں، یہ بستی ان سے کچھ دور نہیں۔ پس بندوں کو ان جیسے کام کرنے سے بچنا چاہئے تا کہ ان پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔ (تفسیر سعدی: 1217/2)

(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم کسی کو پاؤ کہ وہ قوم لوط کا سا عمل کرتے ہیں تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' (ابوداؤد: 4462)

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا

غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ

کوئی معبود نہیں، اور ماپ اور تول میں کمی نہ کرو، بلاشبہ میں تمہیں اچھے حال میں دیکھتا ہوں اور یقیناً میں تم پر گھیر

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ﴾

لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (84)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِلٰى ... مُّحِيْطٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ ''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا'' سیدنا شعیب علیہ السلام کو مدین کی طرف بھیجا گیا۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔

(2) ﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ﴾ ''اور مدین کی طرف بھیجا'' یعنی مدین کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان ہے۔

(3) ﴿اَخَاهُمْ﴾ ''ان کے بھائی کو'' یعنی شعیب علیہ السلام ان کے نسبی بھائی تھے۔

(4) ﴿شُعَيْبًا﴾ ''شعیب کو'' جنہیں اللہ رب العزت نے نبی بنا کر ان کی طرف بھیجا تھا۔ وہ اونچے نسب والے تھے، چونکہ اسی قوم سے تھے اس لیے فرمایا ﴿اَخَاهُمْ﴾۔

(5) سیدنا شعیب علیہ السلام کو، قوم کے ساتھ ان کے حسن گفتگو کی بنا پر ''خطیب الانبیاء'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(6) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی رغبت دلائی اور کہا۔

(7) ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' یعنی اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور جو حکم وہ تمہیں دے جس سے روکے اس کے آگے اطاعت کے ساتھ بچھ جاؤ کیونکہ اس کے سوا کوئی تمہاری عبادت کا مستحق نہیں۔ (جامع البیان)

(8) ﴿وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ﴾ ''اور ماپ اور تول میں کمی نہ کرو'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت کی۔

(9) اہل مدین حجاز سے شام جانے والے تجارتی راستے پر تھے۔ وہ ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کا حق مارتے تھے اور لوگوں کو ان کی چیزوں کی قیمت کم دیتے تھے۔

(10) یہ کفر کے ساتھ ان کی دوسری بری صفت تھی۔ جب کسی سے کوئی چیز خریدتے تو بڑا پیمانہ اور بڑا سیر استعمال کرتے اور جب کوئی چیز بیچتے تو چھوٹا پیمانہ اور چھوٹا سیر استعمال کرتے۔ (تیسیر الرحمن)

(11) ﴿اِنِّيْ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ﴾ ''بلاشبہ میں تمہیں اچھے حال میں دیکھتا ہوں'' میں تمہیں خوش حال دیکھتا ہوں۔ تمہاری معاشی حالت اچھی ہے۔

(12) یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تم بے شمار نعمتوں، صحت اور کثرت مال واولاد سے بہرہ مند ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ عطا کر رکھا ہے اس پر اس کا شکر کرو اور کفران نعمت نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے یہ نعمتیں واپس لے لے۔ (تفسیر سعدی: 1218/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13)﴿وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ﴾ ''اور یقیناً میں تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' مجھے تمہارے بارے میں ڈر ہے کہیں تمہاری خوش حالی پر بدحالی کو مسلط نہ کر دیا جائے اور آخرت میں تمہیں دردناک عذاب اپنے گھیرے میں نہ لے لے۔اس سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہوسکتا ہے اور آخرت کا بھی۔

(14) رب العزت نے فرمایا:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۱) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (۲) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ﴾ ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں کم دیتے ہیں۔'' (المطففین:1-3)

(15) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب کوئی قوم تول اور ماپ میں چوری کرتی ہے تو ان پر قحط اترتا ہے اور سخت مصیبت پڑتی ہے اور بادشاہ وقت ان پر ظلم کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ:4019)

﴿وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

''اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ماپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾

گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد ی بن کر دنگا نہ کرو'' (85)

سوال: شعیب علیہ السلام کے وعظ ﴿وَيٰقَوْمِ ... مُفْسِدِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ ''اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ماپ اور تول کو پورا کرو'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے پہلی اپنی قوم کو ماپ اور تول میں کمی کرنے سے روکا پھر لین دین میں انصاف سے پورا ناپنے اور تولنے کا حکم دیا ہے۔

(2) یہاں تین صورتیں ممکن ہیں۔ایک تو یہ کہ عدل سے کام لیں پورا ناپیں اور پورا تولیں۔دوسرے اصل ناپ اور تول سے زیادہ دیں۔تیسرے ناپ اور تول کے معاملے میں انصاف سے کام لیں۔جیسے اپنے لیے چاہتے ہوں ویسا ہی دوسروں کو بھی دیں۔

(3)﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾ ''اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو'' یعنی ناپ میں کمی کر کے لوگوں کی چیزیں نہ چراؤ۔

(4) لوگوں کی چیزیں گھٹا کر دی جائیں تو معاشرے کے افراد کے اندر بداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔لوگ ایک دوسرے سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بدگمان ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔(5) لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے نہ دیا کرو۔

(6) ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ ''اور زمین میں فسادی بن کر دنگا نہ کرو'' سیدنا شعیب علیہ السلام لوگوں کو فتنہ و فساد اور بدامنی سے روکتے تھے کیونکہ وہ لوگ ڈکیتیاں کرنے کے عادی تھے اس لیے انہیں گناہوں پر، نافرمانیوں اور حرام کاموں پر جمے رہنے سے روکا۔ گناہوں کے برے اثرات کی وجہ سے کھیت اور نسلیں برباد ہو جاتی ہیں۔ دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔

(7) ''فساد'' میں ہر وہ عمل داخل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے (جیسے شرک باللہ کا ارتکاب کرنا، اور اس کی طرف غیروں کو بلانا، اور اللہ تعالیٰ کے دین سے لوگوں کو روکنا) یا بندوں کے حقوق پامال ہو رہے ہوں جیسے چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا اور ناپ تول میں کمی کرنا وغیرہ۔ (تیسیر الرحمن)

﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ﴾

''اللہ تعالیٰ کی بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں'' (86)

سوال: سیدنا شعیب علیہ السلام کی نصیحت ﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ ... بِحَفِيظٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی: ﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے'' ناحق لوگوں کا مال ہڑپ کرنے سے وہ نفع ہزار درجے بہتر ہے جو حق تعالیٰ تمہیں تجارت میں عطا فرمائے۔ اسی نفع میں خیر و برکت ہوتی ہے اور یہی حلال و طیب ہے۔ جس طرح عذاب سے بربادی اور تباہی آتی ہے، ٹھیک اسی طرح رحمت سے جان و مال کا بقاء و تحفظ ہوتا ہے۔ پورا پورا ناپ تول کر جو کچھ بچ جائے گا وہی باعث خیر و برکت ہے۔ بھلا کہیں برے اور بھلے میں بھی برابری ہو سکتی ہے۔ ﴿قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾ ''آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں اور اگرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے۔'' (المائدہ:100) (مختصر ابن کثیر:1/851)

(2) ﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ﴾ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بچت یعنی جائز ذرائع سے حاصل ہونے والی کمائی ہے۔ جائز ذریعے سے حاصل ہونے والا مال قیمتی اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

(3) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: تمہارے رب کی طرف سے تمہارا حصہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (ابن ابی حاتم)

(4) سیدنا حسن کا قول ہے: اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق تمہارے لیے بہتر ہے اس سے جو تم لوگوں کے رزق سے کمی کرتے ہو۔ (ابن ابی حاتم:6/2072)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اگر تم ایمان والے ہو'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں اور اس کے حلال و حرام کی تصدیق کرتے ہو۔(جامع البیان:109/11)

(6)بندے پر واجب ہے کہ وہ اس رزق پر قناعت کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے، چنانچہ وہ حرام کو چھوڑ کر حلال پر اور حرام ذرائع اکتساب کو چھوڑ کر حلال ذرائع پر قناعت کرے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے۔حلال ذرائع اکتساب میں جو برکت اور اضافہ ءرزق ہے، وہ دنیا کی حرص کی خاطر حرام اسباب کسب اختیار کرنے میں نہیں۔اس میں سراسر مال کا زوال اور برکت کی ضد ہے۔(تفسیر سعدی:1223/2)

(7)﴿وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴾ ''اور میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں'' میں تم پر نگران نہیں ہوں سے مراد یہ ہے کہ دین کو پہنچا دینا میری ذمہ داری ہے، ہدایت میری ذمہ داری نہیں۔

(8)یعنی میں تمہارے اعمال کا محافظ نہیں ہوں۔تمہارے اعمال کا نگران تو اللہ تعالیٰ ہے۔میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا دیتا ہوں جو میری طرف بھیجا جاتا ہے۔

﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

''انہوں نے کہا:''اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے

فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾

تھے؟ یا یہ کہ ہم اپنے اموال میں جو چاہیں کریں؟ بلاشبہ تو ہی نہایت بردبار، بڑا دانش مند ہے؟''(87)

سوال:قوم شعیب نے اپنے رسول کی دعوت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا...الرَّشِيْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ﴾ ''اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟'' سیدنا شعیب علیہ السلام کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اسی لیے کافروں نے ان کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے یہ بات کہی۔(تیسیر الرحمٰن)

(3)سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم دین دار ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔مگر انہوں نے دین داری کے ساتھ شرک اور معاشی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معاملات میں خرابیوں کو جمع کر دیا تھا۔ سیدنا شعیب علیہ السلام نے جب سچی دین داری کی دعوت دی تو انہوں نے یہ طعنہ دیا کہ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے اور یہ کہ اپنے مال میں ہم اپنی مرضی نہ کر سکیں۔

(4) یہ سوال گستاخی اور خودسری کا اظہار ہے۔ ہم اپنے عقل مند آباء واجداد کے طریقوں کو چھوڑ کر تیری بات کیسے مان لیں؟

(5) یہ بات انہوں نے اپنے نبی کا مذاق اڑاتے ہوئے اور ان کی دعوت کو رد کرتے ہوئے کہی کہ تو نماز پڑھ کر، اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کی پرستش ہمارے باپ دادا نے کی؟

(6) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیائے سابقین کی شریعت میں نماز مشروع تھی، نیز یہ کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ کفار کے نزدیک بھی نماز کی افضلیت اور نماز کا تمام اعمال پر مقدم ہونا متحقق ہے۔ نیز ان کے ہاں یہ بات بھی متحقق ہے کہ نماز فواحش اور منکرات سے روکتی ہے اور نماز ایمان اور شرائع کی میزان ہے، نماز کو مسنون طریقے سے ادا کرنے سے بندہ مومن کے احوال کی تکمیل ہوتی ہے اور نماز کی عدم ادائیگی سے اس کے دینی احوال میں خلل واقع ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1222/2)

(7) ﴿اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا﴾ ''یا یہ کہ ہم اپنے اموال میں جو چاہیں کریں؟'' یعنی ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی چھوڑ دیں، ہم اپنی مرضی سے تصرف نہ کریں بلکہ ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں۔ اسی کے حکم سے ناپ تول پورا کریں، اسی کے حکم سے واجب حقوق ادا کریں۔ ہم تو اپنے مالوں کے بارے میں وہ کچھ کریں گے جو ہم چاہیں گے۔ مال ہمارے اور تصرف کسی اور کا؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

(8) وہ مال جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کر رکھا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا مالک بنا رکھا ہے تاہم انسان یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرے، کیونکہ یہ مال اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، لہٰذا اس پر فرض ہے کہ وہ اس میں سے لوگوں کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کرے اور ان ذرائع اکتساب کو اختیار کرنے سے باز رہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اس کے برعکس کفار اور ان سے مشابہت رکھنے والے دیگر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مال کے خود مالک ہیں اور وہ جیسے چاہیں اس میں تصرف کریں خواہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو یا مخالف۔ (تفسیر سعدی: 1222/2)

(9) ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾ ''بلاشبہ تو ہی نہایت بردبار، بڑا دانش مند ہے؟'' یعنی یہ تو تمہارا خیال ہے کہ تم رشد و ہدایت کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتے اور گمراہی کے سوا تم کسی چیز سے نہیں روکتے۔ اگر ایسا ہے تو ہمارے آباؤ اجداد تو پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احمق ٹھہرے۔(10) یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم تو حلیم ورشید ہو اور ہمارے آباء واجداد احمق اور گمراہ؟ (تفسیر سعدی:2/1220.1219)

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا

''اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی جناب

حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا

سے اچھا رزق عطا کیا ہے اور میں ارادہ نہیں رکھتا کہ میں تمہارے برخلاف وہ کام کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں جہاں تک

الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

میں کرسکوں میں تو اصلاح کا ارادہ ہی رکھتا ہوں اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾

اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' (88)

سوال: سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...اُنِيْبُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ﴾ ''اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا'' یعنی مجھے خبر دو۔

(3) ﴿اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ ''اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں'' یعنی اگر میں برہان اور اس کی الوہیت پر یقین رکھتا ہوں۔ اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور اس کے اولیاء کے ساتھ وعدوں اور دشمنوں کے ساتھ وعیدوں پر یقین رکھتا ہوں۔ (ایسر التفاسیر:657,656)

(4) سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان کے کفر وعناد اور استہزا کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے علم ونبوت کی نعمت سے نوازا ہے اور میری حلال روزی میں خوب وسعت عطا فرمائی ہے، تو کیا میرے لیے یہ مناسب ہے کہ صرف تمہیں خوش رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحی میں خیانت کروں، لوگوں کو شرک وظلم سے روکنا اور اصلاح نفس کی دعوت دینا چھوڑ دوں؟ (تیسیر الرحمن:1/658) (5) یعنی مجھے اس وحی کی صحت پر یقین اور اطمینان ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1220)

(6) ﴿وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ''اور اس نے مجھے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہے'' یعنی حلال اور طیب روزی۔ (جامع البیان:11/110)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رزق حسن سے مراد حلال ہے اور شعیب کثیر المال تھے۔ (البحر المحیط)

(8) ﴿وَمَآ اُرِيْدُ﴾ ''اور میں ارادہ نہیں رکھتا'' اور میں یہ نہیں چاہتا۔

(9) ﴿اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ﴾ ''کہ میں تمہارے برخلاف وہ کام کروں جن سے میں تمہیں روکتا ہوں'' کہ میں تمہیں تو ناپ تول میں کمی سے روکوں اور خود اس برائی میں مبتلا ہو جاؤں میں تو خود پہلے رکتا ہوں، تمہیں بعد میں روکتا ہوں۔

(10) قول وفعل کا تضاد رسمی ایمان کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور قول وفعل میں مطابقت شعوری ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔

(11) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ داعی کی دعوت کی تکمیل یہ ہے کہ وہ خود اس کام پر عمل کرنے میں سبقت کرے جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور جس کام سے وہ لوگوں کو روکتا ہے سب سے پہلے وہ خود اس کام سے رک جائے۔ (تفسیر سعدی: 1224/2)

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔'' (الصف: 3,2)

(13) ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' (البقرہ: 44)

(14) قیامت کے دن ایک آدمی کو آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی، وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے۔ اس کے گرد جہنمی جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تجھے کیا ہوا ہے؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: ہاں یقیناً لیکن میں لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ (بخاری: 3267)

(15) ﴿اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾ ''جہاں تک میں کر سکوں میں تو اصلاح کا ارادہ ہی رکھتا ہوں'' یعنی میرا اس کے سوا کوئی ارادہ، کوئی مقصد نہیں کہ تمہارے حالات کی اصلاح ہو، میں اپنی ذات کے لیے کچھ حاصل نہیں کرنا چاہتا، میں تو تمہارا نفع چاہتا ہوں۔

(16) تمام انبیاء مرسلین کا وظیفہ اور ان کی سنت وملت یہ ہے کہ حسب امکان اور مقدور بھر مصالح کے حصول اور ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کے ذریعے سے لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور استطاعت کے مطابق مفاسد کو دور یا کم کرتے ہیں اور مصالح خاصہ کی رعایت رکھتے ہیں۔ اور حقیقی مصلحت وہ ہے جس سے بندوں کے احوال کی اصلاح ہوتی ہے اور جس سے ان کے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1224)

(17) ﴿وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے'' یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے میرے دل میں نیکی کا خیال وہی ڈالتا ہے اور کرنے کی توفیق بھی وہی دیتا ہے اور میرے دل میں شر سے بچنے کی تڑپ وہ بے دار کرتا ہے اور اس سے رکنے کی توفیق بھی وہی دیتا ہے۔ اس میں میری قوت اور قدرت کے اختیار کا کوئی دخل نہیں۔ میں تو استطاعت کے مطابق کام کرتا ہوں۔

(18) ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے'' یعنی میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، اسی پر میرا اعتماد ہے اور میں تمام امور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ (جامع البیان:11/110)

(19) ﴿وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ''اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' میں اپنے تمام معاملات میں، دکھ سکھ اور ہر حال میں اسی کی طرف لوٹتا اور لوٹا تا ہوں۔ (الاساس فی التفسیر)

(20) اس نے مختلف اقسام کی عبادات کا جو مجھے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لیے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں اور ان دو امور کے ذریعے سے بندہ مومن کے احوال درست ہوتے ہیں: (i) اپنے رب سے مدد طلب کرنا۔ (ii) اور اس کی طرف رجوع کرنا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسا کرو۔'' (ھود:123) اور فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ''ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (فاتحہ:5)

﴿وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ

''اور اے میری قوم! میری مخالفت تمہیں ہرگز مستحق نہ بنا دے کہ تمہیں بھی اس جیسی مصیبت پہنچے جیسی مصیبت قوم نوح

اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾

یا قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچی تھی اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں'' (89)

سوال: سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو اپنی مخالفت اور ضد سے باز رکھنے کے لیے کیسے سمجھایا، اس کی وضاحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيٰقَوْمِ ... بِبَعِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيٰقَوْمِ﴾''اور اے میری قوم!'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنی مخالفت اور ضد سے باز رکھنے کے لیے سمجھایا کہ۔

(2)﴿لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ﴾''میری مخالفت تمہیں ہرگز مستحق نہ بنا دے'' یعنی میری عداوت اور بغض تمہیں اس دین کو چھوڑنے پر نہ لے آئے جس پر انہوں نے چلایا۔

(3)﴿اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ﴾''کہ تمہیں بھی اس جیسی مصیبت پہنچے جیسی مصیبت قوم نوح کو پہنچی'' یعنی تمہیں وہ عذاب نہ پہنچے جو قوم نوح کو پہنچا۔ یعنی غرق ہونے والا۔

(4)﴿اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ﴾''یا قوم ہود'' اور قوم ہود جیسا عذاب۔

(5)﴿اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ﴾''یا قوم صالح'' یا قوم صالح جیسا زلزلے کا عذاب۔ (جامع البیان)

(6)﴿وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾''اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں'' یعنی قوم لوط تو وقت اور مقام کے لحاظ سے تم سے قریب ہے۔

﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴾

''اور اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس سے توبہ کرو یقینا میرا رب نہایت رحم والا، بہت محبت والا ہے'' (90)

سوال: سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم سے خیر خواہی کرتے ہوئے جو نصیحت کی، اس کی وضاحت ﴿وَاسْتَغْفِرُوْا ... وَدُوْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) شعیب علیہ السلام نے قوم سے خیر خواہی کرتے ہوئے نصیحت کی:﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾''اور اپنے رب سے بخشش مانگو'' یعنی کفر اور شرک جیسے گناہوں پر تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔

(2)﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾''پھر اس سے توبہ کرو'' یعنی اپنے گناہوں پر سچی اور خالص توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اور اس کی مخالفت کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کرو۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں (دنیا) سے لے جاتا اور ایسی قوم لے آتا جو گناہ کرتے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتا۔'' (مسلم:6965)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ﴾ ''یقینا میرا رب نہایت رحم والا ہے'' اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے ہی گناہ گار مومنوں کی بخشش ہے۔(5) وہ توبہ کر کے رجوع کرنے والوں کے لیے رحیم ہے۔

(6)﴿وَدُوْدٌ﴾ ''بہت محبت والا ہے'' لوٹنے والوں، توبہ کرنے والوں اور محبت کرنے والوں کے لیے وہ محبت کرنے والا ہے۔(جامع البیان)(7) اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے (الودود) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ ودود ''فعول'' کے وزن پر ''فاعل'' اور ''مفعول'' دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1221/2)

﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ

''انہوں نے کہا: ''اے شعیب! جو تم کہتے ہو اس میں سے اکثر باتیں ہم نہیں سمجھتے، اور ہم تمہیں اپنے درمیان ایک کمزور آدمی دیکھتے

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ﴾

ہیں اور اگر تمہاری برادری نہ ہوتی تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر کسی طرح غالب نہیں ہو۔''(91)

سوال: قوم شعیب نے سیدنا شعیب علیہ السلام کی نصیحت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... بِعَزِیْزٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' قوم شعیب نے زچ ہو کر سیدنا شعیب علیہ السلام کی نصیحت کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾ ''اے شعیب! جو تم کہتے ہو اس میں سے اکثر باتیں ہم نہیں سمجھتے'' یعنی اے شعیب! تمہاری باتیں تو ہمیں سمجھ میں نہیں آتیں، تم غیبی امور کی باتیں کرتے ہو، موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، توحید باری تعالیٰ اور مال میں حلال وحرام کی باتیں کرتے ہو، یہ سب باتیں قابل قبول نہیں ہیں، اور تم اپنی انہی باتوں کی وجہ سے سب سے کٹ کر تنہا رہ گئے ہو تمہاری کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے۔(تیسیر الرحمن:659/1)

(3) قوم شعیب ان کی دعوت سے بغض اور نفرت رکھتی تھی۔ اسی تکلیف میں انہوں نے کہا۔

(4)﴿وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا﴾ ''اور ہم تمہیں اپنے درمیان ایک کمزور آدمی دیکھتے ہیں'' آپ کو تو ہم بہت کمزور حیثیت کا آدمی سمجھتے ہیں کیونکہ آپ کا شمار رئیس لوگوں میں نہیں ہوتا۔

(5)﴿وَلَوْلَا رَهْطُكَ﴾ ''اور اگر تمہاری برادری نہ ہوتی'' اگر تمہارے قبیلے کا خیال نہ ہوتا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿لَرَجَمْنٰكَ﴾ ''تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیتے'' یعنی ہم تمہیں قتل کر دیتے یعنی آپ کا ہونا یا نہ ہونا ہمارے لیے معنی نہیں رکھتا۔(7) جملہ ظاہر کرتا ہے کہ قوم شعیب کے نزدیک خاندان کی قوت زیادہ اہم ہے۔

(8)﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ﴾ ''اور تم ہم پر کسی طرح غالب نہیں ہو'' یعنی ہمارے نزدیک تمہاری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ ہم تو صرف تمہارے قبیلے کی وجہ سے تمہیں چھوڑ رہے ہیں۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ

''شعیب نے کہا: ''اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غالب ہے کہ تم نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینکا

اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾

ہوا بنا رکھا ہے؟ یقیناً میرا رب اس کا احاطہ کرنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو'' (92)

سوال: سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو کیا سمجھایا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... مُحِيْطٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''شعیب نے کہا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

(2)﴿يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ غالب ہے'' کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کی اہمیت ہے، تم میرے خاندان کو تو عزت دے رہے اور اپنے رب کو ہلکا کر رہے ہو! (3) تم اللہ تعالیٰ سے زیادہ قبیلے کو عزیز سمجھ رہے ہو۔

(4)﴿وَاتَّخَذْتُمُوْهُ﴾ ''تم نے اسے بنا رکھا ہے'' یعنی تم نے ڈال دیا ہے۔

(5)﴿وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾ ''اپنی پیٹھ پیچھے پھینکا ہوا'' وراء کم ظھر یا یعنی پس پشت ڈال دیا اس کی طرف التفات نہ کیا۔ جب کوئی کسی کا مقصد پورا نہ کرے تو عرب لوگ کہتے ہیں ظھرت بحاجتی اور جعلتنی ظھر یا یا اس جگہ ظھری کا معنی وہ جانور یا برتن ہے جس کو تو اپنے کام کے لیے ساتھ رکھے۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(6) یعنی تم اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتے، اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے اور نہ تم اس کی عظمت کا حق ادا کرتے ہو۔ (جامع البیان)

(7)﴿اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ ''یقیناً میرا رب اس کا احاطہ کرنے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا عمل اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل ہے۔

(8) بے شک میرے رب کا علم تمہارے عمل پر محیط ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ (جامع البیان: 114/11)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ

''اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے جاؤ یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں، جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون

عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا

ہے جس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل کر دے اور کون ہے وہ جو جھوٹا ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو،

اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ﴾

یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں'' (93)

سوال: شعیب علیہ السلام نے قوم کو جو دھمکی دی، اس کی وضاحت ﴿وَيٰقَوْمِ ... رَقِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) شعیب علیہ السلام نے قوم کو جو دھمکی دیتے ہوئے کہا: ﴿وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ ''اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے جاؤ'' یعنی اے میری قوم تم اپنے کفر اور تکذیب پر اڑے رہو عنقریب اپنے کاموں کا انجام دیکھ لو گے۔

(2) ﴿اِنِّيْ عَامِلٌ﴾ ''یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں'' میں بھی اپنے طریقے پر یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، عبادت میں اخلاص اور رشد و ہدایت پر چل رہا ہوں۔

(3) ﴿سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ﴾ ''جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل کر دے'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم سے مایوس ہونے کے بعد دھمکی دی کہ تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون رسوا کن عذاب کا مستحق ہے۔

(4) ﴿وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ﴾ ''اور کون ہے وہ جو جھوٹا ہے؟'' یعنی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ جھوٹا کون ہے؟ میں یا تم! جب ان پر عذاب آیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ کون جھوٹا تھا؟

(5) ﴿وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ﴾ ''اور تم بھی انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں'' انتظار کرو کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کو پورا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے۔

(6) یعنی تم عذاب اور ناراضگی کا انتظار کرو۔ میں بھی فتح و نصرت اور رحمت کا انتظار کر رہا ہوں۔ (قرطبی)

﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ

''اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی، اور ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾

کوایک ہولناک چیخ نے پکڑلیا جنہوں نے ظلم کیا تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔"(94)

سوال: سیدنا شعیب علیہ السلام اور ایمان والوں کو بچالیا گیا اور ظالموں کو ہلاک کردیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... جٰثِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) عذاب آنے پر سیدنا شعیب علیہ السلام اور ایمان والوں کو بچالیا گیا اور ظالموں کو ہلاک کردیا گیا۔ رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ "اور جب ہمارا حکم آیا" جب قوم شعیب کی ہلاکت کا وقت آ گیا۔

(3) اس امر سے مراد عذاب ہے۔ (ایسر التفاسیر:658)

(4) ﴿نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا﴾ "ہم نے شعیب کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت کے ساتھ نجات دی" یعنی ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے انہیں نجات دی یا ان کے ایمان کی جانب ہدایت پانے سے انہیں نجات دی۔ (فتح القدیر)

(5) اللہ تعالیٰ نے عذاب آنے پر اپنے نبی اور اہل ایمان کو اپنی رحمت سے نجات دی۔

(6) ﴿وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا﴾ "اور ان کو پکڑلیا جنہوں نے ظلم کیا" یعنی جنہوں نے شرک کیا اور نافرمانیاں کیں۔ (ایسر التفاسیر:658)

(7) ﴿الصَّيْحَةُ﴾ "ایک ہولناک چیخ نے" یہاں قوم شعیب کو چنگھاڑ (فرشتے کی چیخ) سے ہلاک کرنا مذکور ہے اور سورۃ الاعراف میں زلزلہ کا ذکر ہوا ہے اور سورۃ الشعراء میں عذاب یوم الظلۃ کا ذکر ہے یعنی عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر محیط ہوگئے تھے گویا اس قوم پر تینوں قسم کا عذاب آیا ہے اور قرآن نے ہر مقام پر اس عذاب کا ذکر فرمایا جیسا کہ مضمون چل رہا تھا مثلاً اس سورۃ میں قوم کا لہجہ اور باتیں گستاخانہ تھیں جو سنگسار کرنے کی دھمکی دے رہے تھے تو یہاں سخت قسم کے جگر خراش عذاب یعنی چنگھاڑ کا ذکر تھا کہ قوم نے دھمکی دی تھی کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو اس سرزمین سے نکال دیں گے تو وہ خود اسی سرزمین کے زلزلے سے ہلاک ہوئے تھے اور سورۃ الشعراء میں یہ مضمون ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام نے کہا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو۔ اسی مناسبت سے وہاں عذاب کے بادلوں کا ذکر فرمایا اور یہ ممکن ہے کہ ہر مقام پر عذاب کی مختلف اوقات لہ کیفیت مذکور ہو۔ (تیسیر القرآن:368/2)

(8) ﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ "تو انہوں نے اپنے گھروں میں صبح کی کہ وہ اوندھے منہ پڑے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے'' اللہ تعالیٰ نے کافروں اور ظالموں کو بے حس وحرکت پڑے رہنے دیا۔

(9) آج بھی مدین کے علاقے میں سینکڑوں میل تک جو پہاڑ پائے جاتے ہیں ان پر زلزلے کے آثار ہیں۔تمام پہاڑ اس طرح پھٹے ہوئے ہیں جیسے کسی زبردست زلزلے نے انہیں کھیل کھیل کر دیا ہو۔(اشرف الحواشی:279/1)

﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾

''گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود''(95)

سوال: قوم شعیب علیہ السلام کے بارے میں رب العزت کے بیان ﴿كَاَنْ لَّمْ ... ثَمُوْدُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ ''گویا وہ ان میں بسے ہی نہ تھے'' گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی رہے، بسے نہیں تھے۔(2) ان کی کوئی آواز سنائی دیتی تھی نہ ان میں کوئی حرکت دکھائی دیتی تھی۔یعنی گویا وہ اپنی بستیوں میں کبھی آباد ہی نہ تھے اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ایسے لگتا تھا کہ گویا انہوں نے کبھی نعمتوں سے فائدہ ہی نہیں اٹھایا تھا۔(تفسیر سعدی:1222/2)

(3) ﴿اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾ ''سن لو! ہلاکت ہے مدین کے لیے جس طرح ہلاک ہوئے ثمود'' یعنی مدین والوں کو رحمت سے دور اور ہلاکت کے قریب کر دیا۔جیسا کہ اس سے پہلے کی قوموں کو ہلاک کیا تھا۔(ایسر التفاسیر)

(4) اللہ تعالیٰ نے دونوں قبیلوں کو رحمت سے دور کر کے ہلاکت میں پھینک دیا۔

(5) اس لیے کہ ان کے علاقے ایک دوسرے کے قریب تھے، کفر وسرکشی اور ڈاکہ زنی میں بھی ایک جیسے تھے، اور دونوں ہی قومیں دیہات میں رہتی تھیں۔(تیسیر الرحمٰن)

(6) امم سابقہ پر جو تباہی نازل ہوئی اور عذاب کے ذریعے سے ان کو جو پکڑا گیا اس میں بندوں کے لیے ترہیب ہے اور یہ نہایت مناسب بات ہے کہ وعظ ونصیحت کے دوران گزشتہ قوموں کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں مجرموں پر عذاب نازل کیا گیا۔اور اسی طرح یہ بھی مناسب ہے کہ تقویٰ کی ترغیب کے لیے اہل تقویٰ کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اکرام سے نوازا۔(تفسیر سعدی:1225/2)

(7) قوم شعیب کے واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ کامیابی ایمان والوں کے لیے ہے اور ناکامی اور ہلاکت کافروں کے لیے ہے۔

ع 8 12 8

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا''(96)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے بارے میں رب العزت کے بیان ﴿وَلَقَدْ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو بھیجا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ ہم نے سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو بھیجا۔

(2) سیدنا موسیٰ بن عمران کلیم اللہ، بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔

(3) ﴿بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اپنی نشانیوں کے ساتھ'' یعنی ایسی نشانیوں کے ساتھ بھیجا جو ان کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں، مثلاً ید بیضاء اور وہ سارے معجزات جو رب العزت نے ان کو عطا فرمائے۔

(4) آیات سے مراد نو نشانیاں تھیں جن میں سے اکثر کا ذکر سورۃ الاعراف میں آیا ہے۔

(5) ﴿وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور واضح دلیل'' سلطان مبین سے مراد عصائے موسوی ہے، جو اگرچہ نو نشانیوں میں شامل ہے، لیکن چونکہ اس کی ایک خاص حیثیت تھی، اسی لیے اس کا ذکر مستقل طور پر کیا گیا ہے۔ (تیسیر الرحمن: 660/1)

﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ﴾

''فرعون اور اس کے سرداروں کی جانب، تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم کسی طرح سے درست نہ تھا'' (97)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے کس کی پیروی کی، اس کی وضاحت ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ ... بِرَشِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ﴾ ''فرعون کی جانب'' فرعون قبطیوں کا بادشاہ تھا۔

(2) ﴿وَمَلَا۟ئِهٖ﴾ ''اور اس کے سرداروں کی جانب'' یعنی فرعون کے اشرافیہ کی طرف۔ یہ لوگ قوم کو اپنے پیچھے چلاتے ہیں۔

(3) ﴿فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ﴾ ''تو انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی'' انہوں نے فرعون کے طریقے کو پسند کیا اور اسی کے پیچھے چلے۔ اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جھٹلایا۔

(4) ﴿وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ﴾ ''حالانکہ فرعون کا حکم نہ تھا'' یعنی فرعون کا منہج، اس کا مسلک، اس کا طریقہ گمراہی کا تھا۔

(5) ﴿بِرَشِيْدٍ﴾ ''کسی طرح سے درست'' اس میں رشد و ہدایت نہیں تھی۔ وہ جہالت، گمراہی اور کفر و عناد کا طریقہ تھا۔ (الاساس فی التفسیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ

''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، چنانچہ انہیں وہ آگ پر پینے کے لیے لائے گا اور وہ بہت بری

الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ﴾

پینے کی جگہ ہے جس پر پینے کے لیے آیا جائے''(98)

سوال: فرعون قیامت کے دن بھی اپنی قوم کے آگے ہوگا اور انہیں آگ پر لائے گا، اس کی وضاحت ﴿يَقْدُمُ ... الْمَوْرُوْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا'' جیسے دنیا میں وہ ان کے آگے تھا، ان کا سردار تھا، اسی طرح قیامت کے دن وہ ان کے آگے ہوگا۔ (الاساس فی التفسیر)

(2) جو لوگ دنیا میں کسی کو اپنا لیڈر اور راہ نما بنائیں گے قیامت کے دن بھی اس ہی کے ساتھ کر دیئے جائیں گے۔ اس اعتبار سے فرعون آخرت میں بھی اپنی قوم کی قیادت کرے گا۔

(3)﴿فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ﴾ ''چنانچہ انہیں وہ آگ پر پینے کے لیے لائے گا'' آیت میں فرعون کو اس پہلے جانور سے تشبیہ دی گئی ہے جو تالاب سے پانی پینے کے لیے جاتے وقت سب جانوروں سے آگے ہوتا ہے اور اس کے پیروکاروں کو پیچھے پیچھے آنے والے باقی جانوروں سے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ''اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ آگ ہے، جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔'' (غافر:46,45)

(5) مسند میں ہے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امراؤالقیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں جہنم کی طرف لے جائے گا۔ اس آگ کے عذاب پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دو دو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے۔ اس لیے ان پر دوہری لعنت پڑی۔'' (تفسیر ابن کثیر:498)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ﴾ ''اور وہ بہت بری پینے کی جگہ ہے جس پر پینے کے لیے آیا جائے'' ورد پانی کے گھاٹ کو کہتے ہیں جہاں پیاسے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہاں مراد جہنم ہے جہاں نہ پیاس بجھے گی اور نہ ٹھنڈا سایہ ہوگا اور دوسری طرف جانے والے بھی برے جن کے پاس نیکیوں کا وزن نہیں ہوگا۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ(۴۱) وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ(۴۲)﴾ ''اور ہم نے اُنہیں ایسے راہ نما بنا دیا جو آگ کی طرف بلاتے ہیں، اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں بھی اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔'' (القصص:42,41)

﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾

''اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی لعنت اور قیامت کے دن بھی، بہت برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے'' (99)

سوال: کافروں کے لیے دائمی لعنت اور عذاب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاُتْبِعُوْا ... الْمَرْفُوْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی لعنت اور قیامت کے دن بھی'' لعنت سے مراد رحمت سے محرومی ہے۔ یعنی دائمی عذاب کے ساتھ ساتھ ان پر دائمی لعنت بھی ڈال دی گئی۔ دنیا میں بھی برے لوگوں کا تذکرہ برائی سے ہی کیا جاتا ہے اور آخرت کی لعنت سے تو چھٹکارا ملنا ممکن ہی نہیں۔ یہ سردار دوسروں کو جہنم کی دعوت دینے میں آگے آگے تھے اس لیے ان پر دنیا اور آخرت کی لعنت ڈال دی گئی۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ ''سو آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو ان کے لئے جو تیرے پیچھے ہیں نشانی بن جائے۔'' (یونس:92)

(3)﴿بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ ''بہت برا عطیہ ہے جو کسی کو دیا جائے'' الرفد المرفود مدد جو دی جائے (انعام جو مرحمت ہو) عرب لوگ کہتے ہیں رفدتہ یعنی میں نے اس کی مدد کی۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(4) رِفد سے مراد صلہ، عطیہ اور انعام ہے۔ یہاں رفد سے مراد لعنت ہے یعنی برا صلہ، برا انعام۔

(5) یہاں لعنت کو بخشش سے تعبیر کر کے فرعونیوں کی غایت درجہ کی اہانت اور ہتک عزتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (تیسیر الرحمن:661/1)(6) یعنی ایک تو انہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب ملے گا، دوسرے دنیا اور آخرت میں لعنت ان کا پیچھا کرے گی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ﴾

''یہ بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں، ان میں سے بعض کھڑی ہیں اور کچھ کاٹی جا چکی ہیں'' (100)

سوال: ظالم بستیوں کے واقعات کی خبر دینا رسالت کی دلیل ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... حَصِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ﴾ ''یہ بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ بستیوں کی یہ خبریں رسول اللہ ﷺ پہلے جانتے نہ تھے، یہ وحی کے ذریعے آنے والی معلومات ہیں۔

(2) ظالم بستیوں کے واقعات کی یہ خبریں آپ ﷺ کی رسالت کے لیے دلیل ہیں اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہیں۔

(3) ﴿مِنْهَا قَآئِمٌ﴾ ''ان میں سے بعض کھڑی ہیں'' ان میں سے بعض بستیاں باقی ہیں، ابھی ختم نہیں ہوئیں جو ان کی داستان زبان حال سے سناتی ہیں۔

(4) ﴿وَّحَصِيْدٌ﴾ ''اور کچھ کاٹی جا چکی ہیں'' اور بعض بستیاں ایسی ہیں جن کے آثار بھی باقی نہیں ہیں۔ جن کے گھر ختم ہو گئے اور ان کے نشانات باقی نہ رہے۔

(5) ﴿قَآئِمٌ﴾ سے مراد وہ بستیاں جن کے آثار موجود ہیں، جنہیں لوگ دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ یہ کتنی ترقی یافتہ اقوام تھیں۔ مثلاً احقاف کے علاقے میں عاد کے آثار، حجر کے علاقے میں ثمود کے آثار موجود ہیں۔ ﴿حَصِيْدٌ﴾ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو کٹی ہوئی فصلوں کی طرح ختم ہو گئیں مثلاً قوم نوح، قوم لوط وغیرہ کے آثار غائب ہو گئے۔

(6) یہ بھی ایک بڑا حکیمانہ نکتہ ہے کہ کچھ کو عبرت کا سبق بنانے کے لیے کھنڈروں کی صورت میں باقی رکھا۔ کچھ کو یوں عبرت کا سامان بنایا کہ ان کی دھول بھی، ان کے جسموں کی خاک بھی باقی نہ رکھی۔ (تعارف القرآن: 46/3)

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ

''اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا تھا، چنانچہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے ان کے معبود جن کو وہ

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ﴾

اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور ان کے لیے بربادی کے سوا انہوں نے کسی چیز کا اضافہ نہ کیا'' (101)

سوال 1: ظالم بستیوں پر عذاب آنے کی وجہ ان کا ظلم تھا، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... اَنْفُسَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا'' اللہ تعالیٰ نے بستیوں کو عذاب دے کر ان پر ظلم نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے منہ موڑ لیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تھا اور ان آیات کا مذاق اڑایا تھا لہٰذا وہ مظلوم نہیں خود ظالم ہیں۔

(2)﴿وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''بلکہ انہوں نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا تھا'' یعنی انہوں نے اپنے شرک اور فساد فی الارض پر اصرار کی وجہ سے اپنے اوپر ظلم کیا یہاں تک کہ ان میں حق قبول کرنے کی کوئی استعداد باقی نہیں رہی۔

سوال 2: عذاب آنے پر جھوٹے معبود کام نہ آئے، اس کی وضاحت ﴿فَمَا ... تَتْبِيْبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ﴾ ''چنانچہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے ان کے معبود'' پتھر یا انسان ان کے کام نہ آسکے۔ (الاساس)

(2)﴿الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ''جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے جب تیرے رب کا حکم آ گیا'' قابل غور بات یہ ہے کہ انہی معبودوں کی وجہ سے تو پیروکاروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے جب کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ انہیں نقصان سے بچائیں گے اور فائدہ پہنچائیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو واضح ہو گیا کہ ان کا یہ عقیدہ فاسد تھا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ (تیسیر الرحمن) (i) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور اس جہان میں اختیار نہیں رکھتا۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود خود ساختہ ہیں اس لیے وہ کام نہیں آسکتے۔ (iii) جو شخص بھی مصیبت میں غیر اللہ کی پناہ لیتا ہے اسے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔

(3)﴿وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ﴾ ''اور ان کے لیے بربادی کے سوا انہوں نے کسی چیز کا اضافہ نہ کیا'' ﴿تَتْبِيْبٍ﴾ کے لغوی اور اصطلاحی معنی سخت بربادی کے ہیں۔ ان کے لیے خسارے کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوا۔

(4) جب مہلت کی مدت ختم ہو جائے گی۔ جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ظاہر کر دے گا تو انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو سمجھا تھا وہ جھوٹ تھا، جسے حقیقت جانا وہ مفروضے تھے اور جسے سہارا سمجھا وہ سراب تھا۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ
اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾

''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے'' (102)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی شدید ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَذٰلِكَ ... شَدِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کو عذاب میں پکڑتا ہے تو اسے برباد کر دیتا ہے۔

(2) ﴿اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ ''جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے'' یعنی جب وہ ایسی بستیوں کو پکڑتا ہے جو شرک اور نافرمانیاں کرتی ہیں۔ (ایسر التفاسیر:660)

(3) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم آدمی کو مہلت دے دیتا ہے، پھر جب اسے پکڑتا ہے تو پھر وہ اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ''اور اس طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ ظالم لوگوں کی بستیوں کو پکڑتا ہے۔ بے شک اس کی پکڑ بڑی سخت اور دردناک ہے۔'' (مسلم:6581)

(4) ﴿اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ ''بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی الم ناک ہوتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:660)

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ

''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾

گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا'' (103)

سوال: بستیوں کی تباہی میں قیامت کی دلیل ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ... مَّشْهُوْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے'' یعنی عذاب کی مختلف قسموں کے ذریعے سے جب اللہ تعالیٰ ظالموں کو پکڑتے ہیں تو اس کے پکڑنے میں عبرت اور دلیل ہے کہ جو لوگ ظلم اور جرم کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے لیے دنیاوی سزا اور اخروی عذاب ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے کافروں کو جو ہلاک کیا اور مومنوں کو نجات بخشی تو اس میں عبرت اور آخرت سے متعلق ہمارے وعدوں کی صداقت کی دلیل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔'' (المؤمن:51)(المصباح المنیر :322/3)

(3) دنیا کی پکڑ عذاب آخرت کی یاد دہانی کرنے والی، خوف دلانے والی ہوتی ہے۔

(4) ﴿لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ﴾ ''اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے'' یاد دہانی سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے: (i) جس کی آنکھیں آخرت کے عذاب کا خوف رکھتی ہوں۔ (ii) جس کو آخرت کی فکر لاحق ہو۔

(5) ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ﴾ ''وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے'' جس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر جمع کرے گا۔ یہ اٹھانا جزا، ثواب اور عذاب کے لیے ہوگا۔ (جامع البیان:120/7)

(6) ﴿وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ''اور وہ حاضری کا دن ہوگا'' وہ دن جب مخلوق مشاہدہ کرے گی اور کوئی ایک بھی ان میں سے پیچھے رہنے والا نہیں ہوگا۔

(7) یعنی اس روز تمام لوگوں کو جزا و سزا کے لیے جمع کیا جائے گا، تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا عدل عظیم ظاہر ہو اور اس کے ذریعے سے وہ اس کو اچھی طرح پہچان لیں۔ (تفسیر سعدی:1228/2)

(8) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ تو اس دن کچھ آدمی آدھے کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔'' (صحیح مسلم:7203)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''قیامت کے دن لوگوں کا حشر اس طرح ہوگا کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے ہوں گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتیں اور مرد اکٹھے ہوں گے؟ اور ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! یہ معاملہ اس بات سے بہت سخت ہوگا کہ کوئی کسی کی طرف نہ دیکھے گا۔'' (صحیح مسلم:7198)

﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾

''اور ہم اسے ایک گنی ہوئی مدت کے لئے ہی مؤخر کر رہے ہیں'' (104)

سوال: قیامت کا ایک وقت مقرر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... مَّعْدُوْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗ﴾ ''اور نہیں ہم مؤخر کر رہے ہیں اسے'' یعنی قیامت کے آنے میں تاخیر کی وجہ یہ ہے۔

(2) ﴿اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ ''مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لئے'' اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جب مقررہ وقت آئے گا تو ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) یعنی جب دنیا کی مدت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر مقرر کیا ہے پورا ہو جائے گا، اس وقت وہ ان کو ایک اور جہان میں منتقل کرے گا اور وہاں ان پر اپنے احکام جزائی اس طرح جاری کرے گا جس طرح اس دنیا میں ان پر احکام شریعہ نافذ تھے۔ (تفسیر سعدی: 2/1228)

﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾

''جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں'' (105)

سوال: سفارش کا حق کسے ہوگا، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... سَعِيدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَأْتِ﴾ ''جس دن وہ آئے گا'' جس دن تمام مخلوق اکٹھی کی جائے گی۔

(2) ﴿لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ''کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کر سکے گا'' قیامت کے دن کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک کلمہ نہ اپنے دفاع کے لیے اپنی زبان سے نکالے گا اور نہ ہی کسی کی سفارش میں بولے گا۔ (تیسیر الرحمٰن) (3) قیامت کے دن انبیاء اور فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔ وسیع رحمت والا ہے، کسی کو اس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی'' (النباء: 38)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس دن انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو گفتگو کی ہمت نہیں ہوگی اور انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بھی اس دن صرف یہی ہوگا کہ یا اللہ ہمیں بچا لے! ہمیں بچا لے!'' (بخاری: 7437)

(6) ﴿فَمِنْهُمْ﴾ ''چنانچہ ان میں'' یعنی ساری مخلوقات میں سے۔

(7) ﴿شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾ ''کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں'' ﴿شَقِيٌّ﴾ بدبخت وہ بدنصیب ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور رسولوں کو جھٹلایا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کی اور ﴿سَعِيدٌ﴾ خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جو مومن اور متقی ہوں گے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا'' (الشوریٰ: 7)

(9) جب یہ آیت اتری تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم کس پر عمل کرتے ہیں؟ آیا اس فیصلے پر جو پہلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے طے ہو چکا یا نئی چیز پر؟ فرمایا: ''نہیں بلکہ اسی پر جو طے ہو چکا ہے اور جس پر قلم بھی چل چکا ہے۔ ہر ایک کے لیے وہی عمل آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔'' (مسند ابو یعلیٰ)

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾

''پھر جو بد بخت ہیں وہ آگ میں ہوں گے اس میں ان کو آواز بھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا'' (106)

سوال: بدبختوں کے انجام کی وضاحت ﴿فَاَمَّا ... شَهِيْقٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا﴾ ''پھر جو بد بخت ہیں'' یعنی وہ لوگ جو بد بختی، رسوائی اور فضیحت میں مبتلا ہوں گے تو وہ جہنم کے عذاب میں غوطے کھائیں گے اور آگ کا نہایت سخت عذاب ان کو جکڑ لے گا۔ (تفسیر سعدی: 1229/2)

(2) ﴿فَفِي النَّارِ﴾ ''وہ آگ میں ہوں گے'' وہ جہنم کے سخت عذاب میں جکڑے جائیں گے۔

(3) ﴿لَهُمْ فِيْهَا﴾ ''اس میں ان کو'' یعنی اس سختی کی وجہ سے جس میں وہ رکھے جائیں گے۔

(4) ﴿زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ ''آواز بھینچنا اور آواز نکالنا ہوگا'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ﴿زَفِيْرٌ﴾ کی آواز کو اور ﴿شَهِيْقٌ﴾ پست آواز کو کہتے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(5) سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنمی اس قدر روئیں گے اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیاں چلائی جائیں تو چلنے لگیں۔ آنسو ختم ہو جائیں گے تو جہنمی خون کے آنسو بہائیں گے یعنی پانی کے آنسو کی جگہ!'' (حاکم)

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

''جب تک آسمان و زمین قائم ہیں وہ اس میں رہیں گے مگر جو آپ کا رب چاہے، یقیناً آپ کا رب

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾

جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرنے والا ہے'' (107)

سوال: بدبخت کب تک جہنم میں رہیں گے، اس کی وضاحت ﴿خٰلِدِيْنَ ... يُرِيْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''وہ اس میں رہیں گے'' یعنی وہ بدبخت اس جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

(2) ﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ ''جب تک آسمان و زمین قائم ہیں وہ اس میں رہیں گے مگر جو آپ کا رب چاہے'' یعنی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے سوائے اس مدت کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وہ اس مدت کے دوران جہنم میں نہ رہیں اور یہ مدت جہنم میں داخل ہونے سے قبل کی ہے۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔ پس اس صورت میں استثناء جہنم میں دخول سے قبل کی مدت کی طرف راجع ہے، یعنی وہ تمام زمانوں تک جہنم میں رہیں گے سوائے اس زمانے کے جو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے تھا۔ (تفسیر سعدی: 1229/2)

(3) یعنی وہ اہل توحید کو جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔ (ایسر التفاسیر: 661)

(4) یہ استثناء بھی گناہ گار اہل ایمان کے لیے ہے یعنی دیگر جنتیوں کی طرح یہ گناہ گار مومن ہمیشہ سے جنت میں نہیں رہے ہوں گے بلکہ ابتداء میں ان کا کچھ عرصہ جہنم میں گزرے گا اور پھر انبیاء علیہم السلام اور اہل ایمان کی سفارش سے ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (دعوۃ القرآن)

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب ایسے لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر زندگی کی نہر میں یا بارش کے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ یہاں راوی کو شک ہو گیا ہے کہ اوپر کے راوی نے کون سا لفظ استعمال کیا۔ اس وقت وہ دانے کی طرح اگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اگ آتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ دانہ زردی مائل پیچ در پیچ نکلتا ہے۔'' (بخاری: 22) (6) ﴿اِنَّ رَبَّكَ﴾ ''یقینا آپ کا رب'' یعنی اے انسان تمہارا رب!

(7) ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ﴾ ''جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرنے والا ہے'' یعنی وہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اسے کر لیتا ہے۔ اس کے ارادے سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

(8) یقینا تیرا رب جو ارادہ کر لے وہ کرتا ہے اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کا پابند نہیں وہ جب چاہے اپنی سنت کو بدل سکتا ہے۔

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

''اور جن کو نیک بخت قرار دیا جائے گا وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک آسمان و زمین قائم ہیں

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾

مگر جو آپ کا رب چاہے ایسا عطیہ جو کبھی قطع کیا جانے والا نہیں'' (108)

سوال: نیک بخت لوگوں کے انجام کی وضاحت ﴿وَاَمَّا ... مَجْذُوْذٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ﴾ ''اور جن کو نیک بخت قرار دیا جائے گا وہ جنت میں ہوں گے'' جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوش بخت ٹھہرائے جائیں گے۔(جامع البیان:125/7)

(2)یعنی جو لوگ سعادت اور فوز وفلاح سے نوازے جائیں گے وہ جنت میں ہوں گے۔

(3)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''ہمیشہ رہنے والے ہیں اس میں'' وہ اس میں سے نکالے نہیں جائیں گے،اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

(4)﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ ''جب تک آسمان وزمین قائم ہیں'' عربی محاورے میں جب کسی چیز کی ابدی ہمیشگی بیان کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ جب تک زمین وآسمان یا رات دن قائم ہیں۔(مختصر ابن کثیر:857/1)

(5)﴿اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ ''مگر جو آپ کا رب چاہے'' یعنی جب تک تیرے رب کو ان کا جہنم میں رہنا منظور ہوگا۔

(6)﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ''ایسا عطیہ جو کبھی قطع کیا جانے والا نہیں'' ایسی عطا ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔(جامع البیان:125/7)

(7)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ ''تو ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔'' (التین:6)(8)سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''جب قیامت ہوگی تو موت کو چتکبری بھیڑ کی مانند لایا جائے گا۔جنت اور دوزخ کھڑی کی جائیں گی۔اور ان کے درمیان اس کو ذبح کیا جائے گا۔سو اگر خوشی سے مرنا ممکن ہوتا تو جنتی خوشی سے مرجاتے اور اگر غم سے مرنا ممکن ہوتا تو دوزخ والے غم سے مرجاتے۔''(جامع ترمذی:2558)

(9)سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو؟ وہ جنتی عرض کریں گے (اے اللہ) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھادے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو ان کو اس دیدار سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوگی۔'' (صحیح مسلم:449)

﴿فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ

''پس آپ کسی شک میں نہ رہیں جو وہ عبادت کرتے ہیں وہ نہیں عبادت کرتے مگر جیسے اس سے قبل ان کے باپ دادا عبادت

مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ﴾ ع 14

کرتے تھے اور یقیناً ہم ضرور انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کمی نہیں کی جائے گی''(109)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: شرک بلاشبہ جہالت اور گمراہی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَا ... مَنْقُوْصٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''پس آپ کسی شک میں نہ رہیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو مشرکوں کی عبادت کی وجہ سے شک نہ ہو۔ جن کی مشرک عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہیں۔ ان کے پاس اپنی عبادت کی کوئی دلیل نہیں۔ مشرک یقیناً باطل، گمراہی اور جہالت میں ہیں۔

(2) آیت میں خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن مقصود دوسرے لوگ ہیں جن کے دل و دماغ میں بتوں اور دیگر معبودان باطل کے جھوٹے معبود ہونے میں کسی قسم کا شک ہو، اس لیے کہ آپ ﷺ اس قسم کے شک سے قطعی طور پر پاک تھے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(3) ﴿مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ﴾ ''وہ نہیں عبادت کرتے مگر جیسے اس سے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے'' ان کے آباؤ اجداد کا اپنے بتوں کی عبادت کرنا دلیل نہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

(4) ﴿وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ﴾ ''اور یقیناً ہم ضرور انہیں ان کا پورا پورا حصہ دیں گے جس میں کمی نہیں کی جائے گی'' رب العزت نے فرمایا ہم ان کا صلہ انہیں پورا پورا دیتے ہیں۔

(5) یعنی وہ لازمی طور پر دنیا کے حصے سے بہرہ ور ہوں گے جو ان کے لیے لکھ دیا گیا ہے خواہ یہ دنیاوی نصیب آپ کی نظر میں کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو مگر یہ ان کے احوال کے درست ہونے پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے بھی دنیا عطا کرتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی عطا کرتا جس سے محبت نہیں کرتا مگر ایمان اور دین سے صرف اسی شخص کو نوازتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ گمراہ لوگوں کے اپنے گمراہ آباء واجداد کے نظریات پر اتفاق کر لینے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اور نہ اس بات سے دھوکہ کھانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیاوی مال و متاع سے نواز رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1230/2)

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے وہ بات نہ ہوتی

رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾

تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً اس قرآن سے بے چین رکھنے والے شک میں ہیں'' (110)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی مثال دے کر نبی ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... مُرِيْبٍ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کوکتاب دی سواس میں اختلاف کیا گیا''اللہ تعالیٰ نے ذکرفرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کوکتاب دی جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ،کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ نے کفر کیا اور اے محمد(ﷺ!)سابقہ انبیاء آپ کے لیے نمونہ ہیں لہٰذا یہ لوگ جوآپ کی تکذیب کرتے ہیں،اس سے آپ دل آزردہ نہ ہوں۔(المصباح المنیر:327/3)

(2)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کوکتاب دی''رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوکتاب یعنی تورات عطا کی جیسا کہ ہم نے آپ ﷺ کوالفرقان عطا کی۔(جامع البیان:1129/7)

(3)﴿فَاخْتُلِفَ فِيْهِ﴾''سواس میں اختلاف کیا گیا''تورات کومانے والوں نے اس میں اختلاف پیدا کیا۔

(4) کچھ لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور کچھ لوگوں نے اسے جھٹلایا جیسا کہ آپ ﷺ کی قوم نے قرآن کے ساتھ کیا۔ کچھ لوگوں نے اسے مانا اور کچھ نے جھٹلا دیا۔(جامع البیان:129/7)

(5)جس کے احکامات کی وجہ سے ان میں اتفاق تھا،اختلاف کی وجہ سے ان کے عقائد اور دینی جمیعت کونقصان پہنچا۔

(6)﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ﴾''اوراگرآپ کے رب کی طرف سے پہلے وہ بات نہ ہوتی''یعنی اگر تقدیر کا قلم ان کے حساب میں تاخیر اور قیامت کے دن جزا پر نہ چل چکا ہوتا۔(ایسرالتفاسیر:662)

(7)﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾''توان کے درمیان ضرور فیصلہ کردیا جاتا''یعنی جھٹلانے والوں اور تصدیق کرنے والوں میں فیصلہ کردیا جاتا،جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور تصدیق کرنے والوں کی نجات سے۔(جامع البیان:129/7)

(8)ظالموں پرعذاب نہ بھیجنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے۔اس نے اپنے فیصلے کوقیامت تک کے لیے موخر کردیا ہے۔اس لیے آپ ﷺ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے غم میں مبتلا نہ ہوں۔آپ ﷺ صبر کریں اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہیں۔

(9)﴿وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾''اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً اس قرآن سے بے چین رکھنے والے شک میں ہیں''یعنی جھٹلانے والے ہمیشہ سے انبیاء کی سیدھی اور سچی باتوں کوغلط سمجھتے رہے ہیں۔وہ شبہات میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے شک اتنے سخت نوعیت کے ہوتے ہیں جس پر مضبوط دلیلیں بھی اثر نہیں کرتیں۔

(10)جھٹلانے والے اس بارے میں شک میں ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔(جامع البیان:1219/7)

(11)وہ عذاب کے بارے میں یا تورات کے بارے میں شک میں ہیں۔(الاساس فی التفسیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا

''اور یقیناً آپ کا رب ان سب کو جب (وقت آئے گا) ان کے اعمال کا یقیناً پورا پورا بدلہ دے گا، یقیناً وہ اس

يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

سے جو وہ کرتے ہیں جو وہ کرتے ہیں'' (111)

سوال: تمام امتیں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں گی اور انہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ ... خَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب ان سب کو جب (وقت آئے گا) ان کے اعمال کا یقیناً پورا پورا بدلہ دے گا'' اللہ تعالیٰ تمام اگلی پچھلی امتوں کو جمع کرے گا اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں پورا پورا بدلہ دے گا۔

(2) اے محمد ﷺ یہ سارے لوگ جن کے واقعات اس سورت میں بیان کیے گئے ہیں تیرا رب ان میں سے صالحین کو کثیر ثواب عطا کرے گا اور مجرموں کو شدید عذاب دے گا۔ (جامع البیان)

(3) ﴿اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ اس سے جو وہ کرتے ہیں'' جو اعمال بھی وہ کرتے ہیں خواہ خیر کے اعمال ہوں یا شر کے۔ ﴿خَبِيْرٌ﴾ ''پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ سب سے باخبر ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عدل وانصاف کریں گے۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی ٹھیک ٹھیک جزا دیں گے کیونکہ وہ سب کے اعمال سے خوب باخبر ہیں۔ اس لیے کافروں کو کفر اور شرک پر فخر نہیں کرنا چاہئے۔ کفر اور شرک کی سزا دنیا میں ملے یا نہ ملے آخرت میں ضرور ملے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔'' (یٰس:32)

(5) اللہ تعالیٰ کے تاکیدی انداز کا مطالبہ یہ ہے کہ دین کی دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی سنت کے مطابق دعوت دیتے رہیں اس میں کمی نہ کریں اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا دوسرے دین کو قبول نہ کریں، مشکلات برداشت کریں اور صبر کریں۔

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ

''چنانچہ آپ ثابت قدم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی ہے، اور حد سے نہ بڑھو،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اسے وہ خوب دیکھنے والا ہے" (112)

سوال: استقامت کے حکم کی وضاحت ﴿فَاسْتَقِمْ ... بَصِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مومن بندوں کو استقامت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾ "چنانچہ آپ ثابت قدم رہیں" استقامت کا مطلب ہے سیدھے چلنا، راستے سے نہ ہٹنا۔ اعتدال سے چلنا۔

(2) استقامت ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ دین کے تمام اجزاء وارکان اور ان پر صحیح عمل اس کی تفسیر ہے۔ عثمان بن حاضر ازدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم تقویٰ اور خوف خدا کو لازم پکڑو اور استقامت کو بھی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں شریعت کی اتباع کرو، اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہ کرو۔" (مسند دارمی، معارف القرآن)

(3) اے نبی! اپنے رب کے احکامات اور دین جس کے ساتھ آپ ﷺ کو بھیجا گیا اور جس کی طرف آپ ﷺ بلاتے ہو، اس پر قائم رہو۔ (4) سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں سفیان کا قول نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن مجید پر قائم رہو۔ (جامع البیان)

(5) یہود اپنے دین پر قائم نہیں رہے تھے تو ان میں اختلاف ہو گیا۔ اللہ رب العزت نے اپنے نبی اور اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ استقامت اختیار کریں، صحیح عقائد اپنائیں، سیدھے راستے کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہ چلیں۔ دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کی شریعت پر چلیں۔

(6) استقامت کا راستہ مشقت کا راستہ ہے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا: "مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔" (فتح القدیر)

(7) قرآن مجید کی کوئی آیت اس آیت سے زیادہ نبی ﷺ کے لیے سخت اور مشقت والی نہیں تھی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ہود، واقعہ اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔" (الکشاف: 408)

(8) ﴿وَمَنْ تَابَ مَعَكَ﴾ "اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی ہے" جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو اپنے کفر کے بعد اس پر عمل کرتے ہیں جو ان کے رب نے ان کو حکم دیا۔ (جامع البیان)

(9) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو استقامت کا حکم دیا ہے کیونکہ دشمنوں پر فتح پانے کا سب سے بڑا ذریعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/860,859)

(10)سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے پھر میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کہہ میں ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔''(مسلم:159)

(11)﴿وَلَا تَطْغَوْا﴾ ''اور حد سے نہ بڑھو'' یعنی استقامت کی ان حدود سے آگے نہ بڑھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہیں۔(12)یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اعتقاد، قول اور عمل کی حدود مقرر فرمائی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:663)

(13)بغاوت اور سرکشی سے باز رہنے کی تاکید ہے، کیونکہ یہ دونوں تباہ کن ہیں، گو کسی غیر مسلم پر ہی زیادتی کیوں نہ ہو۔ درحقیقت زیادتی بالذات بری اور تباہ کن ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/860)

(14)﴿إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ''جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اسے وہ خوب دیکھنے والا ہے'' بے شک تمہاری اطاعت اور نافرمانی کے تمام اعمال کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، اس لیے اس سے ڈر جاؤ۔ وہ تمہارے لیے گھات لگائے ہوئے ہے۔

(15)ان آیات کریمہ میں استقامت کو مسلک بنانے کی ترغیب اور اس کے برعکس راستہ اختیار کرنے پر ترہیب دی گئی ہے۔

(16)حسن بصری کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیار ہو جاؤ! اس کے بعد آپ ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔''(تیسیر الرحمن:664)

(17)رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''(سورہ حم السجدۃ:30)

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ

''اور ان کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تمہیں آگ لگ جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی

اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾

مددگار نہ ہوگا پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی''(113)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ظالموں کی طرف جھکنے کی ممانعت کی وضاحت ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا ... النَّارُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے ظالموں کی طرف جھکنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا﴾ ''اور نہ جھکو'' ﴿تَرْكَنُوْٓا﴾ کا معنی جھکو مائل ہو۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(2) ﴿اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: شرک کی طرف مائل نہ ہو۔ ابو العالیہ نے کہا کہ تم اپنے اعمال پر راضی نہ ہو جاؤ۔ ابن زید نے کہا: الرکون الادھان ہے یعنی سست پڑنا ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ ''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں (جامع البیان)

(3) تم ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا کیونکہ اگر تم جھکے تو ان کے ظلم پر موافقت کرو گے اور ظلم پر راضی ہو جاؤ گے۔ (4) یعنی دین کی باتوں میں سستی اور اغماض سے کام نہ لو، شرک کی طرف نہ جھکو اور شرکیہ عملوں سے مطمئن اور خوش نہ ہو نیز ظالموں کی طرف مت جھکو اور نہ ان کے عملوں سے مدد لو اور نہ ان سے راضی ہو جاؤ۔ دراصل ظالموں کی حمایت ظلم کی حمایت ہے، ایسا ہرگز نہ کرو۔ (مختصر ابن کثیر: 860/1)

(5) ﴿فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ ''ورنہ تمہیں آگ لگ جائے گی'' ورنہ تم بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پھنس جاؤ گے پھر کون تمہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچائے گا۔

(6) ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی'' یعنی کوئی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں۔ اس آیت میں ظالم کی طرف میلان رکھنے سے روکا گیا ہے۔ اس پر وعید ہے تو ظالم کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم سے اپنی عافیت میں رکھے۔ (تفسیر سعدی: 1232,1231/2)

(7) مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ظلم سے ممانعت اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دھمکی کی بڑی دلیل ہے، اس لیے کہ جب ظلم کرنے والوں کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھنے والوں کی سزا جہنم بتائی گئی ہے، تو ان کا حال کیا ہوگا جن کی زندگی مشرکانہ اعمال اور ظلم و بربریت میں ڈوبی ہوئی ہو۔ (تیسیر الرحمن: 664/1)

(8) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظلم و جور کی ممانعت اور حرمت کے لئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ سے زیادہ تصور میں لائی جا سکتی ہے کیونکہ ظالموں کے ساتھ دوستی اور گہرے تعلق ہی کو نہیں بلکہ ان کی طرف ادنیٰ درجہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میلان اور جھکاؤ اوران کے پاس بیٹھنے کو بھی اس میں ممنوع قرار دیا ہے۔امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنے دنیوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے کے لئے جائے۔(تفسیر مظہری)

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ

''اورآپ نماز قائم کریں دن کے دونوں اطراف میں اوررات کی چند گھڑیوں میں، بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں،

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾

یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے''(114)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص نے کسی غیر عورت کو بوسہ دے دیا اور پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اپنا گناہ بیان کیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''اورتم نماز کی پابندی کرو دن کے دونوں سروں پر اوررات کے کچھ حصوں میں بے شک نیکیاں مٹا دیتی ہیں بدیوں کو، یہ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے''ان صاحب نے عرض کیا: یہ آیت صرف میرے ہی لیے ہے(کہ نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں)؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میری امت کے ہر انسان کے لیے ہے جو اس پر عمل کرے۔'' (بخاری:4687)

سوال2: اقامت نماز کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ... مِّنَ الَّيْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے اقامت نماز کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾''اور آپ نماز قائم کریں''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب استقامت کا ذکر کیا تو اس خاص قسم کا ذکر کیا۔اقامت صلوٰۃ رأس الایمان ہے۔(فتح القدیر)

(2)چونکہ نماز ایمان کی جڑ اور استقامت کا اہم ترین مظہر ہے،اسی لیے اس کا ذکر خصوصی طور پر آیا ہے۔(تیسیر الرحمن:665/1)

(3)﴿طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾''دن کے دونوں اطراف میں''دن کے دوسروں سے مراد صبح اور مغرب ہے۔

(4)دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں۔اس میں فجر،ظہر اور عصر کی نماز شامل ہے۔(تفسیر سعدی:1232/2)

(5)﴿وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾''اوررات کی چند گھڑیوں میں''﴿زُلَفًا﴾ یعنی گھڑی اسی سے مزدلفہ ہے کیونکہ لوگ وہاں وقفہ وقفہ سے آتے رہتے ہیں اور زلف منزلوں کو بھی کہتے ہیں۔﴿زلفی﴾ کا لفظ سورہ ص میں ہے جیسے ﴿قربی﴾ یعنی نزدیکی۔ ﴿ازلفوا﴾ کا معنی جمع ہو گئے۔ازلفنا متعدی ہے یعنی ہم نے جمع کیا۔(بخاری کتاب التفسیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)اس میں مغرب اور عشاء کی نماز داخل ہے۔تہجد کی نماز بھی اسی میں شامل ہے، کیونکہ بندہ مومن تہجد کی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1232/2)

(7)اللہ تبارک وتعالیٰ نے کامل طور پر نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔

سوال3: نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں'' اس سے مراد تمام نیکیاں ہیں۔

(2)یعنی یہ نماز پنج گانہ اور اس سے ملحق نوافل سب سے بڑی نیکی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ کہ نماز سب سے بڑی نیکی اور ثواب کی موجب ہے اور برائیوں کو مٹاتی بھی ہے۔اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں اس اطلاق کو مقید کیا گیا ہے۔بلکہ اس آیت کے اطلاق کو سورۃ النساء کی اس آیت نے بھی مقید کر دیا ہے فرمایا:﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ ''اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچتے رہے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تم سے تمہاری برائیاں دور کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔'' (النساء:31)(تفسیر سعدی:1232/2)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے کے سامنے نہر ہو،جس میں وہ ہر روز پانچ دفعہ نہائے تو کیا اس کی میل باقی رہ جائے گی'' صحابہ نے عرض کیا:اس کے جسم پر ذرہ بھی میل باقی نہیں رہے گی۔آپ ﷺ نے فرمایا:''پانچ نمازوں کی بھی یہی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔'' (بخاری:528)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک اپنے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں جب تک کبیرہ (گناہوں) کا ارتکاب نہ کرے۔'' (مسلم:552)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب مسلمان یا مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں جو اس نے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنکھوں سے دیکھ کر کیے ہیں اور جب اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جن کا اس نے اپنے ہاتھوں سے ارتکاب کیا ہے اس طرح جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جن کی طرف وہ چل کر گیا ہو۔ بالآخر وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔'' (مسلم:577)

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ سردی کے موسم میں باہر نکلے۔ درختوں کے پتے گر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی ٹہنی کو پکڑا تو اس کے پتے گرنا شروع ہو گئے اور فرمایا: ''اے ابوذر!'' میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ گئے۔'' (مسند احمد:179/5)

(7) معدان بن ابی طلحہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان سے ملا۔ میں نے کہا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتائیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے یا کہا مجھے ایسا کام بتائیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہو۔ وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے اس سے پھر پوچھا اور وہ خاموش رہا۔ پھر میں نے تیسری مرتبہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''زیادہ سے زیادہ سجدے کرو کیونکہ تمہارے ایک سجدے کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک درجہ بلند کر دے گا اور ایک گناہ ختم کر دے گا۔'' (مسلم:1093)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' (بخاری:1901)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' (بخاری:1521)

سوال 4: ﴿ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' شاید یہ گزشتہ باتوں کی طرف اشارہ ہے جیسے صراط مستقیم پر استقامت کا التزام، حدود الٰہی سے عدم تجاوز، اہل ظلم کی طرف عدم میلان، اقامت صلوٰۃ کا حکم اور یہ بیان کہ نیکیاں تمام برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ سب ﴿ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے'' وہ اس چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اوامر ونواہی کو سمجھتے ہیں اور ان تمام اوامر کی تعمیل کرتے ہیں جن کا ثمرہ وہ نیکیاں ہیں جو شر اور برائی کو مٹاتی ہیں۔ مگر ان امور میں مجاہدہ نفس اور صبر کی سخت ضرورت ہے۔ (تفسیر سعدی:1232/2)

(2) یعنی قرآن نصیحت ہے اور توبہ اس کے لیے ہے جو نصیحت قبول کرے اور ذکر ذاکرین کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ ذکر سے نفع اٹھاتے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن:79,78)

(3) حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کو خوشی اور غم میں، سختیوں اور خوش حالی میں اور عافیت اور آزمائش میں یاد کرتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم:2093/6)

﴿وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾

''اور آپ صبر کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' (115)

سوال: صبر کے حکم کی وضاحت ﴿وَاصْبِرْ ... الْمُحْسِنِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے صبر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ﴾ ''اور آپ صبر کریں'' یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم اور اس کی نافرمانی سے باز رکھیں اور اس کا ہمیشہ التزام کریں اور تنگ دل نہ ہوں۔ (تفسیر سعدی:1233,1232/1)

(2) اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی مشرک قوم سے جو ایذائیں پہنچتی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔

(3) اللہ رب العزت نے جب حکم دیا: ﴿فاستقم كما امرت﴾ سے ﴿اقم الصلوٰة﴾ تک تو ان احکامات کو ﴿وَاصْبِرْ﴾ پر ختم کیا کیونکہ صبر کے بغیر یہ احکامات تکمیل کو نہیں پہنچتے، نہ استقامت، نہ حدود سے عدم تجاوز، نہ ظالموں کی طرف جھکنے سے بچنا، نہ اقامت صلوٰۃ، سارے ہی امور صبر کے ساتھ متعلق ہیں۔ (الاساس فی التفسیر)

(4) ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ محسنین کے تمام نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے اور انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دیتا ہے۔ جب کمزور نفس اکساہٹ کا شکار ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں تو صبر کی ترغیب اور ثواب کا شوق دلایا گیا ہے۔

(5) ﴿الْمُحْسِنِينَ﴾ جو اپنی نیت، اپنے اقوال اور اپنے اعمال اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے لیے احسن طریقے سے ادا کرتے ہیں یعنی جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے طریقے بتائے ہیں ان کو اختیار کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:663)

(6) محسن وہ ہیں جو اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہیں اور کامل طور پر ادا کرتے ہیں پھر ان کی نیکیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برائیوں کو دور کرنے کا سبب بن جاتی ہیں۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہاں آپ کے سامنے ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے (دیگر سوالوں کے علاوہ یہ بھی) پوچھا: احسان کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت (خشوع وخضوع اور خلوص سے) کرو، گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نصیب نہ ہو کہ تم اس کو دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمہیں دیکھتا ہے۔'' (بخاری:50)

(8) علماء وسلف میں تین کلمے ایسے معروف تھے جو باہم ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے، وہ یاد رکھنے کے قابل ہیں: ﴿مَنْ عَمِلَ لِآخِرَتِهِ كَفَاهُ اللهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ﴾ اول: یہ کہ جو شخص آخرت کے لئے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کو خود بخود درست فرما دیتے ہیں اور ان کی ذمہ داری خود لے لیتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللهُ عَلَانِيَتَهُ﴾ دوسرے یہ کہ جو شخص اپنی باطنی حالت کو درست کر لے کہ قلب کا رخ سب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت کو خود بخود درست فرما دیتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ أَصْلَحَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ أَصْلَحَ اللهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ﴾ تیسرے یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ کو صحیح و درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور تمام لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود درست فرما دیتے ہیں۔ (تفسیر روح البیان: 131/2)

﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي

''تم سے پہلے کی قوموں میں سے پھر کچھ بچی کھچی بھلائی والے لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد سے منع کرتے سوائے

الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا

تھوڑے سے لوگوں کے ان میں سے جن کو ہم نے ان میں سے نجات دی اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا وہ ان چیزوں کے پیچھے

فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾

پڑے رہے جن میں انہیں عیش وآرام دیا گیا تھا اور وہ جرائم پیشہ تھے'' (116)

سوال: برائیوں سے روکنے والی جماعت کا وجود ضروری ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَوْلَا ... مُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت کریمہ میں ترغیب دی گئی ہے کہ امت میں ایسے افراد ہونے چاہئیں جو لوگوں کے معاملات کی اصلاح کریں، اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کریں، گمراہوں کو ہدایت کی طرف بلائیں، برائیوں سے روکیں اور اس راستے کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مشکلات پر صبر کریں۔

(2)﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''تم سے پہلے کی قوموں میں سے پھر کچھ لوگ کیوں نہ ہوئے'' جب رب العزت نے گزشتہ اقوام کی ہلاکت کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان میں سے اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے سے انکار کیا تو اب فرمایا کہ ان میں سے کچھ اہل خیر ایسے کیوں نہ ہوئے جو انہیں ہدایت کی طرف بلاتے رہتے، انہیں فساد اور ہلاکت سے روکتے تو ان سے یہ فائدہ ہوتا کہ دین بچے رہتے مگر ایسے لوگ بہت کم تھے۔

(3)﴿أُولُوا بَقِيَّةٍ﴾ ''کچھ بچی کھچی بھلائی والے'' سے مراد اہل خیر ہیں جو لوگوں کو آخرت کی یاد دلائیں اپنے ماحول کی اصلاح کریں۔ جو زمین پر اللہ تعالیٰ کا نظام قائم کرنا چاہیں یہ لوگ جس قوم میں کام کرتے ہیں ان کی وجہ سے قومیں عذاب سے بچ جاتی ہیں۔

(4)﴿أُولُوا بَقِيَّةٍ﴾ سے مراد فہم اور عقل والے جو اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور اس کے دلائل پر تدبر کرتے ہیں اور اہل ایمان اور اہل کفر کو پہچانتے ہیں۔ (جامع البیان)

(5)﴿يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ﴾ ''جو زمین میں فساد سے منع کرتے'' جو نافرمانوں کو ان کی نافرمانیوں سے اور کافروں کو ان کے کفر سے روکتے۔ (جامع البیان) جو شرک سے روکتے اور ہر اس کام سے روکتے جس کی وجہ سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

(6)﴿إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ﴾ ''سوائے تھوڑے سے لوگوں کے ان میں سے جن کو ہم نے ان میں سے نجات دی'' یعنی گزشتہ امتوں میں سے کم ہی تھے جنہوں نے نجات پائی۔ جن لوگوں نے نجات پائی وہ انبیاء کی پیروی کرنے والے تھے، انہوں نے اقامت دین کی وجہ سے نجات پائی۔

(7) اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت محمد یہ کو حکم دیا ہے کہ اس میں ایسے لوگ ضرور ہوں جو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (آل عمران:104) اور فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ ''اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سارے کے سارے اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان ہی نکل جائیں، سوان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہیں نکلے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف واپس جائیں تا کہ وہ بچ جائیں۔" (التوبۃ:122) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب لوگ کوئی بری بات دیکھیں اور اس کو دفع نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عام عذاب نازل کر دے۔" (ابن ماجہ:4005)

(8) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اقامت دین کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حجت بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ہاتھوں پر اپنی سنت جاری کر دیتا ہے تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کی بنا پر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔

(9) اس حال کو اختیار کرنے والا مرتبہ امامت پر فائز ہوتا ہے کیونکہ اس کا عمل خالص رب العالمین کے لیے ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1234)

(10) ﴿وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ﴾ "اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑے رہے جن میں انہیں عیش و آرام دیا گیا تھا" وہ عیش و عشرت اور راحتوں کے پیچھے پڑے رہے جن میں عہدوں سے محبت اور دولت اور عیش و عشرت کے اسباب کو حاصل کرنا اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے رکنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈالنا ہے۔ (الاساس فی التفسیر)

(11) ﴿وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾ "اور وہ جرائم پیشہ تھے" ان نعمتوں اور آسائشوں کے پیچھے پڑ کر انہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا اور عتاب کے مستحق ٹھہرے اور عذاب نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ (تفسیر سعدی:2/1233)

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ﴾

"اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے جب کہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں" (117)

سوال: ﴿وَمَا ... مُصْلِحُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ﴾ "اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے" یعنی جب تک کسی بستی کے لوگ اصلاح کا رویہ اختیار کریں، دین پر قائم ہوں تو ان کا رب انہیں ہلاک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ تو ظلم کرنے والوں کو ہلاک کرتا ہے جب ان پر حجت قائم ہو جائے۔

(2) ﴿وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ﴾ "جب کہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں" یعنی جب لوگ ایمان میں مخلص ہو جائیں، اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ گزشتہ مظالم کی پاداش میں انہیں ہلاک نہیں کرے گا، انہیں معاف کر دے گا اور ان کے گزشتہ ظلم کو مٹا دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اس آیت کریمہ کی تفسیر دوطرح سے بیان کی گئی ہے:ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک قوم آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتی ہے اور آپس میں ظلم وزیادتی نہیں کرتی،قوی کمزور کا حق غصب نہیں کرتا تو محض شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک نہیں کرتا۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا قول ہے:حکومت کفر کے ساتھ تو باقی رہتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔جب کوئی قوم یا کوئی حکومت ظالم بن جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ختم کر دیتا ہے۔دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ جب تک کوئی قوم بھلائی کا حکم دیتی اور برائی سے روکتی ہے اللہ تعالیٰ محض شرک کی وجہ سے اسے ہلاک نہیں کرتا ہے، اس لیے کہ کسی قوم میں تمام برائیوں کی جڑ یہ ہے کہ اس کے اصحاب عقل وخرد لوگوں کو بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بند کر دیں۔(تیسیر الرحمٰن)

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ﴾

''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے''(118)

سوال:اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایمان عطا نہیں فرمایا،اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... مُخْتَلِفِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو یقیناً ایک ہی امت بنا دیتا''یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہے وہ چاہتا تو ساری دنیا کو مسلمان بنا دیتا جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے،تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔(یونس:99)

(2)(i)اللہ تعالیٰ چاہتا تو دوسری مخلوقات کی طرح انسان کو بھی صراط مستقیم کا پابند بنا سکتا تھا۔مگر یہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ تھا کہ انسان جو راستہ چاہیں اختیار کریں اور اس کے مطابق انجام کو پہنچیں۔(ii)اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ انسانوں کو آزادانہ اختیار کے تحت انتخاب کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ وہ اپنی مرضی سے اچھا یا بُرا راستہ اختیار کر سکیں۔

(3)﴿وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ﴾''اور وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے''اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگ اختلاف کریں۔اپنی رائے کو حق اور دوسروں کو گمراہ سمجھیں اور صراط مستقیم کی مخالفت کر کے جہنم کے راستے پر چلتے رہیں۔

(4)﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾''ایک امت''سے مراد دین واحد ہے اور وہ اسلام ہے۔

(5)لوگوں کے درمیان اختلافات اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق ہوتے ہیں تاکہ لوگ اپنے راستے کے انتخاب کے مطابق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوششیں کریں اور اپنی کوشش کے مطابق اپنے انجام کو پہنچیں۔

(6) سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہود کے اکہتر فرقے ہوئے اور ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر دوزخ میں جائیں گے اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے ان میں سے اکہتر دوزخی ہیں اور ایک جنتی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور بہتر جہنم میں۔ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ''جماعت۔'' (ابن ماجہ:3992)

﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ

''مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

کو جنوں اور انسانوں سبھی سے ضرور بھر دوں گا'' (119)

سوال 1: فرقہ ناجیہ کون سا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا ... خَلَقَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ ''مگر جن پر آپ کا رب رحم کرے'' یعنی اختلاف سے وہ لوگ بچیں گے جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا جو رسولوں کی فرمانبرداری کریں اور دین کے ان احکام پر سختی سے عمل پیرا ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے انہیں بتایا ہوگا۔ یہ لوگ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع کرتے رہے، پھر جب سب سے آخر میں سید الانبیاء وخاتم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت واعانت میں کمربستہ ہو کر دنیا وآخرت کی سعادتوں سے ہمکنار ہو گئے کیونکہ یہی اس فرقہ ناجیہ سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا ذکر اس حدیث میں مذکور ہے جو مسانید اور سنن میں ایسی مختلف سندوں سے مروی ہے جو ایک دوسری کے لیے باعث تقویت ہیں: ''یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور یہ امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور ایک فرقے کے سوا یہ تمام فرقے جہنم رسید ہوں گے،'' عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: ''وہ جو اس کے مطابق عمل کریں گے جس پر میرا اور میرے صحابہ کا عمل ہے۔'' (ابن حبان:6731) (المصباح المنیر :333/3)

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کی علم حق کی طرف راہ نمائی کی، انہیں اس پر عمل اور اس پر اتفاق کی توفیق بخشی۔ پس یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے سعادت کو لکھ دیا گیا تھا اور عنایت اور توفیق الٰہی نے ان کو جا لیا تھا۔ رہے ان کے علاوہ دیگر لوگ تو ان کو ان کے نفسوں کے حوالے کر دیا گیا۔ (تفسیر سعدی:1235/2)

(3) ﴿وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾ ''اور اسی لیے اس نے ان کو پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے بدبختوں اور خوش بختوں کے اختلاف

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے انہیں پیدا کیا۔

(4) یعنی اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے اور اہل رحمت کو رحمت کے لیے پیدا کیا۔ (ایسر التفاسیر:664)

(5) یعنی ان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا، تاکہ ان میں سے کچھ لوگ خوش بخت اور کچھ لوگ بد بخت ہوں، ان میں کچھ لوگ اتفاق کرنے والے اور کچھ لوگ اختلاف کرنے والے ہوں۔ ان میں سے ایک گروہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز دیا اور ایک گروہ وہ ہے جو گمراہی کا حق دار قرار پایا، تاکہ بندوں پر اس کا عدل اور اس کی حکمت عیاں ہو جائے، نیز طبائع بشری میں جو کچھ بھی اچھائی اور برائی پنہاں ہے وہ ظاہر ہو جائے اور تاکہ جہاد اور عبادات کا بازار گرم ہو جو امتحان اور آزمائش کے بغیر درست اور مکمل نہیں ہوتیں۔ (تفسیر سعدی:1235/2)

سوال 2: جہنم کن لوگوں سے بھر دی جائے گی، اس کی وضاحت ﴿وَتَمَّتْ ... اَجْمَعِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سبھی سے ضرور بھر دوں گا'' جہنم متکبر اور سرکش لوگوں سے بھر دی جائے گی۔

(2) جہنم ان لوگوں سے بھر دی جائے گی: (i) جو حق کے راستے سے اختلاف کرتے رہے۔ (ii) جو اہل حق سے اختلاف کرتے رہے۔ (iii) جو آپس میں بھی اختلاف رکھتے ہیں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا تو دوزخ نے کہا کہ مجھے متکبر اور ظالم لوگوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی اور پھر جنت نے کہا کہ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میرے اندر سوائے حقیر کمزور اور عاجز لوگوں کے اور کوئی داخل نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا لیکن تم میں سے ہر ایک کو میں نے ضرور بھرنا ہے پھر جب دوزخ نہیں بھرے گی تو اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان اپنا قدم دوزخ میں رکھیں گے تو دوزخ کہے گی بس بس پھر دوزخ اسی وقت بھر جائے گی اور اس کا ایک حصہ دوسرے کی طرف سمٹ جائے گا۔'' (صحیح مسلم:7173)

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنم والوں میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو اہل دنیا میں سے بہت سی نعمتوں والا تھا پھر اس سے کہا جائے گا اے ابن آدم کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی بھی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کبھی کوئی نعمت ملی تھی؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار، نہیں ملی اور پھر اہل جنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے اس آدمی کو پیش کیا جائے گا جسے دنیا میں لوگوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں آئی ہوں گی پھر اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی ہے؟ کیا تجھ پر کوئی سختی بھی گزری؟ وہ عرض کرے گا: اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار نہیں کبھی کوئی تکلیف میرے پاس سے نہ گزری اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی شدت و سختی دیکھی۔'' (صحیح مسلم:7088)

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ

''اور ہم رسولوں کے واقعات میں سے ہر چیز آپ کو سنا رہے ہیں جس کے ساتھ ہم آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں اور آپ کے

فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

پاس اس معاملے میں حق آ گیا اور ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے'' (120)

سوال 1: انبیاء علیہم السلام کے واقعات رسول اللہ ﷺ کے دل کی تسکین کے لیے بیان کیے گئے، اس کی وضاحت ﴿وَكُلًّا ... لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے اس سورت میں انبیاء کے حالات بیان فرمائے تو اس کی حکمت بیان فرمائی۔

(2) ﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ ''اور ہم رسولوں کے واقعات میں سے ہر چیز آپ کو سنا رہے ہیں جس کے ساتھ ہم آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں'' سابقہ امتوں کا نبیوں کو نہ ماننا، نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور وعظ و نصیحت میں لگے رہنا، اللہ تعالیٰ کا عذاب آنا، نافرمانوں کا برباد ہونا اور فرماں برداروں کا بچا لیا جانا ہم نے یہ تمام باتیں آپ کو بتا دیں تاکہ آپ کے دل کو تسکین ہو۔ (مختصر ابن کثیر:2/863)

(3) یعنی یہ واقعات آپ ﷺ کو رسالت کے فریضے کی ادائیگی کے لیے مضبوط، مطمئن رکھنے کے لیے بیان کیے گئے ہیں تاکہ آپ کو اطمینان حاصل ہو اور ثبات ملے اور آپ صبر کریں جیسے انبیاء نے اذیتوں پر صبر کیا تھا۔

(4) نفوس انسانی اقتداء سے مانوس ہوتے ہیں اور اعمال پر ان کو نشاط حاصل ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں، حق کے شواہد اور اس کے لیے کام کرنے والوں کی کثرت کا ذکر کرنے سے حق کی تائید ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1235)

(5) یعنی قصص سے ہم آپ ﷺ کے یقین کو بڑھائیں گے اور ثابت قدم رکھیں گے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ آپ ﷺ کے دل کو مضبوط کریں گے اور ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کے دل کو اس سے باندھ دیں گے یہاں تک کہ وہ جزع فزع نہیں کرے گا۔ (الجامع الاحکام القرآن:81)

(6) ﴿وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ﴾ ''اور آپ کے پاس اس معاملے میں حق آ گیا'' اس سورت میں ہم حق لے کر آئے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس دنیا میں حق لے کر آئے ہیں یعنی نبوت۔(جامع البیان)

(7)﴿الْحَقُّ﴾ ''حق'' یعنی آپ ﷺ کے پاس یقین آ گیا اور اس میں کسی لحاظ سے بھی کوئی شک نہیں۔اس کا علم حق کا علم ہے جو نفس کے لیے بڑی فضیلت ہے۔

(8)﴿وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے'' یعنی مومن اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں، برے کاموں سے رک جاتے ہیں اور اچھے کاموں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور جو ایمان نہیں رکھتے انہیں نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

سوال 2: قصص یعنی گزشتہ قوموں کے واقعات دل کو اسلام پر جمانے کے لیے کیسے مددگار ہوتے ہیں؟

جواب: (1) قصص یعنی گزشتہ قوموں کے واقعات میں اسلام کی دعوت کے بارے میں سچی باتیں ہیں، جو دل کو اسلام پر جمانے والی ہیں۔(2) قصص میں انبیاء کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔یوں انسان کے لیے دعوت دینا اور مستقل مزاجی کے ساتھ اس پر جمے رہنا ممکن ہو جاتا ہے۔(3) قصص میں ڈراوے اور خوش خبریاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے انسان انجام کے بارے میں پر اعتماد ہو جاتا ہے کہ اس دعوت کو قبول کرنے والے اچھے انجام کو پہنچیں گے اور انکار کرنے والے بچ نہیں پائیں گے۔(4) قصص میں نصیحت آموز واقعات ہوتے ہیں۔چلتی پھرتی حقیقی زندگی سے انسان کی ڈھارس بندھتی ہے کہ یہ ساری ذمہ داریاں پوری کرنا ممکن ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہیں کیونکہ پہلے لوگوں نے بھی یہ سب کچھ اپنایا تھا۔(5) ان قصص سے ایک داعی کو ثابت قدم رہنے میں مدد ملتی ہے کہ حق کے راستے میں مشکلات تو پہلے بھی پیش آتی رہی ہیں اس لیے مایوسی اور گھبراہٹ نہیں، اللہ تعالیٰ پر توکل ضروری ہے۔

(6) داعی کو یہ اعتماد حاصل ہوتا ہے کہ جس طرح پہلے سچ کے راستے پر چلنے والوں کو کامیابی نصیب ہوتی تھی ایسے ہی اسے بھی نصیب ہوگی۔

﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۫ اِنَّا عٰمِلُوْنَ﴾

''اور آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں''(121)

سوال 1: کافروں کو جو تنبیہ کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ ... عٰمِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ایمان نہ لانے والے کافروں کو تنبیہ کر دیں۔

(2)﴿اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ ''تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو'' یعنی جس حالت میں تم ہو، جو کر رہے ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے چلے جاؤ۔

(3)﴿اِنَّا عٰمِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں'' ہم بھی توحید کے طریقوں پر عمل کرتے رہیں گے۔

(4) یہ برأت کا اظہار ہے جیسا کہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (1) لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (2) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (3) وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (4) وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (5) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔ (الکافرون:1-6)

سوال 2: داعی کو کس موڑ پر اپنی قوم سے یہ کہنا چاہیے'' کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے ہو ہم اپنے طریقے پر کر رہے ہیں''؟

جواب: (1) جب قوم دلیل کی بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ (2) جب قوم ہٹ دھرمی کا راستہ اختیار کر لے۔

(3) جب قوم محاذ آرائی پر اُتر آئے تو داعی کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ تم اپنی جگہ کام کرو ہم اپنی جگہ کام کرنے والے ہیں۔

﴿وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾

''اور تم انتظار کرو بے شک ہم بھی منتظر ہیں'' (122)

سوال: انجام کس کا اچھا ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَانْتَظِرُوْا ... مُنْتَظِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَانْتَظِرُوْا﴾ ''اور تم انتظار کرو'' یعنی اپنے انجام کا انتظار کرو۔

(2) یعنی ہم پر جو کچھ نازل ہوگا تم اس کا انتظار کرو۔ (تفسیر سعدی:2/1236)

(3)﴿اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ''بے شک ہم بھی منتظر ہیں'' اور تم پر جو کچھ نازل ہوگا ہم اس کے منتظر ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1236)

(4) یعنی عنقریب تم یہ جان لو گے کہ آخرت میں اچھا انجام کس کا ہوگا اور ظالم لوگ تو کبھی فلاح نہیں پا سکتے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدے کو پورا فرما دیا، آپ کو اپنی تائید و نصرت سے نوازا، اپنے کلمے کو سربلند کیا، کافروں کی بات کو پست کر دیا اور اللہ تعالیٰ ہی غالب اور حکمت والا ہے۔ (المصباح المنیر:1/335)

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ

''اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سو آپ اسی کی عبادت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ع 10 14 10

وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو'' (123)

سوال: مطلق عالم غیب اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' مطلق عالم غیب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے۔

(2) اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے ذکر کیا ہے کہ اے محمد ﷺ! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس کا علم رکھنے والا وہی ہے۔ ہر چیز اس کے ہاتھ میں ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔ وہ جانتا ہے جو آپ ﷺ کی مشرک قوم آپ ﷺ کے ساتھ کر رہی ہے اور جو ان کا انجام ہونے والا ہے۔ (جامع البیان)

(3) ﴿وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ ''اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں'' تمام کام، تمام اعمال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جانے ہیں۔ وہ پاک اور ناپاک کو الگ الگ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال اور نیتوں کے مطابق جزا دے گا۔ وہی خالق ہے اور وہی حاکم ہے۔

(4) ﴿فَاعْبُدْهُ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں'' یعنی اس کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

(5) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبودیت کو قائم کیجیے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام ہیں جن کی تعمیل پر آپ ﷺ قادر ہیں۔

(6) ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''اور اسی پر بھروسہ رکھیں'' اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے، جو اس پر توکل کرتا ہے اس کے لیے وہ کافی ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3)

(7) ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ کا رب اس سے بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ اسلام کے دشمنوں کی حالتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کا علم ان سارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے جن پر اس کا قلم جاری ہو چکا۔ خواہ وہ خیر ہو یا شر اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ ان سارے اعمال پر اب اس کا حکم اور اس کی جانب سے جزا کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو دنیا اور آخرت میں پورا پورا بدلہ دے گا اور آپ ﷺ دونوں جہانوں میں کامیاب رہیں گے۔ الٰہی ہمیں عبادت کا حق ادا کرنے اور توکل کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰيَاتُهَا 111	سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ - 53 - 12	رُكُوْعَاتُهَا 12

سوال1:اس سورت کا نام یوسف کیوں ہے؟

جواب:اس سورت میں یوسف علیہ السلام کے قصے کو بیان کیا گیا ہے۔جو احسن القصص ہے،اس لیے اس کا نام سورہ یوسف ہے۔

سوال2:یہ سورت کب نازل ہوئی؟اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:یہ مکی سورت ہے اس کی 111 آیات اور 12 رکوع ہیں۔مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ بارھویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 53 ہے۔

سوال3:اس سورت کے کیا مضامین ہیں؟

جواب:(1)اس سورت کے مضامین مکی سورتوں والے ہیں یعنی اصول دین میں سے اللہ تعالیٰ کی توحید،وحی اور رسالت اور بعث وجزا۔

(2)اس سورت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بھی شدید آزمائشوں سے گزرنے کے بعد مصر کی حکومت کا مالک بنایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بھی قریش پر غلبہ دے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

''الٓرٰ۔یہ واضح کتاب کی آیات ہیں''(1)

سوال1:﴿الٓرٰ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓرٰ﴾ حروف مقطعات ہیں جس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(i)ان حروف میں سے ہیں جنہیں انسان لکھتے پڑھتے ہیں۔

(ii)ان حروف کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: قرآن مجید کے اوصاف کی وضاحت ﴿تِلْكَ ... الْمُبِيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''یہ واضح کتاب کی آیات ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اس کتاب مقدس کی آیات ہیں جسے قرآن کہا جاتا ہے جو نہایت واضح، روشن اور صاف ہے اور جو نامعلوم چیزوں کی حقیقتوں کا انکشاف کرتا ہے اور ان کی وضاحت کرتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/864)

(2) کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو حلال وحرام، شریعت کی حدود، اور ان تمام امور کو بیان کرتی ہے جو بنی نوع انسان کو زندگی میں پیش آتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن:1/669)

(3) یعنی جس کے الفاظ اور معنی واضح ہیں۔ اس کے واضح اور بین ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا جو سب سے زیادہ فضیلت کی حامل اور سب سے زیادہ واضح زبان ہے۔ المبین سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان تمام حقائق نافعہ کو بیان کرتی ہے جن کے لوگ حاجت مند ہیں اور یہ سب ایضاح وتبیین ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

''یقیناہم نے عربی قرآن بنا کر اسے نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھو'' (2)

سوال: قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کرنے کا مقصد ﴿اِنَّآ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا﴾ ''یقیناہم نے قرآن بنا کر اسے نازل کیا ہے'' اللہ رب العزت نے اس کتاب یعنی قران مجید کو سب سے زیادہ معزز رسول پر، بلد امین، عزت والے مہینے میں معزز فرشتے کے واسطے سے لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔

(2)﴿عَرَبِيًّا﴾ ''عربی بنا کر'' عربی زبان میں جو رسول اللہ ﷺ کی، اہل جنت کی اور قرآن کی زبان ہے۔

(3) چونکہ عربی زبان بڑی فصیح وبلیغ ہے، اپنے دامن میں بڑی وسعت رکھتی ہے۔ مقاصد کو پوری طرح سے، وضاحت سے بیان کرتی ہے اس لیے یہ جلیل الشان، قدر ومنزلت والی پاکیزہ ترین کتاب اس بہترین زبان میں دنیا کے کامل ترین انسان یعنی خاتم الانبیاء پر نازل ہوئی۔ (مختصر ابن کثیر:1/864)

(4)﴿لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تا کہ تم سمجھو'' یعنی تم عقل سے کام لے کر غور وفکر کرو، اسے سمجھو اور اس پر عمل کرو۔

(5) یعنی تا کہ اس کی حدود، اس کے اصول وفروع اور اس کے اوامر ونواہی کو سمجھ سکو۔ جب تم اس کو ایقان کے ساتھ سمجھ لو گے اور تمہارے دل اس کی معرفت سے لبریز ہو جائیں گے تو اس کے ثمرات، جوارح کے عمل اور اطاعت کی صورت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہوں گے۔(تفسیر سعدی:1237/2)

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾

''ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے

وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾

اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے''(3)

سوال1: قرآن مجید کی خوبی کی وضاحت ﴿نَحْنُ۔۔۔الْغٰفِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں قرآن حکیم کی خوبی بیان کی گئی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔(مختصر ابن کثیر:865/1)

(2)﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ ''ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں'' یعنی ہم آپ کو جو قصہ سنا رہے ہیں وہ اپنی سچائی اور خوب صورتی کی وجہ سے سب سے زیادہ اچھا قصہ ہے۔

(3) بہترین کتاب کا ہر واقعہ ہر پہلو سے خوب صورت ہے اس لیے فرمایا کہ ہم وحی کے ذریعے آپ کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں۔صحابہ نے آپ ﷺ سے اس قصے کے سننے کی تمنا کی تھی اس پر یہ آیت اتری تھی۔(تفسیر طبری)

(4)﴿بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾ ''اس قرآن (کی بدولت) جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے'' یعنی وہ سارے امور جن کو ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کیا۔ان کے ذریعے ہم نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت عطا کی ہے۔

(5) قرآن حکیم کے الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں تھے یہ خبر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے دی۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں کیونکہ آپ ﷺ پر وحی کے ذریعے یہ سچا واقعہ نازل کیا گیا آپ نہ تاریخ جانتے تھے نہ کسی سے آپ ﷺ نے سیکھا تھا یقیناً یہ وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو بتایا گیا۔

(6)﴿وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ ''اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے'' یعنی آپ ﷺ اس سے پہلے بے خبر تھے یعنی نہ آپ ﷺ کسی کے شاگرد تھے نہ کسی اور ذریعے سے خبر رکھتے تھے۔

(7) یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے اس قصہ کے بارے میں اہل مکہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ نبی کریم ﷺ کو ہی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس کی کوئی خبر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دینے کے لیے قرآن میں یہ سورت نازل فرمائی۔ (تیسیر الرحمن:670)

(8) آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟

(9) یعنی آپ ﷺ احکام، رسولوں کے واقعات، اجتماعی معاملات، اصول معاشرت اور آداب سیاست کو نہیں جانتے تھے۔

(10) یعنی اس سے پہلے آپ ﷺ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ (جامع البیان:160,159)

(11) قرآن حکیم جن قصوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے اور یہ قصہ بہترین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام، ان کے والد یعقوب علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ انتہائی خوب صورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔

سوال 2: قصہ یوسف کو احسن القصص کیوں کہا گیا؟

جواب: (1) اس قصے میں، ایک پیغمبر کے قصے کی صورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ:

(i) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ حق کے لیے اٹھنے والوں کی مدد کرتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ مخالفین کی سازشوں کے باوجود ان کو کامیاب کرتا ہے۔

(iv) اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی شرائط بتائی ہیں: تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید سے اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رکنا اور صبر یعنی ہر حال میں حق کے راستے پر جمے رہنا۔

(2) اس قصے میں حسد اور دشمنی کا انجام اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا بیان ہے۔

(3) اس قصے میں نفس امارہ کی سرکشیوں کا نتیجہ اور انسانی مسائل اور حادثات کے دلچسپ اور عبرت انگیز پہلو ہیں۔ اس لیے اسے قرآن حکیم میں احسن القصص کہا گیا۔

﴿اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: ''اے میرے ابا جان! بلاشبہ میں نے گیارہ ستاروں کو اور ایک سورج کو اور ایک چاند

رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴾

کو دیکھا ہے، میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں'' (4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام کون تھے، انہوں نے جو خواب دیکھا، اس کی وضاحت ﴿اِذْ ... سٰجِدِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ﴾ ''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کا زمانہ انیسویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ آپ علیہ السلام کا گھرانہ فلسطین میں رہائش پذیر تھا۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج چاند ہیں وہ انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ شریف آدمی کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کا خوف سب سے زیادہ رکھتا ہو'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' پھر سب سے زیادہ شریف اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا یوسف بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کہا کہ ہمارے سوال کا یہ مقصد بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا تم لوگ عرب کے خانوادوں کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ دیکھو! لوگوں کی مثال کانوں کی سی ہے (کسی کان میں سے اچھا مال نکلتا ہے کسی میں سے برا) جو لوگ تم سے زمانہ جاہلیت میں شریف اور بہتر اخلاق کے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے اور شریف ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔'' (صحیح بخاری: 3383)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کریم بن کریم بن کریم بن کریم، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔'' (بخاری: 4688)

(4) ﴿یٰۤاَبَتِ﴾ ''اے میرے ابا جان'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس وقت بچے تھے۔

(5) ﴿اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا﴾ ''بلاشبہ میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سیدنا یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے خواب میں گیارہ ستاروں کو دیکھا ہے۔

(6) ﴿وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور ایک سورج کو اور ایک چاند کو'' یعنی ان کے والدین۔ (جامع البیان: 160,159)

(7) ﴿رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴾ ''میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں'' یہ خواب سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مقدمہ ہے جس کی بناء پر وہ دنیا و آخرت میں بلند مقام پر فائز ہوئے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اصولی امور کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے پہلے تقدیم پیش کرتا ہے جو اس عمل کے لیے تمہید اور تسہیل کا کام دیتی ہے اور بندے کو ان مشقوں کے لیے تیار کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے طور پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندے پر وارد ہوتی ہیں۔سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تاویل کی، کہ سورج سے مراد یوسف علیہ السلام کی والدہ، چاند سے مراد والد اور ستاروں سے مراد اس کے بھائی ہیں۔نیز یہ کہ یہ حالات ایسے حالات میں بدل جائیں گے کہ مذکورہ تمام لوگ یوسف علیہ السلام کے مطیع ہوں گے اور ان کی تعظیم وتکریم کے لیے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔یہ سب کچھ ان اسباب کی بناء پر ہوگا جو یوسف علیہ السلام کو پیش آئیں گے، اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو اپنے فضل وکرم کے لیے چن لے گا اور علم وعمل کی نعمت سے ان کو مالا مال فرمائے گا اور زمین میں اقتدار عطا کر کے آپ پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے گا اور اقتدار کی یہ نعمت تبعاً تمام آل یعقوب کو شامل ہوگی جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے سامنے سرافگندہ ہوں گے۔(تفسیر سعدی:2/1238,1239)

(8)اس خواب کی تعبیر چالیس سال کے بعد اور ایک قول کی رو سے 80 سال کے بعد ظاہر ہوئی۔جب آپ علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو شاہی تخت پر بٹھایا اور گیارہ بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو سجدہ کیا اس وقت آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا:''آج میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے میرا خواب ہو بہو سچ کر دیا۔''(مختصر ابن کثیر:1/861)

سوال 2:خواب کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:انسان نیند کی حالت میں جو کچھ دیکھتا ہے، جن حالات سے گزرتا ہے وہ خواب کہلاتے ہیں۔

(1)ماہرین نفسیات کے نزدیک خواب انسان کی چھپی ہوئی خواہشات کا عکس ہوتے ہیں۔

(2)بعض خواب شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔

(3)بعض خواب برے ہوتے ہیں جس سے مستقبل کے خطرے کو بھانپ سکتے ہیں۔

(4)بعض خواب پیشین گوئی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں۔

(5)قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا:خواب یہ ہے کہ نفس انسانی جس وقت نیند یا بے ہوشی کے سبب ظاہری بدن کی تدبیر سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی قوت خیالیہ کی راہ سے کچھ صورتیں دکھائی دیتی ہیں اسی کا نام خواب ہے۔پھر اس کی تین قسمیں ہیں جن میں سے دو بالکل باطل اور ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اور ایک اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح وصادق ہے۔کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ بے داری کی حالت میں جو صورتیں انسان دیکھتا ہے وہی خواب میں متشکل ہو کر نظر آتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شیطان کچھ صورتیں اور واقعات انسان کے ذہن میں ڈالتا ہے، کبھی خوش کرنے والے اور کبھی ڈرانے والے۔یہ دونوں قسمیں باطل ہیں جن میں نہ کوئی حقیقت ہے نہ اصلیت نہ اس کی واقعی کوئی تعبیر ہو سکتی ہے ان میں پہلی قسم کو حدیث النفس اور دوسری کو تسویل شیطانی کہتے ہیں۔تیسری قسم جو صحیح اور برحق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاص الہام ہے جو اپنے بندہ کو خوش کرنے یا متنبہ کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے کچھ چیزیں اس کے ذہن میں ڈالتے ہیں۔

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6987)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''نبوت میں سے صرف اب مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اچھے خواب۔'' (صحیح بخاری:6990)

(8) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔'' (صحیح بخاری:6984)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب زمانہ یکساں ہو (یعنی دن رات برابر ہوں یا قیامت قریب آجائے گی) تو مسلمان کا خواب جھوٹ نہ ہوگا اور تم میں سے سب سے سچا خواب اسی کا ہوگا جو سب سے سچا مسلمان ہے باتوں میں اور مسلمان کا خواب نبوت کے پینتالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور خواب تین طرح کا ہے: ایک تو نیک خواب جو خوشخبری ہے اللہ کی طرف سے، دوسرے رنج کا خواب جو شیطان کی طرف سے ہے، تیسرے وہ خواب جو اپنے دل کا خیال ہو۔ پھر جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو کھڑا ہو اور نماز پڑھے اور لوگوں سے بیان نہ کرے اور میں خواب میں بیڑیاں پڑی دیکھنا اچھا سمجھتا ہوں اور گلہ میں طوق برا سمجھتا ہوں۔'' ایوب نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کلام حدیث میں داخل ہے یا ابن سیرین کا کلام ہے۔ (صحیح مسلم:2263)

﴿قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ

''اس نے کہا: ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے'' (5)

سوال 1: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا خواب سن کر انہیں جو تاکید کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا'' جب سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا خواب سنا تو انہیں تاکید کی کہ اپنا خواب بھائیوں کو نہ سنانا۔

(2) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کو خواب بیان کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ انہیں اندیشہ تھا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو نقصان نہ پہنچائیں۔

(3)﴿فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ ''وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے'' یعنی ایسا نہ ہو کہ شیطان کی چال میں آ کر تمہارے بھائی تم سے حسد کرنے لگیں اور تمہارے خلاف کوئی چال چلیں کہ کہیں تم سردار نہ بن جاؤ۔

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اس کو اچھا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس پر اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کو (اپنے دوستوں سے) بیان بھی کرے اور جو اس کے سوا ایسا خواب دیکھے جو برا معلوم ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے کیونکہ پھر وہ اس کو نقصان نہ دے گا۔'' (بخاری:6985)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ اور کسی کو خواب کے متعلق نہ بتائے تو یہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔'' (مسند الحمیدی:1145، 2/484)

(6) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کی اور خواب بھائیوں کو نہیں بتایا۔

(7) یعقوب علیہ السلام نے اس لیے خواب بیان کرنے سے منع فرمایا تھا کہ کہیں حسد کی وجہ سے اس کے بھائی اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں اور یعقوب علیہ السلام کا یہ اندیشہ بعد میں صحیح ثابت ہوا، ورنہ اچھا خواب بیان کرنا منع نہیں ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خواب صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیان فرمائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسندیدہ اور ناپسندیدہ خوابوں سے متعلق احکام و مسائل بیان فرما دیے ہیں۔

(8)﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے'' قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ شیطان سے دشمنی رکھو اور ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ شیطان سے دشمنی رکھے، یہ دشمنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

(9) شیطان سے بچیں کیونکہ اسی نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو حسد میں مبتلا کیا تھا اسی وجہ سے سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اپنے بھائیوں کو اپنا خواب نہ سنانا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) جرجانی نے کہا: حسد محسود میں نعمتوں کے زوال کی تمنا ہے۔ (التعریفات:87)

(11) جس شخص کے دل میں دوسروں کے لیے جلن پیدا ہو جائے اسے جان لینا چاہیے کہ یہ شیطان کی لگائی ہوئی آگ ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں ہے، وہ شیطان کی راہ نمائی کے مطابق چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر نہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ حسد کی آگ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا چاہیے۔

(12) شیطان دن رات اور کھلے چھپے اس پر وار کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لیے ان اسباب سے دور رہنا بہتر ہے جن کے ذریعے وہ بندے پر تسلط حاصل کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1239)

سوال 2: شیطان دل میں داخل ہو جائے تو انسان کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟

جواب: (1) شیطان دل میں داخل ہو جائے تو انسان کے معاملات اس کے کنٹرول میں نہیں رہتے۔

(2) انسان حالات و واقعات کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتا۔

(3) اس کو چھوٹی باتیں بہت بڑی لگتی ہیں۔

(4) اس کو بڑے جرائم چھوٹے نظر آتے ہیں۔

(5) وہ بڑے جرائم پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ

''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا اور آپ

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ

پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا جیسا کہ اس سے پہلے اس نے آپ کے دونوں باپ دادا ابراہیم

وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ع 11

اور اسحق پر اسے پورا کیا تھا، یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (6)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے خواب کی جو تعبیر کی اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ ---- حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ﴾ ''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ جیسے تمہارے رب نے خواب میں تمہاری عزت اور سیادت دکھائی ہے اسی طرح وہ تمہیں نبوت کا بلند رتبہ بھی عطا فرمائے گا۔

(2)یعنی اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو بہترین اوصاف عطا فرمائے گا۔

(3)﴿وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو آسمانی کتابوں میں آنے والے سچے واقعات کی تاویل اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔

(4)تاویل کا مطلب ہے کسی چیز کا انجام معلوم ہو جائے۔ احادیث سے یہاں مراد خواب ہیں۔ تاویل الاحادیث کے معنی خوابوں کی تہہ تک پہنچنا ہے۔ یہاں اس سے مراد خوابوں کی تعبیر ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو خوابوں کی تعبیر کا علم دیا اس پر دلیل یہ آیت ہے۔﴿قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''یوسف نے کہا: ''تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتا دوں گا یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے، یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں۔'' (یوسف:37)

(6)﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ﴾ ''اور آپ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا'' بڑی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت نبوت ہے۔ اس نعمت کی تکمیل سے مراد نبوت کا مل جانا ہے۔

(7)نعمت سے مراد وہ انعامات بھی ہیں جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو مصر لے جا کر عطا کیے گئے۔

(8)یعنی وہ دنیا میں تجھے بھلائی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔

(9)﴿كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ﴾ ''جیسا کہ اس سے پہلے اس نے آپ کے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحق پر اسے پورا کیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحٰق علیہ السلام کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا۔ اسی لیے فرمایا کہ جیسے ان کے لیے انعامات کی تکمیل کی تھی آپ پر بھی کریں گے۔

(10)نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی ہدایت کی توفیق ہے۔

(11)نبوت انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی تکمیل ہے اسی لیے نبوت کو اتمام نعمت قرار دیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً آپ کا رب سب کچھ جاننے والا ہے'' یعنی آپ کا رب فضیلت کے مواقع کو جانتا ہے اور (یہ کہ) کون نعمتوں کے انتخاب کے لائق ہے۔ (جامع البیان:161)

(13) یعنی اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء اور بندوں کے سینوں میں چھپے ہوئے اچھے برے خیالات کو محیط ہے۔

(14)﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا'' یعنی وہ سب کو اپنی حمد اور حکمت کے مطابق عطا کرتا ہے۔ وہ حکمت والا ہے اور تمام اشیاء کو اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1240/2)

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾

''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں'' (7)

سوال: قصہ یوسف علیہ السلام نصیحتوں کا خزینہ ہے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ ... لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تبارک تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ یوسف اور اس کے بھائیوں میں نشانیاں ہیں'' یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بہت سے اسباق ہیں۔ اس قصے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کی اور نبی ﷺ کی نبوت کی صداقت کی نشانیاں ہیں۔ یہ واقعہ تو نصیحتوں کا خزینہ ہے۔

(2)﴿لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ ''پوچھنے والوں کے لیے'' یعنی جو بھی اس واقعہ کے بارے میں سوال کرتا ہے اس کے لیے آیات الٰہی اور اسباق سے فائدہ اٹھانے کا سامان ہے۔

(3) سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے بارے میں اہل مکہ نے سوال کیا تھا جن کا تذکرہ انہوں نے اپنے سفروں کے دوران یہودیوں سے سن رکھا تھا۔ اہل مکہ کو بتا دیا گیا کہ تم وہ لوگ ہو جو برادران یوسف کا کردار ادا کر رہے ہو۔ یہ بتایا گیا کہ نبی ﷺ کا انجام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی ہونے والا ہے، جو سیدنا یوسف علیہ السلام کا مصر میں ہوا۔

﴿اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ

''جب انہوں نے کہا: یقیناً یوسف اور اس کا بھائی دونوں ہمارے والد کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ

اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۚ﴾

ہیں، یقیناً ہمارے والد ایک واضح غلطی پر ہیں'' (8)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو وہم لاحق ہوا، اس کی وضاحت ﴿اِذْ قَالُوْا ... مُّبِیْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالُوْا﴾ ''جب انہوں نے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو یہ وہم لاحق ہو گیا تھا کہ ان کے والد کو جتنی محبت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین سے ہے اتنی اوروں سے نہیں اس لیے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا:

(2) ﴿لَیُوْسُفُ وَاَخُوْهُ﴾ ''یقیناً یوسف اور اس کا بھائی'' یوں تو سب ہی یوسف کے بھائی تھے لیکن بنیامین ان کی والدہ راحیل کی طرف سے ان کا بھائی تھا۔

(3) ﴿اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾ ''ہمارے والد کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں'' چونکہ تمام بھائیوں کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ باپ کی نظر شفقت جس قدر یوسف اور بنیامین پر ہے اتنی اوروں پر نہیں اس لیے انہوں نے آپس میں قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہمارے باپ کو جس قدر یوسف اور اس کے بھائی سے محبت ہے اتنی ہم سے نہیں حالانکہ وہ صرف دو ہیں اور ہیں بھی کمزور (چھوٹے) اور ہماری ایک جماعت ہے جو طاقت ور بھی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 867/1)

(4) ﴿اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یقیناً ہمارے والد ایک واضح غلطی پر ہیں'' یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا یہ خیال تھا کہ کمزور اور تعداد میں کم لوگوں کے مقابلے میں قوت والوں اور کثیر لوگوں سے زیادہ محبت کرنی چاہئے اور ان کے والد سیدنا یعقوب علیہ السلام چونکہ ایسا نہیں کر رہے تھے اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمارے والد کھلی غلطی پر ہیں۔

(5) یہاں ضلال سے مراد وہ سمجھ کی غلطی ہے جو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے مطابق باپ سے بچوں کے درمیان ترجیح کے معاملے میں ہوئی۔

(6) سدی نے کہا کہ ضلال سے مراد ان کے معاملے میں گمراہی تھا۔ (جامع البیان: 163)

(7) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے والد سے بدگمان ہو گئے تھے اس بات نے انہیں غصہ دلایا تھا اور جب کینے نے غصے کو زیادہ جوش دلایا تو شیطان ان کے دلوں میں داخل ہو گیا اور انہیں حقیقت کو سمجھنے میں مشکل پیش آئی۔

(8) سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو عمرہ بنت رواحہ (میری والدہ نے) میرے والد بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس پر اس وقت تک رضامند نہیں ہوں جب تک کہ تم اس ہبہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنالو۔ چنانچہ سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنے بیٹے نعمان کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے ایک چیز دی ہے اور عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس ہبہ پر آپ کو گواہ بنالوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک غلام دیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔'' سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد واپس آئے اور مجھے جو چیز دی تھی وہ واپس لے لی۔ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا: ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔'' (مشکوٰۃ:261/1)

﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا

''یوسف کو قتل کر دو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو، تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی

مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾

اور اس کے بعد تم نیک بن جانا'' (9)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کرنے کے لیے بھائیوں نے جو سازش کی، اس کی وضاحت ﴿اقْتُلُوْا ... صٰلِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کرنے کے لیے بھائیوں نے سازش کرتے ہوئے کہا: ﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ﴾ ''یوسف کو قتل کر دو'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دلوں میں شیطان داخل ہو گیا تھا۔ جنہوں نے باپ کی توجہ بٹ جانا اتنا برا جانا کہ قتل جیسا بڑا جرم ان کے لیے آسان ہو گیا۔ ان کے نزدیک باپ کی زیادہ محبت ایسا بڑا جرم بن گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے چھوٹے بھائی کی جان لینے کے لیے تیار ہو گئے جو نبی کا بیٹا تھا اور اپنا دفاع نہیں کر سکتا تھا۔

(2) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنے اور اپنے والد کے درمیان سے ہٹانے کے لیے تدبیر کی، ان کے خیال میں جدا کرنے کی یہی تراکیب تھیں یا تو قتل کر دو یا اس زمین سے لے جا کر کہیں دور پھینک آؤ۔

(3) ﴿اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا﴾ ''یا اسے کسی زمین میں پھینک دو'' یعنی دور کی زمین میں پھینک دو جہاں وہ اپنے باپ کو نظر نہ آ سکے۔

(4) ﴿يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ﴾ ''تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی'' اگر آپ نے یوسف کو راستے سے ہٹا دیا تو تمہارے والد کی توجہ تمہاری طرف ہو جائے گی۔

(5) اس وقت تو اسے تمہاری محبت کے لیے وقت نہیں، یوسف علیہ السلام میں مشغول ہے۔ یوسف علیہ السلام کے درمیان سے نکل جانے کے بعد تمہارے باپ کی محبت خالص تمہارے لیے ہو جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور اس کے بعد تم بن جانا'' اور اس قتل کے بعد یا جلاوطنی کے بعد۔

(7)﴿قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾ ''نیک بن جانا'' یعنی اس قتل کے گناہ کے بعد توبہ کر لینا، اپنی اصلاح کر لینا۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

(8)تم اپنے دینی امور اور اپنے باپ کی اطاعت میں نیک بن جانا یا اپنے دنیاوی امور میں اصلاح کر لینا جنہوں نے تمہیں مشغول رکھا اور وہ یوسف علیہ السلام سے حسد ہے جس نے تمہارے خیالات کو پراگندہ رکھا۔ اپنے ان گناہوں سے توبہ کر لینا۔ (فتح القدیر)

(9)یہ گناہ سے پہلے توبہ کا عزم ہے۔ ایسے عزم سے گناہ آسان ہو جاتے ہیں، ایسے ارادے گناہ پر آمادہ کرنے کے لیے ایک دوسرے میں حوصلہ پیدا کرتے ہیں۔

(10)''یہ کام کرنے کے بعد نیک بن جانا'' یہ مشورہ شیطان نے دیا تھا۔ شیطان نے یہ مشورہ اس وقت دیا تھا جب کینے کی آگ بھڑک اٹھی تھی عین اس موقعے پر اس نے کہا قتل کر دو اس کے بعد توبہ کر کے نیک بن جانا۔

﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ

''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''یوسف کو قتل نہ کرو اور اگر تم کرنے ہی والے ہو تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو۔

بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ﴾

کوئی قافلہ اسے اٹھا لے جائے گا'' (10)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام کو قتل ہونے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو انتظام کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... فٰعِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)سیدنا یوسف علیہ السلام کو قتل ہونے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک بھائی کا ضمیر بیدار کر دیا جو اس منصوبے کو برداشت نہ کر سکا۔ اُس بھائی نے ایسی تجویز پیش کی کہ سیدنا یوسف علیہ السلام قتل ہونے سے بھی بچ جائیں اور باپ کی نظروں سے بھی دور ہو جائیں۔

(2)﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ﴾ ''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ روبیل تھا جو سب سے بڑا تھا اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی خالہ کا بیٹا تھا۔ (جامع البیان:165,164)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے کسی نے کہا جنہوں نے قتل یا جلاوطنی کا ارادہ کیا تھا۔

(4) ﴿لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو'' کیونکہ قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے یعنی محض حسد کی وجہ سے جو دشمنی ہوگئی اس کی وجہ سے ناحق قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور خاص طور پر اپنے بھائی کو قتل کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔ جہاں تک سیدنا یوسف علیہ السلام کو باپ کی نظروں سے دور کرنے کا تعلق ہے وہ قتل کے بغیر بھی حاصل ہو جائے گا، اس نے مشورہ دیا۔

(5) ﴿وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ''تو اسے کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو'' اور بالآخر یہ بات طے بھی ہوگئی کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو کسی بے آباد کنوئیں میں ڈال دیا جائے اور سیدنا یوسف علیہ السلام کو دھمکایا جائے کہ اس واقعہ سے کسی کو آگاہ نہ کرے۔

(6) ﴿يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ﴾ ''کوئی قافلہ اسے اٹھا لے جائے گا'' تاکہ اگر کوئی قافلہ وہاں سے گزرے تو وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جائے۔ اس سے قتل جیسے جرم سے بھی بچ جائیں گے اور مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔

(7) یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جب کوئی گروہ کسی انسان کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اسی گروہ میں سے کسی ایک کو نکال لیتے ہیں جو لوگوں کو کسی درمیانی تدبیر پر رضامند کر لیتا ہے جس کے ذریعے اس بندے کے لیے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔

(8) اس پورے معاملے میں سب سے اچھی رائے یہی تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر وہ قتل پر اتفاق بھی کر لیتے تو سیدنا یوسف علیہ السلام کو قتل کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ مصر کی حکومت بھی عطا کی جائے اور انہیں علم تعبیر بھی دیا جائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بڑے بھائی نے یوسف علیہ السلام کو قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

(9) اس قول کا قائل جناب یوسف علیہ السلام کے بارے میں سب سے اچھی رائے رکھنے والا اس پورے قصے میں سب سے زیادہ نیک اور تقویٰ پر مبنی رویے کا حامل تھا کیونکہ کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے کم تر ہوتی ہیں اور کم نقصان سے بڑے نقصان کو دور کیا جا سکتا ہے۔

﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا

''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟ حالانکہ بلاشبہ

لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴾

ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں'' (11)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لیے والد کو کیسے قائل کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... لَنَا صِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لیے والد کو قائل کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ﴾ ''اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟'' انہوں نے باپ کے لیے اپیل کرنے والے رشتے سے انہیں مخاطب کیا اور کہا کہ آپ یوسف کے معاملے میں ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے کہ اسے ہمارے ساتھ صحرا میں جانے کے لیے چھوڑ دیں؟ کیا بھائیوں سے بڑھ کر بھی کوئی خیر خواہ ہو سکتا ہے؟ (3) کون سی چیز ہے جو یوسف کے معاملے میں آپ کو ہم سے خوف زدہ کر رہی ہے؟

(4) ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں'' یعنی ہم اس کے لیے بھی وہی کچھ چاہتے ہیں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ یوں انہوں نے والد کو قائل کرنے کے لیے اپنے مخلص ہونے کا یقین دلایا کہ ہمارے دل صاف ہیں ان میں کوئی کھوٹ نہیں۔

(5) سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا یوسف علیہ السلام کو جنگل میں جانے نہیں دیتے تھے اس بات پر ان کے بھائیوں کا قول دلیل ہے۔

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے سوال میں کیا چھپا ہوا ہے؟

جواب: (1) ان کے بھائی کے سوال میں غصہ اور ناگواری ہے۔ (2) یہ سوال گہری چال کو ظاہر کر رہا ہے۔

(3) اخلاص کا دعوی یہ ظاہر کر رہا ہے حد درجہ دھوکہ باز ہیں۔

﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' (12)

سوال 1: سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لیے جو مزید دلائل دیے، ان کی وضاحت ﴿اَرْسِلْهُ ... لَحٰفِظُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لیے مزید دلائل دیتے ہوئے کہا: ﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا﴾ ''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے'' کل یوسف کو ہمارے ساتھ سیر و تفریح کے لیے بھیج دیجئے۔

(2) ﴿يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ﴾ ''وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے'' یعنی ہمارے ساتھ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے تاکہ اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی وحشت دور ہو جائے۔

(3)﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' یعنی ہر مصیبت سے جو اسے پہنچے گی ہم حفاظت کرنے والے ہیں۔(تفسیر مراغی)

(4) یعنی ہم اس کا دھیان رکھیں گے اور اسے جو چیزیں تکلیف پہنچا سکتی ہیں ان سے بچائیں گے۔

سوال 2: کھیل کود کے بارے میں اسلام کا کیا مؤقف ہے؟

جواب: کھیل اور تفریح انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ جائز کھیل اور تفریح پر کوئی پابندی نہیں۔ ایسے کھیل اور تفریح جائز ہیں جس میں کسی قسم کی قباحت نہ ہو اور جو حرام تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بنیں۔

﴿قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ

''اس نے کہا: یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے

وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ﴾

اور تم اس سے غافل ہو''(13)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...غٰفِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ﴾ ''یقیناً مجھے غم زدہ کرتی ہے یہ بات کہ تم اس کو لے جاؤ'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کو سیدنا یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی کیونکہ وہ ان میں مستقبل میں ملنے والی نبوت کے آثار دیکھ رہے تھے اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی صورت اور سیرت کا حسن محبت کا موجب تھا۔ اس لیے انہوں نے بھائیوں کے اصرار پر کہا: تم جانتے ہو مجھے یوسف سے کیسی محبت ہے؟ میں اس کی جدائی کیسے برداشت کروں گا؟ اس کی جدائی کا احساس مجھے غم میں مبتلا کرتا ہے، یوسف کو کیسے تمہارے ساتھ بھیج دوں؟ مجھے اس کی جدائی کا غم تمہارے ساتھ بھیجنے سے روکتا ہے۔

(3)﴿وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ﴾ ''اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو'' یعنی تمہاری غفلت کی وجہ سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ یوسف چھوٹا ہے ابھی اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم یوسف کو سامان کے پاس چھوڑ کر شکار کرنے چلے جاؤ اور کوئی بھیڑیا میرے بیٹے کو کھا جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں تب تو ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے''(14)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کے اندیشے کو کیسے دور کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... لَّخٰسِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کے اندیشے کو دور کرنے کے لیے کہا:

(2) ﴿لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾ ''اگر واقعی اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد کو جواب دیا کہ ہم بھائیوں کا تو پورا جتھہ ہے اور ہم یوسف علیہ السلام کی حفاظت بھی کرنا چاہتے ہیں پھر آپ کیوں خوف زدہ ہیں؟ یوں انہوں نے دوسرے اندیشے کا علاج کیا جو بیٹے کو بھیجنے کے راستے کی رکاوٹ تھا۔

(3) ﴿اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ ''ہم یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے'' یعنی اگر ہماری موجودگی میں بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو چھین کر لے جائے پھر تو ہم میں کوئی چیز نہیں جس سے کوئی امید رکھی جا سکے، ہم تو بالکل گئے گزرے لوگ ہیں۔

﴿فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ

''پھر جب وہ اسے لے گئے اور انہوں نے طے کر لیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دو گے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے''(15)

سوال 1: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی باتوں میں آ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے پوری تفصیل کے ساتھ ان اسباب کا ذکر کیا جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے لیے سیدنا یعقوب علیہ السلام کے دل میں جگہ بنا سکتے تھے پھر ساتھ ہی ان کے اندیشوں کو دور کرنے کے لیے دلائل دیے تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان کی باتوں میں آ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کو تفریح کے لیے بھیج دیا۔ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دعائیں دے کر رخصت کیا۔

(2) ﴿فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ''پھر جب وہ اسے لے گئے اور انہوں نے طے کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیا کہ اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دیں" بھائی یوسف علیہ السلام کو لے کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ان کے دل باپ کی نگاہوں سے دور ہوتے ہی پتھر ہو گئے۔انہوں نے جنگل میں جا کر اندھے کنوئیں میں پھینکنے کا ارادہ کر لیا۔اب ان کی پوزیشن واضح تھی وہ عمل کرنے پر قدرت رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے فیصلے پر عمل کیا اور یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں کنوئیں میں پھینک دیا اور جب وہ کنوئیں میں پہنچ گئے تو رسی کاٹ دی، وہ پانی میں گرے۔انہوں نے غوطہ کھایا اور چٹان پر کھڑے ہو گئے۔

(3) بھائی یہ بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس جہان میں کسی کو اختیار حاصل نہیں۔وہ الفاظ سے اپنے آپ کو خیر خواہ ثابت کر رہے تھے، حالانکہ خیر خواہی عمل سے ہوتی ہے۔ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے خالی تھے۔وہ اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کو، جو ان کا بھائی تھا، ان کے باپ کا جگر گوشہ تھا اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باپ سے جدا کرنے کے لیے ہر تدبیر عمل میں لا رہے تھے۔ان کے دلوں میں کینے کی آگ دہک رہی تھی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو طرف جو وحی کی، اس کی وضاحت ﴿وَاَوْحَيْنَآ ... لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ﴾ "اور ہم نے اس کی طرف وحی کی" اللہ رب العزت نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی جب کہ وہ انتہائی خوف کی حالت میں تھے کہ غم نہ کرو یہ وقت گزر جائے گا۔

(2) ﴿لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ "کہ تم ان کو ضرور ان کے اس کام کی خبر دو گے اس حال میں کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے" یعنی وہ وقت آنے والا ہے جب آپ اپنے بھائیوں کو اس معاملے کے بارے میں آگاہ کریں گے جب کہ وہ بے خبر ہوں گے۔

(3) اس میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے خوش خبری تھی کہ وہ مصیبت سے نجات پا جائیں گے اور اللہ رب العزت انہیں اور ان کے گھر والوں کو اکٹھا کرے گا جب کہ آپ عزت اور اقتدار کے مقام پر ہوں گے۔

﴿وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ﴾

"اور وہ رات کو اپنے باپ کے پاس آئے کہ وہ رو رہے تھے" (16)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں کنوئیں میں پھینک کر باپ کے پاس کیسے پہنچے، اس کی وضاحت ﴿وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ﴾ "اور وہ رات کو اپنے باپ کے پاس آئے کہ وہ رو رہے تھے" سیدنا یوسف علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بھائی انہیں کنوئیں میں پھینک کر معمول کے وقت سے تاخیر کر کے، روتے دھوتے باپ کے پاس آئے تا کہ انہیں سچا سمجھا جائے۔ اپنے بھائی پر ظلم کر کے، باپ کے دل کو چھلنی کرنے کے لیے رو رو کر اپنی داستان سنانے لگے۔

﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ

انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان

الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ﴾

کے پاس چھوڑ دیا سو اس کو بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں'' (17)

سوال: بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ نہ لانے کا جو عذر پیش کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ساتھ نہ لانے کا جھوٹا عذر بیان کرتے ہوئے کہا۔ (2) ﴿يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ﴾ ''اے ہمارے ابا جان! بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے'' ہم مقابلہ کرنے لگ گئے تھے، بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔

(3) ﴿وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا﴾ ''اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا'' اور ہم نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے آرام اور سامان کی حفاظت کے لیے یوسف علیہ السلام کو سامان کے پاس چھوڑ دیا۔

(4) ﴿فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ﴾ ''سو اس کو بھیڑیا کھا گیا'' اللہ تعالیٰ کی تقدیر کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا، جس کا ہمیں بہت دکھ ہے۔

(5) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور آپ ہرگز ہمارا یقین کرنے والے نہیں خواہ ہم سچے ہوں'' یعنی تو ہماری بات کو سچ ماننے والا نہیں۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(6) بیٹوں نے باپ سے کہا: آپ کا دل غمگین ہے اس لیے آپ ہماری بات نہیں مانیں گے۔

(7) یعنی معاملے کی نزاکت ایسی ہے کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ آپ نے ہمارے جاتے وقت جو اندیشہ ظاہر فرمایا تھا سو اتفاق سے وہی بات سامنے آئی۔ اب ہم لاکھ قسمیں کھائیں، لاکھ سر پٹخیں مگر آپ ہمیں جھوٹا ہی مانیں گے۔ دراصل واقعہ کا انوکھا پن بھی ہمیں حیران کیے ہوئے ہے کہ آخر یہ کیا ہو گیا، ہمیں تو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا، یہ تو تھیں زبانی لن ترانیاں۔ (مختصر ابن کثیر: 870/1)

(8) آپ ہماری باتوں کا یقین نہیں کریں گے کہ آپ کی نظروں میں ہم مشکوک ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَجَآءُوْا عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

''اور وہ یوسف کے قمیض پر جھوٹا خون لگا لائے، باپ نے کہا: ''بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام مزین کر دیا ہے،

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جا سکتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''(18)

سوال 1: برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے عذر کو ثابت کرنے کے لیے کیا کیا، اس کی وضاحت ﴿وَجَآءُوْا ... كَذِبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءُوْا عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ﴾ ''اور وہ یوسف کے قمیض پر جھوٹا خون لگا لائے'' برادران یوسف نے اپنے عذر کو ثابت کرنے کے لیے ایک بکری کے بچے کے خون سے یوسف علیہ السلام کا قمیص بھر دیا تھا کہ یقین آ جائے کہ اسے واقعی بھیڑیا کھا گیا ہے۔

(2) سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اگر بھیڑیا کھاتا تو قمیص پھٹی ہوتی۔ (جامع البیان: 175) برادران یوسف قمیص پھاڑنا بھول گئے تھے۔ عجیب معاملہ تھا کہ قمیص خون سے بھری ہوئی صحیح سلامت تھی۔ گویا بھیڑیے نے اسے آرام سے اتارا اور پھر پھاڑ کھایا۔

سوال 2: یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کا عذر سن کر جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... تَصِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''باپ نے کہا'' یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کا عذر سن کر کہا:

(2) ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ ''بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام مزین کر دیا ہے'' کا معنی تمہارے دلوں نے ایک من گھڑت بات کو اپنے لیے اچھا سمجھ لیا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) یعنی تمہارے دلوں نے ایک برے کام کو تمہارے لیے مزین اور آسان کر دیا کہ تم نے اس کا ارتکاب کر لیا۔ (الاساس فی التفسیر: 1/2638)

(4) سیدنا یعقوب علیہ السلام پر حقیقت کھل چکی تھی اس لیے انہوں نے کہا: تمہارے نفس نے میرے اور سیدنا یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے ایک برے کام کو تمہارے سامنے مزین کر دیا کیونکہ قرائن و احوال اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خواب سیدنا یعقوب علیہ السلام کے اس قول پر دلالت کرتے تھے۔(تفسیر سعدی:1244/2)

(5)﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ﴾ ''سو اچھا صبر ہے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اس آزمائش میں صبر جمیل پر قائم رہوں گا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکوہ لوگوں کے سامنے نہیں کروں گا۔

(6) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: جمیل صبر وہی ہوتا ہے جس میں کسی طرح کی شکایت نہ ہو۔

(7) عبدالرزاق نے امام ثوری رحمہ اللہ سے اور انہوں نے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ تین باتیں صبر میں سے ہیں یعنی صبر جمیل میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔(i) کسی سے شکوہ نہ کیا جائے۔(ii) مصیبت کسی پر ظاہر نہ کی جائے۔(iii) خود کو بے گناہ نہ سمجھا جائے۔(جامع البیان:175)

(8)﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس پر مدد مانگی جاسکتی ہے جو تم بیان کرتے ہو'' یعنی جو جھوٹ تم بولتے ہو اس پر میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا اور اس سے مدد چاہی جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے اس یقین کے ساتھ انہوں نے اپنی قوت اور اختیار پر بھروسہ نہیں کیا اور اپنے رب کے سامنے اپنے صدمے کی شکایت رکھی۔﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''یعقوب نے کہا: میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔''(یوسف:86) اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔

(9) اس کی تفسیر میں امام بخاری افک والی حدیث لائے ہیں جس میں ہے کہ اللہ کی قسم میری اور تمہاری مثال یوسف علیہ السلام کے والد کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا کہ اب تو صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان لن ترانیوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کی درخواست ہے۔(مختصر ابن کثیر:870/1، 871)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے واقعہ افک بیان کرتے ہوئے فرمایا، اگر میں تمہیں کہوں کہ اس جرم سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں واقعی بری ہوں، تو تم نہیں مانو گے اور اگر اس معاملے کا اعتراف کرلوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم اس اعتراف کو سچ جانو گے۔ واللہ! میری اور تمہاری مثال یوسف علیہ السلام کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ سو (میرا کام) ''اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔''(بخاری:2661)

(11) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مومن لوگوں سے مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے (انتقام نہیں لیتا نہ ان کی شکایت میں زبان کھولتا ہے) اس کو زیادہ ثواب ہے اس مومن سے جو لوگوں سے نہیں ملتا نہ ان کی ایذا پر صبر کرتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ:4032)

(12) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے۔)'' (صحیح مسلم:7500)

﴿وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ

''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا، چنانچہ اس نے اپنا ڈول لٹکایا تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے''

وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾

اور انہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے'' (19)

سوال: برادران یوسف علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بیچ دیا، واقعات کی وضاحت ﴿وَجَآءَتْ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ﴾ ''اور ایک راہ چلتا قافلہ آیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کی کنعان سے روانگی کے لیے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق خفیہ تدبیر عمل میں آئی۔ بھائیوں نے کنوئیں کی تاریکی میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تو تین دن بعد ایک قافلہ ادھر سے گزرا۔ (2) ایک تجارتی قافلہ جو مدین سے مصر جا رہا تھا اس کا گزر کنوئیں کے پاس سے ہوا۔

(3) ﴿فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ﴾ ''تو انہوں نے اپنا پانی لانے والا بھیجا'' قافلے والوں کو پانی کی ضرورت پڑی تو پانی کی تلاش کے لیے ہراول سقے کو بھیجا۔

(4) ﴿فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ﴾ ''اس نے اپنا ڈول لٹکایا'' یعنی پانی تلاش کرنے والے سقے نے ڈول لٹکایا تو سیدنا یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈول کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور ڈول کے ساتھ باہر آ جاتے ہیں۔

(5) ﴿قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ﴾ ''تو کہا: ''مبارک ہو! یہ ایک لڑکا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مارے خوشی کے ہراول سقہ چیخ پڑا کہ یہ تو قیمتی غلام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً﴾ ''اورانہوں نے تجارت کا مال بنا کر اسے چھپا رکھا'' پھر یوسف علیہ السلام کو قیمتی مال تجارت کی طرح چھپا دیا اور دوسرے لوگوں پر بھی ظاہر نہ کیا۔انہیں یہی کہا کہ قریب رہنے والوں سے خریدا ہے۔

(7)یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی قریب ہی تھے انہوں نے ظاہر کیا کہ یوسف علیہ السلام ان کا بھاگا ہوا غلام ہے۔اس طرح قافلے والوں نے غلام یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے معمولی قیمت پر خرید لیا۔

(8)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس کو جو وہ کر رہے تھے'' اللہ تعالیٰ نے اس میں شدید دھمکی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے جو کچھ انہوں نے کیا۔

﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ﴾ ع 2 14 12

''اورانہوں نے تھوڑی سی قیمت پر چند گنے ہوئے درہموں میں اسے بیچ دیا اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے''(20)

سوال: یوسف علیہ السلام کیسے بک گئے،اس کی وضاحت ﴿وَشَرَوْهُ....مِنَ الزَّاهِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ﴾ ''اورانہوں نے تھوڑی سی قیمت پر اسے بیچ دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام بک گئے اور بہت ہی معمولی قیمت میں۔

(2)﴿دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ﴾ ''چند گنے ہوئے درہموں میں،اور وہ اس سے رغبت نہ رکھنے والوں میں سے تھے'' چند درہموں کے عوض کیونکہ ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کرنا تھا۔اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اسے غائب کر دیں۔دراصل ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کی قیمت حاصل کرنا نہیں تھا۔اس لیے وہ اس لین دین سے بھی بے زار ہو رہے تھے۔

﴿وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا:''اس کی رہائش باعزت رکھو،امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ

یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔'' اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی،اور تاکہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے

الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

کچھ سکھائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں''(21)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام کو خریدنے والے عزیز مصر نے اپنی بیوی سے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ...وَلَدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ﴾ ''اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا'' قافلہ جب مصر پہنچا تو انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا۔ عزیز مصر نے انہیں خرید لیا۔ عزیز مصر نے اپنی بیوی سے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ﴾ ''اس کی رہائش باعزت رکھو'' ﴿اَكْرِمِيْ﴾ اکرام کرو ﴿مَثْوٰىهُ﴾ ٹھہرنے کی جگہ ﴿اَكْرِمِيْ﴾ سے مراد ان کی ذات کا اکرام ہے۔ اور ﴿اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ﴾ سے مراد اس کے قیام کا اکرام کرو۔

(3) ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ ''امید ہے وہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں'' یعنی یا تو ہم غلام جیسا فائدہ اٹھائیں گے کہ خدمت لیں گے یا بیٹا بنالیں گے اور نفع اٹھائیں گے۔ اس نے یہ بات اس لیے کہی کہ شاید اس کے یہاں اولاد نہ تھی۔

(4) اللہ تعالیٰ کے الطاف بے پایاں کا ذکر ہے کہ اس نے خریدار یوسف علیہ السلام کے دل میں آپ علیہ السلام کی محبت پیدا کر دی۔ اس نے آپ علیہ السلام کی درخشاں پیشانی سے انوار سعادت جھلکتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ کوئی بڑا آدمی بننے والا ہے اور ہمارے حق میں یہ انتہائی بابرکت ثابت ہوگا۔ خریدار یوسف علیہ السلام عزیز مصر وزیر خزانہ تھا۔ (مختصر ابن کثیر: 872/1)

(5) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تین شخص نہایت دور اندیش گزرے ہیں۔ (i) عزیز مصر جو سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ غلام برکت والا ثابت ہوگا۔ (ii) سیدنا شعیب علیہ السلام کی صاحب زادی جنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی تاڑ لیا تھا کہ آپ علیہ السلام طاقت ور اور امانت دار ہیں اور باپ سے سفارش کی کہ آپ انہیں ملازم رکھ لیجیے۔ آپ کو ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔ (iii) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو مرض الموت میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر گئے۔ (تفسیر مراغی)

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے مصر کے اقتدار کا راستہ کیسے آسان کر دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَكَذٰلِكَ.... يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اس طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی''

(i) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی سازش کی وجہ سے وہ اندھے کنوئیں میں ڈالے گئے۔ پھر انہیں مصر لا کر فروخت کیا گیا اور وہ عزیز مصر کے یہاں پہنچے۔ (ii) سیدنا یوسف علیہ السلام کے خریدار کے دل اور ان کے خاندان میں ان کے لیے جگہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنائی گئی ۔(iii)سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے معاملہ فہمی کے مواقع فراہم کیے گئے۔

(iv)سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے کنویں میں ڈلوا کر اور عزیز مصر کے دل میں ان کی جگہ بنا کر اللہ تعالیٰ نے مصر کے اقتدار کا راستہ آسان کر دیا۔

(2)﴿وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اور تا کہ ہم اسے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھائیں'' اس سے مراد ہے:(i)ہر معاملے میں صحیح فیصلہ کرنے کی تعلیم۔

(ii)واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرنے کی تعلیم۔

(iii)خوابوں کی تعبیر کی تعلیم۔

(iv)زندگی کے معاملات کو سکھانے کی تعلیم۔

(3)یعنی انہیں کوئی شغل اور کوئی ہم وغم لاحق نہ رہا سوائے حصول علم کے اور یہ چیز ان کے لیے علم الاحکام اور علم التعبیر وغیرہ کے حصول کا باعث بن گئی۔(تفسیر سعدی:1246/2)

(4)﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ کوئی نہیں ٹال سکتا۔اس کا حکم سب پر نافذ ہے۔کوئی اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آسکتا۔وہ سب پر غالب ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔(یٰس:82)

(5)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام کر کے رہتا ہے۔

(6)اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس کائنات کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔

(7)اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ لوگوں کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

(8)اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے معاملات پر کنٹرول حاصل ہے اور اس کے منصوبے کامیاب ہو کر رہتے ہیں۔

(9)اکثر لوگ اس کی تخلیق کی حکمت، اس کے لطف اور اس بات کو نہیں جانتے کہ جو وہ ارادہ کرتا ہے وہ کر لیتا ہے۔(الاساس فی التفسیر)

(10)ابن عطیہ نے کہا: اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے کہ جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ارادہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا اور وہ نہ ہوتا اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور اس کی تدبیر نہ ہوتی۔زمخشری نے کہا: وہ لوگ نہیں جانتے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ میں ہے۔(البحرالمحیط)

(11)اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غیب کے بارے میں نہیں جانتے کہ اس میں کیسے عظیم راز اور نفع مند حکم پوشیدہ ہیں۔(فتح القدیر)

(12)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' اسی وجہ سے ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام قدریہ کے مقابلے میں افعال سرزد ہوتے ہیں حالانکہ وہ انتہائی عاجز اور انتہائی کمزور ہیں، کوئی مقابلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آسکتا۔

(13)اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علم کی مدح اور جہالت کی مذمت کی ہے۔جہاں تک پہلے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے احسان کے مقام پر علم کا ذکر کیا جیسا کہ اس نے فرمایا:﴿وَلِنُعَلِّمَهٗ﴾ ''اور تاکہ ہم اسے سکھائیں'' اور جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے تو فرمایا:﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' اور علم اسی کی طرف سے ہے جس کو وہ نہیں جانتے (یہ مذمت ہے) اور علم دو طرح کا ہے:علم شریعت اور علم حقیقت اور ہر ایک کی اپنے مقام پر فضیلت ہے۔

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا، ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں''(22)

سوال 1:سیدنا یوسف علیہ السلام کو قوت فیصلہ اور علم کس وجہ سے عطا کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)سیدنا یوسف علیہ السلام اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سرگرم عمل رہتے تھے، اسی وجہ سے انہیں قوت فیصلہ اور علم عطا کیا گیا۔

(2)﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ﴾ ''اور جب وہ پختہ عمری کو پہنچا'' تکمیل عقل پر نبوت ملتی ہے، یعنی جب آپ کی عقل مکمل ہوئی اور آپ کی نشوونما تکمیل تک پہنچ گئی تو ہم نے آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔(مختصر ابن کثیر:870/1)

(3)تکمیل عقل کی مدت سے یہاں 40 سال مراد ہیں۔

(4)یعنی جب جناب یوسف علیہ السلام کے قوائے حسیہ اور قوائے معنویہ اپنے درجہ کمال کو پہنچ گئے اور ان میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ وہ نبوت اور رسالت کا بھاری بوجھ اٹھا سکیں۔(تفسیر سعدی:1246/2)

(5)﴿اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ ''ہم نے اسے بڑی قوت فیصلہ اور بڑا علم عطا کیا'' حکم اور علم عطا کرنے سے مراد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(i) نبوت یا اس سے پہلے کی دانش مندی ہے۔(ii) ہر معاملہ میں صحیح فیصلے کرنے کی قوت ہے۔(iii) واقعات کے نتائج کو معلوم کرنا ہے۔(iv) زندگی کے معاملات کو اچھی طرح سلجھانا ہے۔

(6) یعنی انہیں فہم اور علم عطا فرمایا اور علم سے مراد دین کا علم ہے۔یعنی ہم نے ان کو نبی، رسول اور عالم ربانی بنایا۔ (تفسیر سعدی:1246/2)(7) علم سے مراد دین کی سمجھ ہے۔(البحر المحیط)(8) علم سے مراد عمل کرنے کی حکمت ہے۔

(9) ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں'' یعنی جو پوری کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اخلاص کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں، اس احسان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نفع مند علم عطا فرماتے ہیں۔

(10) اس آیت سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام احسان کے مرتبے پر فائز تھے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت، علم کثیر اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔الحمدللہ

سوال 2: کیا احسان یعنی حسن عمل کی جزا دنیا میں بھی ملا کرتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ حسن عمل یعنی پوری کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اخلاص سے عبادت کرنے اور مخلوق کو نفع پہنچانے والوں کو علم نافع عطا کرتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ حسن عمل کی جزا دنیا میں بھی دیتے ہیں۔(i) جیسے رشتہ داروں کے معاملے میں حسن عمل یعنی صلہ رحمی کرنے والے کی عمر اور رزق میں برکت دی جاتی ہے۔(ii) حسن عمل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کسی کے فہم میں اضافہ فرماتے ہیں۔(iii) حسن عمل کے نتیجے میں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اقتدار عطا فرماتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ ''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔'' (الرحمن:60)

﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ

''اور جس عورت کے گھر میں وہ تھا اس نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکایا اور اس نے تمام دروازے خوب بند کر دیے اور بولی:

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''جلدی آؤ!'' یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ! بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے۔'' (23)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: وہ عورت کون تھی جو سیدنا یوسف علیہ السلام پر فریفتہ ہوگئی، اس کی وضاحت ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ ... لَكَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''اور جس عورت کے گھر میں وہ تھا اس نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکایا'' یعنی یوسف علیہ السلام جس عورت کے غلام تھے وہ ان پر فریفتہ ہوگئی۔ اس کے شوہر نے اسے تاکید کی تھی کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو عزت واحترام سے رکھے۔ وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال پر لٹو ہوگئی۔

(2) سیدنا یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر میں رہتے تھے جہاں اس مکروہ فعل کے غیر محسوس مواقع میسر تھے۔

(3) ﴿وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ﴾ ''اور اس نے تمام دروازے خوب بند کر دیے'' یعنی جب گھر میں اس کا شوہر نہیں تھا تو اس نے دروازے بند کر دیے تاکہ کسی کی آمد کا خطرہ ہی نہ رہے۔

(4) ﴿وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ ''اور بولی: ''جلدی آؤ!'' اب اس نے یوسف علیہ السلام کو بدکاری کی دعوت دی کہ میرے پاس آؤ اور یہ برا کام انجام دو۔

(5) سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے یہ آزمائش بھائیوں کی طرف سے پیش آنے والی آزمائش سے بڑی تھی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام پردیسی اور غلام تھے اور ایسا فرد غصے کا اظہار نہیں کر سکتا جیسا اپنے وطن میں اپنے لوگوں کے درمیان ایک آدمی اظہار کرتا ہے۔ وہ عورت حسین تھی اور سیدنا یوسف علیہ السلام جوان اور غیر شادی شدہ تھے۔ پھر وہ عورت دھمکیاں دے رہی تھی کہ اگر میری خواہش پوری نہ کی تو قید خانے میں بھجوا دے گی۔

(6) سیدنا یوسف علیہ السلام اس فعل پر ہر طرح سے قدرت رکھنے کے باوجود اس سے رکے رہے۔ انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ان سارے اسباب پر ترجیح دی۔ جب بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا تو وہ صبر ایسی حالت میں تھا جب کہ وہ مجبور تھے اور یہ صبر اختیاری تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اس فعل کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے نفس کے ارادے کو جو کہ برائی کا حکم دیتا ہے چھوڑ دیا تو انہیں اپنے رب کی برہان نظر آئی۔

(7) سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو علم، فہم اور ایمان عطا کیا تھا اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے حرام ٹھہرائے ہوئے سے بچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم، ایمان اور خشیت الٰہی ہی حق کی برہان تھی جس نے انہیں گناہ سے دور رکھا۔

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قَالَ﴾''یوسف نے کہا''سیدنا یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کو جواب دیتے ہوئے کہا:﴿مَعَاذَ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کی پناہ!''انہوں نے اس مکروہ فعل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لے لی۔

(2) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس فعل سے اس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے سے ناراض ہوجاتا ہے اور اسے اپنے سے دور کر دیتا ہے۔

(3)﴿اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ﴾''بلاشبہ میرے مالک نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا''سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہارا شوہر میرا سردار ہے۔اس نے مجھے اچھا مقام دیا اور میں یہ کام کروں؟یعنی یہ فعل تو میرے آقا کے حق میں خیانت ہے۔جس نے مجھے عزت دی میں اس کی بیوی کے ساتھ یہ کام کر کے اس کے احسانات کا ایسا برا بدلہ دوں تو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

(4)﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾''یقیناظالم فلاح نہیں پاتے''یعنی خیانت کرنے والے ظالم ہیں اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔(5)سیدنا یوسف علیہ السلام نے تقویٰ کا راستہ اختیار کر کے اپنے آقا کے حق کی رعایت کی اور ظلم سے بچے۔

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ

''اور بلاشبہ یقیناس عورت نے اس کا ارادہ کیا اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی

عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾

دلیل دیکھ لی،ایسا ہی ہوا تا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹا دیں،یقیناوہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا''(24)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کے بیان کی وضاحت﴿وَلَقَدْ...عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)یہاں اس آیت میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا بیان ہے۔(مختصر ابن کثیر:873/1)

(2)﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ﴾''اور بلاشبہ یقیناس عورت نے اس کا ارادہ کیا''اس عورت نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بدی کی سخت ترغیب دی۔

(3)﴿وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾''اور یوسف بھی اس عورت کا ارادہ کر لیتا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی''برہان سے مراد دین کا علم،ایمان اور خشیت الٰہی ہے۔ایمان ہی وہ حق کی برہان تھا جو سیدنا یوسف علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کرواتا تھا۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حق تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کے لیے نیکی کے ارادے پر ہی ایک نیکی اور نیکی کرنے پر دس نیکیاں لکھ لی جائیں اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے بعد برائی ترک کر دے تو اس پر بھی ایک نیکی لکھ لی جائے کیونکہ اس نے میری وجہ سے برائی چھوڑ دی ہے اور اگر برائی کر لے تو ایک ہی برائی لکھی جائے۔ آپ اس کا ارادہ کر لیتے اگر رب کی نشانی نہ دیکھتے مگر چونکہ آپ نے رب کی نشانی دیکھ لی تھی اس لیے آپ نے ارادہ نہیں فرمایا۔'' (مختصر ابن کثیر: 873/1)

(5) جیسا کہ ایک اور مقام پر رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا﴾ ''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے۔'' (بنی اسرائیل: 74)

(6) نبی ﷺ نے حدیث احسان میں فرمایا: ﴿اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ﴾ ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس خشوع وخضوع اور خلوص کے ساتھ) کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر (یہ حالت) نہ نصیب ہو کہ تم اسے دیکھتے ہو تو یہ خیال رہے کہ وہ تو ضرور تمہیں دیکھتا ہے۔'' (بخاری: 50) اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور انسان کو احسان کے مقام پر فائز کرتا ہے۔ مشاہدہ اور مراقبہ ہی حسن عبادت اور حسن عمل کا باعث بنتے ہیں۔

(7) ﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ﴾ ''ایسا ہی ہوا تا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو ہٹا دیں'' یعنی جس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس گناہ سے بچایا اسی طرح دیگر برائیوں سے بچانے میں بھی مدد کرتے رہے اور انہیں ہر طرح کی برائیوں سے روکتے رہے کیونکہ آپ ہمارے مخلص ومختار بندے تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 873/1)

(8) اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو ایمان کی برہان سے نوازا جو ان کے قلب میں جاگزیں تھا، جو ان سے اوامر الٰہی کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتا تھا۔ اس پورے معاملے میں جامع بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیا تھا کیونکہ وہ ان بندوں میں سے تھے جو اپنی عبادت میں اخلاص سے کام لیتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور اپنے لیے خالص کر لیا اور ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کر دی اور تمام ناپسندیدہ امور کو ان سے دور کر دیا۔ بنابریں وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق میں سے تھے۔

(9) نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا: انصاف کرنے والا حکمران، تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اشک بار ہو جانے والا انسان، وہ آدمی جو مسجد سے نکلتا ہے تو واپسی تک اس کا دل وہیں اٹکا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھنے والے دو دوست جو اسی بنیاد پر ملتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور اسی حالت میں ایک دوسرے سے رخصت ہوتے ہیں، وہ آدمی جو صدقہ دیتا ہے تو اس قدر پوشیدہ رکھتا ہے کہ دائیں کے دیئے کا بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا، وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوانی گزارتا ہے اور وہ مرد جسے کسی صاحب حیثیت اور صاحب جمال عورت نے دعوت گناہ دی تو اس نے کہہ دیا: میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔" (بخاری:660، مسلم:1031)

(10) نبی ﷺ کی دعا ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ﴾ "اے اللہ! تو ہم کو اپنا ایسا خوف عطا فرما جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔" (ترمذی:3502)

(11) ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ "یقیناوہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا" وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنے آپ کو خالص کر لیا۔ (تفسیر کشاف)

(12) ابلیس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۸۲) اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ "اس نے کہا: "تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو خالص کر دیے گئے۔" (ص:83,82)

(13) ﴿اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (۴۶) وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾ "یقیناہم نے انہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا جو اصل گھر کی یاد ہے۔ اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔" (ص:47,46)

سوال 2: عزیز مصر کی بیوی برائی اور بے حیائی سے کیوں نہ بچ پائی؟

جواب: (1) عزیز مصر کی بیوی نے اپنی فطرت کو مسخ کر ڈالا تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کی وجہ سے اس کے اندر کا Alarming System کام نہیں کر رہا تھا۔

(3) عزیز مصر کی بیوی کا اپنے رب سے تعلق نہیں تھا۔ رب کی مدد سے وہ محروم ہو گئی اور برائی اور بے حیائی میں مبتلا ہو گئی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ انسان کو برائی اور بے حیائی سے کیسے دور رکھتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر فطری طور پر برائی اور بے حیائی کی شناخت رکھی ہے۔ جسے یہاں "برھان" کہا گیا اسی کو فطری الہام کہتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے توسط سے علم دین عطا فرمایا، ایمان کی حقیقت سمجھائی اور مسلسل تربیت سے تقویٰ کے ایسے مقام پر پہنچایا جس کی وجہ سے برائی اور بے حیائی سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) برائی اور بھلائی کی پہچان اور برائی کے موقع پر انسان کے اندر سے ایک کھٹک کا ابھرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کے اندر بڑا مضبوط Alarming System ہے۔

(4) جو لوگ برائی کی کھٹک پر چونک جاتے ہیں فطرت کی پکار یعنی اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں وہ اپنی فطرت کو زندہ رکھتے ہیں ان کے اندر یہ صلاحیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(5) جو لوگ برائی کی کھٹک پر برائی چھوڑنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتے ہیں اور یوں برائی اور بے حیائی سے بچنا ممکن ہو جاتا ہے۔

﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ

''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّاۤ اَنْ يُّسْجَنَ

کو موجود پایا، وہ بولی: ''کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟ سوائے اس کے کہ اسے

اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو'' (25)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اُس عورت کے چنگل سے خود کو بچانے کے لیے کیا کیا، اس کی وضاحت ﴿وَاسْتَبَقَا ... الْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ ''اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس عورت کے چنگل سے خود کو بچانے کے لیے دروازے کی طرف تیزی سے بھاگے تاکہ اس سے بچ کر نکل جائیں۔ عزیز مصر کی بیوی سیدنا یوسف علیہ السلام کے پیچھے بھاگی۔

(2) ﴿وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ﴾ ''اور اس نے یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑ دیا'' عزیز مصر کی بیوی نے پیچھے سے سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیص کو پکڑ لیا۔ اس کے کھینچنے کی وجہ سے قمیص پھٹ گئی کیونکہ وہ ان کو واپس لے جانا چاہتی تھی۔

(3) ﴿وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ﴾ ''اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو موجود پایا'' سیدنا یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی بھاگتے ہوئے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے دروازے پر عزیز مصر کو پا لیا۔ اس کو یہ معاملہ سخت گراں گزرا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: عزیز مصر کو دروازے پر موجود پا کر اس کی بیوی نے کیسے پلٹا کھایا، اس کی وضاحت ﴿قَالَتْ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا﴾ ''وہ بولی: ''کیا سزا ہے اس کی جس نے آپ کی گھر والی سے برائی کا ارادہ کیا؟'' عزیز مصر کی بیوی نے ساری ذمہ داری سیدنا یوسف علیہ السلام پر ڈال دی اور جھوٹ گھڑ کر کہا کہ آپ کا غلام آپ کی بیوی کے ساتھ خیانت کرنا چاہتا تھا۔ اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے آپ کی بیوی سے برائی کی؟ وہ اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنا چاہتی تھی۔

(2)﴿اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے یا دردناک سزا ہو'' یا تو اس کو یہ سزا دیں کہ جیل خانے میں بھیج دیں یا پھر واقعی سزا دی جائے۔

(3) اس عورت کو یہ ڈر تھا کہ کہیں قتل ہی نہ کر دیا جائے اس لیے ہلکی سزا تجویز کر دی۔

﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ

'اس (یوسف) نے کہا: ''اسی نے میرے نفس کے بارے میں مجھے بہکایا'' اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ

قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے'' (26)

سوال1: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنی صفائی بیان کرنے کے لیے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... نَّفْسِيْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ﴾ ''اس (یوسف) نے کہا: ''اسی نے میرے نفس کے بارے میں مجھے بہکایا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے عورت کے الزام سے خود کو بری ثابت کرنے کے لیے کہا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے یہی مجھے بہکانے کی کوشش کر رہی تھی۔

(2) اس صورت حال میں دونوں کی صداقت کا احتمال تھا مگر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون سچا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق اور صداقت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر فرمائی ہیں جو حق کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جنہیں بسا اوقات بندے جانتے ہیں اور بسا اوقات نہیں جانتے۔ چنانچہ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے سچے کی پہچان سے نوازا تاکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے نبی اور چنیدہ بندے جناب یوسف علیہ السلام کی برأت کا اظہار ہو۔(تفسیر سعدی:2/1249)

سوال2: سیدنا یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا فیصلہ کیسے ہوا؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام نے مجبوراً واقعہ بیان کیا تو عورت کے گھر والوں میں سے ایک شخص جو خاندان کا سمجھ دار شخص تھا اس نے فیصلہ کیا۔

سوال3: عورت کے عزیز نے جو دانش مندانہ فیصلہ دیا، اس کی وضاحت ﴿وَشَهِدَ...مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا﴾ ''اور عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے گواہی دی'' عورت کے عزیز نے دانش مندانہ فیصلہ دیتے ہوئے کہا:

(2)﴿اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اگر یوسف کا قمیض آگے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور وہ جھوٹوں میں سے ہے'' گواہ نے کہا کہ اگر قمیص آگے سے پھٹی ہو تو اس کا مطلب ہے مرد قصوروار ہے اور عورت دفاع کرنے والی ہے لہٰذا وہ سچی اور مرد جھوٹا ہے۔اس نے اپنی مدافعت کی حالت میں آگے سے اس کا کرتہ پھاڑ ڈالا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے عورت کے گھر والوں میں سے ایک شاہد کو کھڑا کر دیا اور اس نے قرینے کی گواہی دی کہ جس کے پاس یہ قرینہ موجود ہوگا وہی سچا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1249)

(4) یہ گواہ ایک شیر خوار بچہ تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حالت رضاعت میں چار بچوں نے باتیں کیں جن میں: (i) شاہد یوسف بھی ہے۔(ii) مشاطہ بنت فرعون کا بیٹا۔(iii) وہ بچہ جس کو ابن جریج کہا گیا۔ (iv) سیدنا عیسیٰ ابن مریم۔'' (ابن جریر)

﴿ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''اور اگر اس کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے جھوٹ کہا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔'' (27)

سوال: گواہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی سچائی کے لیے کیا گواہی دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ...مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اور اگر اس کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو عورت نے جھوٹ کہا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے'' گواہ نے کہا: اگر قمیض پیچھے سے پھٹی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام بھاگ رہے تھے اور یہ عورت پکڑ کر کھینچ رہی تھی لہٰذا عورت جھوٹی ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام سچے ہیں۔

﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ

''پھر جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو اس نے کہا: ''یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب میں سے ہے،

اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾

بلاشبہ تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے'' (28)

سوال 1: جب سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیض دیکھی گئی تو عزیز مصر فقط یہ کہہ کر کیوں رہ گیا کہ ان عورتوں کی چالیں بہت بڑی ہوتی ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ﴾ ''پھر جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کا قمیض پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو اس نے کہا: ''یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب میں سے ہے'' قمیض کو دیکھ کر ثابت ہو گیا کہ عورت نے ورغلانے کی کوشش کی ہے لیکن عزیز مصر نے اس کو عورتوں کی چال قرار دے کر نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔

(2) نظر انداز کرنے کا سبب ترقی یافتہ سوسائٹی کی خصوصیت ہے۔ اس میں جنسی سکینڈل نظر انداز کر دیے جاتے ہیں بلکہ ان کو چھپایا جاتا ہے۔ (3) صدیوں پرانی سوسائٹی اور آج کی سوسائٹی میں یہ جہالت قدر مشترک ہے۔

(4) یوسف علیہ السلام کی قمیض دیکھ کر عزیز مصر کو یقین ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام پاک دامن ہیں اور گناہ سراسر اس کی بیوی کا ہے تو آخر کار اس نے کہہ دیا: ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ تم عورتوں کا فریب بہت بڑا ہے'' اس سے بڑھ کر کیا دھوکہ دہی ہو سکتی ہے کہ بدی کا ارادہ کر کے، اس کا ارتکاب کرنے والی نے اپنے آپ کو سچا ثابت کر کے اپنا برا عمل اللہ تعالیٰ کے نبی یوسف علیہ السلام کے ذمے لگا دیا۔

(5) عزیز مصر نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ یہ محض ایک فریب ہے اور یقیناً عورتوں کا فریب بہت بڑا ہوتا ہے۔

سوال 2: کیا تمام عورتیں مکر و فریب کا پتلا ہوتی ہیں؟

جواب: (1) یہ قول کہ عورتوں کی چالیں بہت بڑی ہوتی ہیں عزیز مصر کا ہے۔

(2) اسے ہر عورت پر چپکانا قرآن حکیم کا مقصد نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) عزیز مصر نے یہ بات اپنی بیوی کی بری حرکت دیکھ کر کہی تھی ایسی عورتوں کی چالوں کے بارے میں یہ بات درست ہے۔

(4) سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے۔'' (بخاری:5096)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ تمہیں ہی دیکھا ہے۔'' انھوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقل مند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔'' (بخاری:304)

ع 3 13

﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ سکتہ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ﴾

''یوسف! اس سے درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو ہی بلاشبہ خطا کاروں میں سے ہے'' (29)

سوال 1: عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو جو مشورہ دیا، اس کی وضاحت ﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ ''یوسف! اس سے درگزر کرو'' عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ اس واقعے کو درگزر کرو، کسی سے تذکرہ نہ کرو اور بھول جاؤ۔

(2) وہ اپنی بیوی کے برے عمل کی پردہ داری کرنا چاہتا تھا۔

سوال 2: عزیز مصر نے اپنی بیوی کو کیا کہا، ﴿وَاسْتَغْفِرِيْ ... مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: ﴿وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ﴾ ''اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو ہی بلاشبہ خطا کاروں میں سے ہے'' عزیز مصر نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ اس شرم ناک فعل سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی نہ کرنا۔

﴿وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ

''اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس سے بہکا رہی ہے، یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

میں بس گئی ہے، یقیناً ہم ضرور اس کو صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں'' (30)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1: خبر شہر کی عورتوں تک پہنچنے پر انہوں نے جو تبصرے کیے، ان کی وضاحت ﴿وَقَالَ...مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کی یہ خبر شہر کی عورتوں تک پہنچنے پر انہوں نے تبصرے شروع کر دیے۔

(2) ﴿وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ﴾ ''اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں'' شہر کی عورتوں نے اس واقعے کو شہر کے گھر گھر تک پھیلا دیا اور عزیز مصر کی بیوی کو ملامت کرنے لگیں۔

(3) ﴿امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس سے بہکا رہی ہے'' یعنی عزیز مصر کی بیوی اپنے غلام کے آگے بچھی جا رہی ہے۔ یہ بہت ہی برا کام ہے۔

(4) ﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا﴾ ''یقیناً (یوسف کی) محبت اس کے دل میں بس گئی ہے'' اس غلام کی محبت اس کے دل میں بس گئی ہے۔ یعنی وہ اس محبت کے انتہائی درجے تک پہنچ گئی ہے۔

(5) ﴿اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یقیناً ہم ضرور اس کو صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں'' یعنی عزیز کی بیوی ایسی حالت کو پہنچ گئی ہے جو اس کے لیے مناسب نہیں۔ وہ عورتیں جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ محض ایک چال تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ عزیز کی بیوی ہماری باتوں سے غصے میں آ کے اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کا دیدار کروا دے یہی ان کا مکر تھا۔

سوال2: شہر کی عورتوں میں عزیز مصر کی بیوی کے معاملات کیوں زیر بحث آئے؟

جواب:(1) عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے بات چھپانے کی تلقین کی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے یقیناً اس کا تذکرہ نہیں کیا ہوگا مگر بات پھیل گئی۔ (2) اس طرح کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پھیلا کرتی ہیں۔

(3) اس سوسائٹی میں لوگ ایسے ہی Scandalize ہوا کرتے ہیں۔

﴿فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ

''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی اور ان

كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ

میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ، پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے

وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾

بڑا پایا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ اور کہا: ''اللہ کی پناہ! یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے'' (31)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: عزیز مصر کی بیوی کو عورتوں کی باتوں کی خبر ہوئی تو اس نے کیا کیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... كَرِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ﴾ ''تو جب اس عورت نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو انہیں پیغام بھیجا'' عزیز مصر کی بیوی زمانہ شناس تھی جب اس کو خبر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام سے محبت کا فسانہ ہر زبان پر ہے اور سب مجھے برا کہہ رہی ہیں تو اس نے اپنے گھر دعوت پر بلایا۔

(2) ﴿وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً﴾ ''اور ان کے لیے تکیہ دار مجلس منعقد کی'' عزیز کی بیوی نے ایک ایسی تکیہ دار مجلس آراستہ کی جس میں کھانے سجے ہوئے تھے۔ ان کھانوں میں ایسے بھی تھے جن میں چھری کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔

(3) ﴿وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا﴾ ''اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی'' جب تمام خواتین دسترخوان پر بیٹھ گئیں تو ہر عورت کو ایک چاقو پیش کیا گیا تا کہ کھانے کے لیے وہ استعمال کر سکیں۔

(4) ﴿وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ﴾ ''اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے نکل آؤ'' سیدنا یوسف علیہ السلام اس حکم کی تعمیل میں باہر چلے گئے۔ جس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام باہر جا رہے تھے تو ان عورتوں نے حسن یوسف کا نظارہ کیا تو ان کی زبان سے نکلا: اللہ کی قسم! یہ انسان نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

(5) ﴿فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ﴾ ''پھر جب عورتوں نے اسے دیکھا تو اسے بڑا پایا'' یعنی انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے دل میں بڑا سمجھا اور انہوں نے ایسا حسن دیکھا کہ ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔

(6) ﴿وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾ ''اور وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں'' انہوں نے حیرانی میں پھل کاٹنے کی بجائے اپنے ہاتھ اور انگلیاں کاٹ ڈالیں اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

(7) ﴿وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ﴾ ''اور کہا: ''اللہ کی پناہ!'' بے ساختگی میں ان کی زبان سے نکلا اللہ تعالیٰ پاک ہے۔

(8) ﴿مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾ ''یہ انسان نہیں یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے'' اللہ کی قسم یہ انسان نہیں بھلا انسانوں میں ایسا حسن کہاں؟ یہ حسن تو فرشتوں کو ہی نصیب ہے۔ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے جو زمین پر اتر آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسن اور مردانہ وجاہت عطا فرمائی تھی۔ معراج والی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن عطا کیا گیا۔'' (صحیحہ:1481)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ

''عزیز کی بیوی نے کہا: ''یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی اور میں نے اسے اس کے نفس سے بہکایا تو وہ بچ

وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾

نکلا اور واقعی اگر اس نے نہ کیا جو میں اسے حکم دیتی ہوں، تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے گا'' (32)

سوال: عزیز مصر کی بیوی نے کھلے عام کیسے اپنی محبت کا اعلان کر دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَتْ ... مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) عزیز مصر کی بیوی نے جب یہ دیکھا کہ عورتیں حسن یوسف سے مدہوش ہو گئیں، ان کو سیدنا یوسف علیہ السلام بہت ہی اچھے لگے تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے باطنی حسن اور ان کی مکمل پاک دامنی کا نظارہ بھی کروانا چاہا۔ اس نے عورتوں کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر کھلے عام اپنی شدید محبت کا اعلان کیا۔ ﴿قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾ ''عزیز کی بیوی نے کہا: ''یہی تو ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی تھی''

(2) ﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾ ''اور میں نے اسے اس کے نفس سے بہکایا تو وہ بچ نکلا'' عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ تم نے مجھے طعنہ دیا تھا کہ میں نے اسے پھسلایا اور اس نے اپنے آپ کو بچا لیا تو ہاں ایسا ہی ہے۔ اس نے اپنی محبت اور شوق کا اظہار کیا۔

(3) عزیز مصر کی بیوی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عشق میں پختہ ہو گئی تھی اور شوق وصال میں اتنا آگے بڑھ گئی کہ دھمکیوں پر اتر آئی اس نے کہا: ﴿وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾ ''تو ضرور وہ قید کیا جائے گا اور وہ ضرور ذلیل ہونے والوں میں سے ہو جائے گا'' وہ چاہتی تھی کہ ہر صورت میں یوسف علیہ السلام سے اپنا مقصد حاصل کر لے اس لیے اس نے دھمکی دی کہ اگر میرا کہا نہ مانا تو تمہیں ذلت کے ساتھ قید کی زندگی گزارنی پڑے گی۔

﴿ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ

''اس نے کہا: ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو نے ان کا فریب

كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾

مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا'' (33)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: یوسف علیہ السلام نے جو دعا کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... الْجٰهِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جب مصر کے اونچے طبقے کی خواتین اور عزیز مصر کی بیوی ان کے آگے بچھی ہوئی تھیں۔ ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا'' انہوں نے اپنے رب سے پناہ مانگتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾ ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو وہ مجھے دعوت دے رہی ہیں'' یوسف علیہ السلام عورتوں کے گھیرے سے گھبرائے اور اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلا دیے کہ اے میرے رب بے حیائی کی زندگی سے جیل بہتر ہے۔ ان عورتوں کی دعوت کے مقابلے میں مجھے قید خانہ منظور ہے۔

(3) ﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ﴾ ''اور اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں ان کی جانب مائل ہو جاؤں گا'' یوسف علیہ السلام نے اپنی دعا میں کہا کہ اے میرے رب! اگر ان عورتوں کے شرم ناک ارادوں اور مکر و فریب سے مجھے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو کر ان کے جال میں پھنس جاؤں گا کیونکہ میں کمزور بندہ ہوں۔

(4) ﴿وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا'' کیونکہ یہ سب جہالت کا کام ہے، کیونکہ جاہل ختم ہو جانے والی قلیل لذت کو جنت میں حاصل ہونے والی دائمی لذت اور انواع و اقسام کی شہوات پر ترجیح دیتا ہے اور جو دنیا کی اس لذت کو جنت کی لذتوں پر ترجیح دیتا ہے اس سے بڑھ کر کون جاہل ہے؟ علم و عقل ہمیشہ بڑی مصلحت اور دائمی لذت کو مقدم رکھنے اور ان امور کو ترجیح دینے کی دعوت دیتے ہیں جن کا انجام قابل ستائش ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1253)

سوال 2: جو انسان کسی کی دعوت گناہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اس کا کیا اجر ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات طرح کے لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں پناہ دے گا۔ (ان میں) ایک وہ شخص ہے جسے کسی صاحب حیثیت اور صاحب جمال عورت نے دعوت گناہ دی تو اس نے کہہ دیا: میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔'' (صحیح بخاری: 660، صحیح مسلم: 1031)

(2) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان چیز (زبان) کی اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان چیز (شرم گاہ) کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (صحیح بخاری: 6474) (3) لقمان حکیم نے کہا: ورع کی حقیقت پاک دامنی ہے۔ (نعرۃ النعیم: 2886)

(4) نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ قِنِيْ شَرَّ نَفْسِيْ وَاعْزِمْ لِيْ عَلٰى اَرْشَدِ اَمْرِيْ﴾ ''اے اللہ! مجھے میرے نفس کے شر سے بچا لے اور درست کام پر مجھے مضبوطی عطا فرما۔'' (حاکم: 1/510)

(5) ﴿اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ﴾ ''اے اللہ! اپنے حلال کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ساتھ میری کفایت فرما اور مجھے اپنے فضل سے اپنے حرام سے بچا کر اپنے سوا ہر کسی سے بے نیاز کر دے۔" (ترمذی)

(6)﴿اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ﴾ "اے اللہ! میرے دل میں میری ہدایت ڈال دیجیے اور میرے نفس کی برائی سے بچا لیجیے۔" (احمد:444/3)

﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

"چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی سو ان کا فریب اس سے دور کر دیا یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے" (34)

سوال: یوسف علیہ السلام کی دعا قبول کی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَاسْتَجَابَ...الْعَلِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ﴾ "چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی" اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔

(2)﴿فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ﴾ "سو ان کا فریب اس سے دور کر دیا" اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو عورتوں کے جال اور گناہوں سے بچا لیا۔ انہیں کمال درجے کی پاکیزگی عطا کی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام پاک دامنی اور روحانیت کے کمال پر تھے جیسے وہ حسن و جمال میں کمال پر تھے۔

(3)﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ﴾ "یقیناً وہ سب کچھ سننے والا ہے" اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا سن لی اور قبول کر لی اور انہیں عورتوں کے شر سے بچا لیا۔

(4)﴿الْعَلِيْمُ﴾ "سب کچھ جاننے والا ہے" اللہ تعالیٰ نیتوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ نیک نیتی اور فطری کمزوریوں کو جاننے والا رب مدد کے لیے پکارنے والے کی، دعا کرنے والے کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے انہیں آزمائش سے نجات دلائی۔

﴿ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ع 4 14

"پھر اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں یہی ظاہر ہوا کہ ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کر دیں" (35)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی ظاہر ہونے پر جو فیصلہ کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ...حِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی واضح ہو جانے کے باوجود ان کو قید کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

(2)﴿ثُمَّ بَدَا لَهُمْ﴾ "پھر یہی ظاہر ہوا" لوگوں پر اور عزیز مصر پر سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی ظاہر ہو گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ﴾ ''اس کے بعد کہ انہوں نے کئی نشانیاں دیکھ لیں'' یعنی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد اور وہ قمیص تھی جس کا دامن پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ (ایسر التفاسیر:677)

(4)﴿لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''ایک عرصے تک وہ اسے لازماً قید کر دیں'' تاکہ اس طرح خبر منقطع ہو جائے اور لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں، کیونکہ جب کوئی خبر شائع ہو جاتی ہے تو اس کا ذکر عام ہونے لگتا ہے اور وجود اسباب کے باعث یہ خبر پھیلتی چلی جاتی ہے۔ جب اسباب معدوم ہو جاتے ہیں اس واقعہ کو بھلا دیا جاتا ہے۔۔۔ چنانچہ انہوں نے اس میں یہی مصلحت دیکھی تو یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈال دیا۔ (تفسیر سعدی:2/1253)

(5) اس واقعہ سے جہاں مردوں کی اپنی بیگمات کے سامنے بے بسی پر روشنی پڑتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی انصاف کرنے والی عدالتیں بھی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اصول پر اپنے فیصلے کیا کرتی تھیں اور نامعلوم مدت اس لیے تھی کہ نہ تو کوئی فرد جرم لگ سکتی تھی اور نہ ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ اس بے گناہی کی سزا کتنی مدت ہو سکتی ہے، اور غالباً اس میں یہ مصلحت سمجھی گئی کہ جب تک لوگ اور بالخصوص عورتیں یہ بھول نہ جائیں یوسف کو قید میں رکھا جائے۔ (تیسیر القرآن:392)

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی واضح ہو جانے کے باوجود ان کو قید کیوں کیا گیا؟

جواب: (1) اونچے طبقے کے گھرانوں کی عزت کا تحفظ اس طرح ہوتا ہے کہ بے گناہوں کو قید کر دیا جائے۔

(2) عزیز مصر اپنی بیوی کو سیدنا یوسف علیہ السلام سے دور رکھنا چاہتا تھا بیوی پر تو بس نہیں چلتا تھا غلام پر بس چلا تو اسے قید کروا دیا۔

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ

''اور اس کے ساتھ قید خانے میں دو غلام بھی داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: ''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ

الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا

شراب کشید رہا ہوں۔'' اور دوسرے نے کہا: ''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جن سے

بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں'' (36)

سوال: خواب کی تعبیر کے بارے میں دو قیدیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام جو سوال کیا، اس کی وضاحت ﴿وَدَخَلَ ... الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ﴾''اوراس کے ساتھ قید خانے میں دوغلام بھی داخل ہوئے''سیدنا یوسف علیہ السلام جس دن قید خانے میں داخل ہوئے اسی دن دواور افراد بھی جیل میں آئے۔ان میں سے ایک تو شاہی باورچی تھااور دوسرا شاہی ساقی۔ان پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔انہوں نے خواب کی تعبیر کے بارے میں سیدنا یوسف علیہ السلام سے سوال کرتے ہوئے کہا:

(2)﴿قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا﴾''ان میں سے ایک نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں کچھ شراب کشید رہا ہوں''ان دونوں میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ میں انگوروں کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں۔اہل عمان انگور کو خمر ہی کے نام سے پکارتے تھے۔پورا خواب یہ تھا کہ میں نے انگور کا درخت لگایا ہے،اس میں خوشے لگے ہوئے ہیں۔میں درخت سے انگور کے خوشے توڑ کر اس سے رس نچوڑ رہا ہوں تا کہ بادشاہ کو پلاؤں۔(مختصر ابن کثیر:878/1)

(3)﴿وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا﴾''اور دوسرے نے کہا:''میں خواب میں خود کو دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں''دوسرے نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں۔

(4)﴿تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ﴾''جن سے پرندے کھا رہے ہیں''یعنی روٹیوں کو کھانے کے لیے پرندے آ رہے ہیں اور اس میں سے کھا رہے ہیں۔

(5)﴿نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ﴾''ہمیں اس کی تعبیر بتایئے''دونوں قیدی سیدنا یوسف علیہ السلام کے اخلاق سے بہت متاثر ہوئے۔ قید خانے میں ان کی عبادت،سچائی اور امانت کی بڑی شہرت تھی۔دونوں قیدی بھی سیدنا یوسف علیہ السلام سے بے حد محبت کرتے تھے،انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھی کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟

(6)﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''بلاشبہ ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں''دونوں قیدیوں نے اعتراف کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں،ہم پر بھی احسان کریں۔

﴿قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا

''یوسف نے کہا:''تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ

تمہیں بتادوں گا یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے،یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں''(37)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کے مطالبے کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... كٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''یوسف نے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کے مطالبے کا جواب دیتے ہوئے کہا:

(2) ﴿لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا﴾ ''تم دونوں کا کھانا جو تمہیں یہاں ملتا ہے تمہارے پاس وہ نہیں آئے گا مگر اس سے پہلے ہی میں اس کی تعبیر تمہیں بتا دوں گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دوستوں سے کہا کہ میں تمہارے خوابوں کی تعبیر تمہیں ضرور بتاؤں گا مجھے اس کا علم ہے۔ تمہارا کھانا آنے سے پہلے تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر بتا دوں گا۔

(3) یوسف علیہ السلام اس موقع پر انہیں ایمان کی دعوت دینا چاہتے تھے اور اس کے لیے کھانے کا وقت جو انتظار کا وقت تھا زیادہ مفید تھا اس لیے کہ وہ ان دونوں قیدیوں کے لیے بھی زیادہ قابل قبول تھا۔

(4) ﴿ذٰلِكُمَا﴾ ''یہ'' یعنی میں تم دونوں کو جو تعبیر بتاؤں گا۔

(5) ﴿مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ﴾ ''اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے'' یہ علم تعبیر مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے۔

(6) ﴿اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''یقیناً میں نے ان کا طریقہ چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا کفر کرنے والے ہیں'' میرا راستہ ان لوگوں سے الگ ہے جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ عذاب کا خوف انہیں برائی سے روکتا ہے۔

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ

''اور میں نے اپنے آباؤ اجداد یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے، ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم

بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾

اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' (38)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے نوجوانوں کو دین حق کا پیغام کیسے پہنچایا، اس کی وضاحت ﴿وَاتَّبَعْتُ... لَا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿يَشْكُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے نوجوانوں کو دین حق کا پیغام پہنچاتے ہوئے کہا: ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ﴾ ''اور میں نے دین کی پیروی کی ہے'' یعنی میں دین کی پیروی کرتا ہوں۔ (ایسر التفاسیر: 677)

(2) ﴿اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ ''اپنے آباؤ اجداد یعنی ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب'' یعنی میں اپنے باپ دادا جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، ان کے راستے پر چل رہا ہوں۔ (3) میں کفر اور شرک کے راستے سے الگ ہوں۔

(4) میں نے کافروں کے دین کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق نہیں کرتے، نہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کی ہے جو توحید خالص کی طرف دعوت دیتے تھے۔ (تفسیر منیر: 6/599) اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچے نبیوں پر ہمیشہ رحمت کی بارش رہے۔ (آمین)

(5) ﴿مَا كَانَ لَنَآ﴾ ''ہمارا یہ کام نہیں'' ہمارے لیے درست نہیں، ہمارے لائق نہیں۔

(6) ﴿اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں'' کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی قلیل اور حقیر یا عظیم چیز کو شریک ٹھہرائیں۔

(7) یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اور اسی کے لیے دین اور عبودیت کو خالص کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1255)

(8) ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اپنے معبود کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ جس نے خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہا اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

(9) ﴿ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے'' یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے۔

(10) ﴿عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ﴾ ''ہم پر اور تمام لوگوں پر'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمارے سینوں میں توحید اتاری اور ہمارے دل اس کے انوار سے جگمگائے، اسی کی ہم پر وحی بھیجی گئی اور اسی دولت کو لوٹنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور ہم اس نعمت عظمیٰ کو دے کر لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/879)

(11) اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو انبیاء کے راستے پر چلتے ہیں اور گمراہوں سے بے زار رہتے ہیں۔ رب العزت انہیں ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے اور انہیں ایسی باتیں سکھاتا ہے جن کو وہ پہلے نہیں جانتے۔

(12) سیدنا یوسف علیہ السلام نے نوجوانوں میں یہ بات محسوس کر لی تھی کہ وہ ان کی عزت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جو بات بتائیں گے وہ حق ہے اس لیے یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اگر میں شرک سے بچ گیا اور میں اس مقام پر پہنچ گیا، آپ بھی اسی راستے پر چلو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے'' یعنی اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا نہیں کرتے۔

(14)اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اس کی جانب سے آنے والی راہ نمائی، اس کی ہدایت ہے لیکن اکثر لوگ نبیوں کو اور دین حق کو پہچاننے سے محروم رہتے ہیں۔

(15)اکثر لوگ رب العزت کی دی ہوئی تعلیم کو ٹھکرا کر شیطان کی تعلیم کو اپنا لیتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (۲۸) جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرار گاہ ہے۔(ابراہیم:29,28)

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا رب بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہی ہے، نہایت زبردست ہے؟''(39)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے جو سوال کیا، اس کی وضاحت ﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ... الْقَهَّارُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)یوسف علیہ السلام نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے سوال کیا:﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ﴾ ''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو!'' اور وہ دونوں نوجوان تھے جن میں سے ایک شاہی باورچی اور دوسرا شاہی ساقی تھا۔(ایسر التفاسیر:678)

(2)﴿ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ﴾ ''کیا جدا جدا رب بہتر ہیں؟'' انہوں نے اپنے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دی کہ بہت سارے معبود لکڑی اور پتھر کے بت، فرشتے اور مردہ ہستیاں اور مختلف قسم کے معبود جو کمزور ہیں، نفع نہیں دے سکتے، نقصان سے نہیں بچا سکتے، نہ کسی کو عزت عطا کر سکتے ہیں نہ ذلت سے بچا سکتے ہیں، نہ عطا کر سکتے ہیں، نہ محرومی سے بچا سکتے ہیں، کیا یہ معبود بہتر ہیں؟

(3)﴿اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''یا اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہی ہے، نہایت زبردست ہے؟'' یا اللہ تعالیٰ جو ساری صفات کمال کا مالک ہے جو اپنی ذات، صفات اور افعال میں ایک ہے۔(4)﴿الْوَاحِدُ﴾ جس کا کوئی شریک نہیں۔

(5)﴿الْقَهَّارُ﴾ ''نہایت زبردست ہے'' جس کے غلبے، جس کے تسلط، قہر، اقتدار کے آگے سب عاجز ہیں۔ جو وہ چاہتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ ہو جاتا ہے، جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود نہ چاہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر میں نے بھروسہ کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقیناً میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔'' (ہود:56)

(6) عبادت تو اس اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے جو اکیلا ہے، سچا معبود ہے، جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، جس کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا، جس کے سوا کسی کے پاس کوئی کمال نہیں۔

﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ

''تم اللہ تعالیٰ کے سوا محض چند ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے

بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ

لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (40)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام نے شرک کی تردید کیسے کی، اس کی وضاحت ﴿مَا ... سُلْطٰنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یوسف علیہ السلام نے شرک کی تردید کرتے ہوئے کہا: ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ﴾ ''تم اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں عبادت کرتے'' یعنی اللہ واحد و قہار کے سوا تمہاری قوم جن جن کی پرستش کر رہی ہے۔

(2) ﴿اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ ''مگر چند ناموں کی جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں'' یعنی تم نے انہیں الٰہ کا، معبود کا نام دے دیا ہے ورنہ حقیقت میں وہ الٰہ نہیں بت ہیں، نہ ان میں الوہیت کی کوئی صفت ہے، نہ ان کی کوئی حقیقت ہے۔

(3) ﴿مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی'' بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کی ممانعت نازل کر کے ان کا باطل ہونا واضح کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان معبودان باطل کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی اس لئے کوئی طریقہ، کوئی وسیلہ اور کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ان کا استحقاق عبودیت ثابت ہوتا ہو۔ (تفسیر سعدی: 2/1256)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ نے مخلوق پرستی کی کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی، یہ صرف ناموں کی عبادت کرتے ہیں۔

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اُن کے عقائد پر آخری ضرب کیسے لگائی، اس کی وضاحت ﴿اِنِ الْحُكْمُ ... يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اُن کے عقائد پر آخری ضرب لگاتے ہوئے کہا: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ ''حکم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم پوری کائنات میں جاری ہے۔ تصرف کا اختیار اسی کے پاس ہے۔ اس کی حکومت سب پر قائم ہے۔ وہ اکیلا حکم دیتا اور روکتا ہے۔ اس کے ارادے کے ساتھ ہر حرکت وجود میں آتی ہے اور اس کے ارادے کے ساتھ ہر حرکت رک جاتی ہے۔ وہی ہے جس نے شریعتیں بھیجیں اور احکام مقرر فرمائے۔

(2) ﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ ''اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے صرف اسی کی عبادت کرو۔

(3) یعنی اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے کہ اس کی توحید میں کسی کو شریک نہ کرو۔ (سرقندی: 200/2)

(4) ﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''یہی سیدھا دین ہے'' توحید ہی سچا اور سیدھا دین ہے۔ توحید ہی مضبوط دین ہے۔ دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص پر ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ نے توحید ہی کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

(6) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اکثر لوگ نہیں جانتے کہ اطاعت کرنے والوں کا کیا ثواب ہے اور نافرمانوں کے لیے کیا عذاب ہے۔ (تفسیر طبری: 94/12)

(7) اکثر لوگ سیدھے راستے کو نہیں جانتے جس کی وجہ سے شرک میں پھنس جاتے ہیں۔

(8) یوں یوسف علیہ السلام نے ان پر واضح کیا کہ: (i) حکم اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ (ii) حاکمیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اُسی کی عبادت کی جائے۔ (iv) یہی درست دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف: 103)

(10) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ کوئی اور چیز حائل نہ تھی۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیر چلے پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: '' کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔'' (اس کے بعد) پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟'' بشرطیکہ وہ ایسا کریں (یعنی شریک نہ کریں) میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔'' (مسلم:143)

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ

''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے سو وہ

فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ

سولی دیا جائے گا، پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے، جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے

فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ﴾

تھے اس کا فیصلہ ہو گیا'' (41)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی جو تعبیر بیان فرمائی، اس کی وضاحت ﴿يٰصَاحِبَيِ ... تَسْتَفْتِيٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے ساتھیوں کو توحید اور اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونے کی دعوت دی پھر خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا:

(2) ﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا﴾ ''اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! تم دونوں میں سے جو پہلا ہے تو وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا'' کہ جس نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں، وہ قید سے آزاد ہو جائے گا اور اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔ (3) سیدنا یوسف علیہ السلام نے دوسرے کے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا۔

(4) ﴿وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ﴾ ''اور جو دوسرا ہے سو وہ سولی دیا جائے گا، پس پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے'' جس نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے روٹیاں کھا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔اس کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے گا اور پرندے اسے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

(5) سیدنا یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ﴾ ''جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو گیا'' یعنی اب جو تعبیر بتائی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی اس کا فیصلہ ہو چکا۔

(6) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' خواب معلق رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ بیان کی جائے پھر جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے تو وہ ہو کر رہتی ہے۔'' (مسند احمد)

﴿وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ ۖ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ

''یوسف نے اس شخص سے کہا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے: ''اپنے آقا کے پاس میرا

ع 5 15

ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ﴾

ذکر کرنا۔'' تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا'' (42)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام نے ساقی سے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... رَبِّكَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یوسف علیہ السلام نے ساقی سے بادشاہ کے سامنے اپنا ذکر کرنے کو کہا۔

(2) ﴿وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا﴾ ''یوسف نے کہا: اس شخص سے جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ان دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے'' یعنی جس کے متعلق سیدنا یوسف علیہ السلام کا یہ گمان تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا یعنی وہ شخص جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلا رہا ہے۔

(3) ﴿اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ﴾ ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے دوسرے شخص سے الگ ہو کر کہا کہ بادشاہ سے میرا واقعہ بیان کرنا ہو سکتا ہے کہ اس کا دل نرم پڑ جائے اور مجھے قید خانے سے نکال دے۔

(4) (i) سیدنا یوسف علیہ السلام ایک ایسے قیدی تھے جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ان کے بادشاہ نے بے سوچے سمجھے قید کر دیا تھا۔(ii) سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ مناسب سمجھا کہ بادشاہ تک بات پہنچا دی جائے تا کہ وہ معاملے کی تحقیق کرے۔

سوال 2: قید سے نجات پانے والے کو شیطان نے کیا بھلا دیا، اس کی وضاحت ﴿فَأَنسَاهُ ... سِنِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ﴾ ''تو شیطان نے اسے اپنے آقا سے یوسف کا ذکر کرنا بھلا دیا'' یعنی قید سے نجات پانے والے اس شخص کو شیطان نے اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کرا دیا اور نیز ہر اس چیز کو فراموش کرا دیا جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے تقرب کا باعث تھی اور انہی چیزوں میں یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بھی تھا جو اس چیز کے مستحق تھے کہ بہترین اور کامل ترین بھلائی کے ساتھ ان کو بدلہ دیا جاتا۔ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا حکم پورا ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1258)

(2) ﴿فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ﴾ ''تو وہ کئی سال قید خانے میں رہا'' یعنی بھلائے گئے مظلوم۔ (تفسیر مراغی:9/411)

(3) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام، اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے (جیل سے) باہر نکل آتا۔ پس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، ان کے پاس آدمی آیا تا کہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے، جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کر دی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔ اگر (اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا) (سورۂ یوسف:42) والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے، جبکہ وہ غیر اللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔'' (صحیح:1945)

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ

''اور بادشاہ نے کہا: ''بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز

خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ﴾

بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں، اے سردارو! مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو'' (43)

سوال: مصر کے بادشاہ نے جو خواب دیکھا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... تَعْبُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا'' یعنی مصر کے بادشاہ نے جو خواب دیکھا اس کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اِنِّيْٓ اَرٰى﴾ ''بلاشبہ میں (خواب) دیکھتا ہوں'' یعنی میں خواب میں دیکھتا ہوں۔

(3) ﴿سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ﴾ ''کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی کھا رہی ہیں'' یعنی عجیب بات ہے کہ جن کی قوت ختم ہو رہی ہے، جو لاغر اور کمزور ہیں وہ ان کو کھا رہی ہیں جو مضبوط اور طاقت ور ہیں۔

(4) ﴿وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ﴾ ''اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں'' یعنی عجیب معاملہ ہے کہ سات سوکھی بالیاں ہیں جو کمزور ہیں، جن کی قوت ختم ہو چکی ہے وہ سات ہری بالیوں کو جو مضبوط ہیں، جن میں قوت ہے ان کو کھا رہی ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ﴾ ''اے سردارو!'' بادشاہ نے بڑے بڑے سرداروں اور درباریوں کو جو اس کی سلطنت کے اہم افراد تھے، ان کو مخاطب کر کے کہا:

(6)﴿اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ﴾ ''مجھے تم میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ'' یعنی مجھے اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر بتاؤ اس کی کیا تاویل ہو سکتی ہے؟

(7)﴿اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ﴾ ''اگر تم خواب کی تعبیر دیتے ہو'' اگر تم یہ بتا سکتے ہو کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے؟

(8) جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکالنا چاہا تو بادشاہ کو ایک عجیب وغریب خواب دکھایا جس کی تعبیر تمام قوم کو متاثر کرتی تھی تاکہ سیدنا یوسف علیہ السلام اس خواب کی تعبیر بتائیں اور یوں ان کا علم وفضل ظاہر ہو اور دین ودنیا میں ان کو رفعت حاصل ہو۔ اس میں تقدیر کی مناسبت یہ ہے کہ بادشاہ نے جو رعایا کے تمام امور کا ذمہ دار ہوتا ہے، یہ خواب دیکھا، کیونکہ قوم کے مصالح کا تعلق بادشاہ سے ہوتا ہے۔ اس بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس نے بادشاہ کو خوف زدہ کر دیا۔ اس نے اپنی قوم کے اہل علم اور اصحاب الرائے کو اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا۔ (تفسیر سعدی: 1259/2)

(9) بادشاہ کا خواب سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے رحمت اور خوش خبری بن گیا۔ (تفسیر منیر: 615/6)

(10) اللہ تعالیٰ نے اس مختصر خواب کو عزت کے ساتھ اپنے نبی کی رہائی کا سبب بنا دیا۔ (مختصر ابن کثیر: 882/1)

﴿قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''پریشان باتیں ہیں خوابوں کی اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں'' (44)

سوال: شاہ مصر کے خواب کی تعبیر پوچھنے پر کاہنوں، نجومیوں اور سرداروں نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ... بِعٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ ''انہوں نے کہا: ''پریشان باتیں ہیں خوابوں کی'' شاہ مصر نے اپنی سلطنت کے کاہنوں، نجومیوں اور بڑے بڑے لوگوں سے تعبیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ پریشان خواب ہیں جس کی کوئی تعبیر نہیں۔ یہ ان کی اس خواب کے بارے میں آخری رائے تھی۔

(2)﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ پریشان خواب جس کی کچھ تعبیر نہ دی جا سکے۔ اصل میں اضغاث ضغث کی جمع ہے یعنی ایک مٹھی بھر گھاس تنکا وغیرہ اس سے ہے (سورہ ص میں)﴿خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا﴾ یعنی اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لے اور ﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ میں ضغث کے یہ معنی مراد نہیں ہیں بلکہ پریشان خواب مراد ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) ابوعبیدہ نے کہا: اضغاث سے مراد جس خواب کی کوئی تعبیر نہ ہو۔ (قرطبی: 139/5)

(4) ﴿وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر بالکل جاننے والے نہیں'' یعنی ہم تو صرف خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں۔ رہے پریشان خواب جو شیطانی وسوسوں اور نفس کی خواہشات پر مبنی ہوتے ہیں تو ہم ان کی تفسیر نہیں جانتے۔ پس انہوں نے جہالت، حتمی رائے کہ یہ پریشان خواب ہیں اور خود پسندی کو ایک جگہ جمع کر دیا، کیونکہ انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم اس خواب کی تعبیر نہیں جانتے اور یہ ایسا رویہ ہے جو اہل دین اور عقل مندوں کو زیب نہیں دیتا، نیز یہ سیدنا یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بھی ہے، کیونکہ اگر شروع ہی سے، بادشاہ کے اعیان سلطنت اور ان کے علماء کے سامنے یہ خواب پیش ہونے اور ان کے اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہوئے بغیر، جناب یوسف علیہ السلام نے اس خواب بتائی ہوتی تو ان کی تعبیر کی اتنی وقعت نہ ہوتی۔ مگر جب بادشاہ نے یہ خواب علماء اور اعیان سلطنت کے سامنے پیش کیا اور وہ اس کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے اور بادشاہ کو خواب نے بہت زیادہ فکر میں ڈال دیا تھا، پس جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتا دی تو ان کے ہاں سیدنا یوسف علیہ السلام کی قدر اور وقعت بہت بڑھ گئی۔ یہ اس واقعہ کی نظیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر علم کے ذریعے سے جناب آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کیا، وہ جواب نہ دے سکے، پھر سیدنا آدم علیہ السلام سے سوال کیا۔ انہوں نے فرشتوں کو ہر چیز کا نام بتا دیا اور اس طرح فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اسی طرح قیامت کے روز، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین ہستی، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت ظاہر ہو گی، اللہ تعالیٰ مخلوق کو الہام کرے گا اور تمام مخلوق جناب آدم علیہ السلام، پھر جناب نوح علیہ السلام، پھر جناب ابراہیم علیہ السلام، پھر جناب موسیٰ علیہ السلام اور پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کی درخواست کرے گی مگر وہ معذرت کر دیں گے، پھر تمام مخلوق نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی استدعا کرے گی جسے قبول کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے ''ہاں میں شفاعت کروں گا، میں ہی اس کا مستحق ہوں'' اور یوں آپ تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے اور اس طرح وہ اس مقام محمود پر فائز ہوں گے جس پر اولین وآخرین رشک کریں گے۔ پاک ہے وہ ذات جس کا لطف وکرم مخفی ہے، اور وہ اپنے اولیاء واصفیاء اور اپنے خاص بندوں کو نہایت دقیق طریقے سے اپنے فضل واحسان سے نوازتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1260)

﴿وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ

''اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا، اس نے کہا: ''میں تم کو اس کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فَاَرْسِلُوْنِ﴾

تعبیر بتادوں گا سو مجھے بھیج دو" (45)

سوال: قیدخانے سے آزاد ہونے والے شخص نے بادشاہ سے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ الَّذِیْ...اَرْسِلُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قیدخانے سے آزاد ہونے والے شخص نے تعبیر پوچھنے کے لیے اجازت طلب کی کہ مجھے ذرا سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس بھیج دیں۔

(2) ﴿وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا﴾ "اور ان دو میں سے جس نے رہائی پائی تھی" شاہ مصر نے جب درباریوں سے خواب کی تعبیر پوچھی تو ان میں سے ایک قیدخانے کا قیدی بھی تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے۔

(3) ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ﴾ "اور اسے ایک مدت بعد یاد آیا" اس شخص کو خواب یاد آ گیا اور یہ بھی کہ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے تعبیر پوچھی تھی اور انہوں نے جو تعبیر بتائی تھی عملاً وہ وقوع پذیر ہو چکی تھی۔

(4) اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ آقا کے پاس ان کا تذکرہ کرے۔

(5) یہ مدت کئی سال کی تھی اور یہ تقریباً سات سال کا عرصہ تھا۔ (ایسر التفاسیر: 681,680)

(6) ﴿اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ﴾ "میں تم کو اس کی تعبیر بتادوں گا سو مجھے بھیج دو" اس شخص نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجنے کا تقاضا کیا تاکہ وہ تعبیر پوچھ سکے اور انہوں نے اسے بھیج دیا۔

﴿یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ

"یوسف! اے نہایت سچے! ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں

وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾

اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تاکہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تاکہ وہ جان لیں" (46)

سوال: قیدخانے کے ساتھی نے یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ کر ان سے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿یُوْسُفُ... یَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اب قیدخانے کے ساتھی نے یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ کر ان سے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ﴾ ''یوسف! اے نہایت سچے!'' یعنی اے یوسف اے علم میں بہت سچے! اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو صدیق ان کی صداقت کے اعلیٰ مرتبہ کی وجہ سے کہا تھا اور یہ صدق کا انتہائی مقام ہے جیسے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب دیا۔ اور اسی وجہ سے رب العزت نے مومنوں کا نام بھی صدیق رکھا۔﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ بہت سچے ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں۔'' (الحدید:19)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچائی نیکی کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو سچا لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ برائی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو جھوٹا لکھا جاتا ہے۔'' (مسلم:2607، بخاری:6094)

(4) یعنی اپنے اقوال و افعال میں بہت ہی سچے شخص۔ (تفسیر سعدی:2/1260،1261)

(5)﴿اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہمیں خواب کی تعبیر بتائیں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں تاکہ میں ان کی طرف واپس جاؤں تاکہ وہ جان لیں'' وہ شخص بادشاہ کا خواب بتاتا ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام تعبیر دیتے ہیں۔ وہ اس کی بھول پر اسے کچھ نہیں کہتے، نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ رہائی کے بعد تعبیر بتادوں گا۔

(6) خواب کی تعبیر یہ تھی کہ سات موٹی تازی گایوں اور سات ہری بالیوں سے سات آئندہ سالوں کی سرسبزی و شادابی کی طرف اشارہ ہے اور سات لاغر اور کمزور گایوں اور سات سوکھی بالیوں سے شادابی کے بعد آنے والی خشک سالی اور قحط کے سات سالوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس تعبیر کا پہلو غالباً یہ ہے۔۔ اللہ اعلم۔۔ چونکہ کھیتی کا دارومدار شادابی اور خشک سالی پر ہے، جب شادابی آتی ہے تو کھیتوں اور فصلوں کو طاقت ملتی ہے، وہ خوش نما نظر آتی ہیں، غلے کی بہتات ہوتی ہے، قحط سالی میں کھیتوں کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ گیہوں کی بالیاں سب سے اچھی اور سب سے بڑی خوراک لئے ہوئے ہوتی ہیں، وجود مناسبت کی بنا پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کی۔ (تفسیر سعدی:2/1261)

﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا

''اس نے کہا: ''تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کرو گے تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾

تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے" (47)

سوال: یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بھی بتادی اور قحط سے بچنے کی تدبیر بھی بتادی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... تَاْكُلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا:

(2) ﴿تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا﴾ "تم سات سال تک لگاتار کھیتی باڑی کرو گے" یعنی متواتر سات سال تک خوب بارشیں ہوں گی اور سرسبزی وشادابی رہے گی۔ گایوں کی تعبیر آپ نے سالوں سے کی کیونکہ اس زمین میں ان ہی سے ہل چلائے جاتے ہیں جن سے پھل اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں، سبز خوشوں سے پھل اور فصلیں مراد تھیں۔ (المصباح المنیر: 363/3)

(3) سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ قحط دور کرنے کی تدبیر بھی بتادی جس پر عمل پیرا ہونے سے وہ لوگ قحط سے بچ سکتے تھے۔ (4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سالوں میں جتنا غلہ اگاؤ گے۔

(5) ﴿فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ﴾ "تو جو فصل تم کاٹو تو اسے بالیوں میں ہی رہنے دو" اپنی ضرورت کے مطابق بالیوں سے الگ کر کے باقی غلے کو بالیوں میں ہی محفوظ کر لینا تاکہ ضرورت سے زیادہ اناج کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکے۔

(6) بالیوں میں رکھنے کی وجہ سے غلہ زیادہ عرصے تک باقی رکھا جا سکتا ہے اور اس کے ضائع ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔

(7) ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾ "مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے" سیدنا یوسف علیہ السلام نے نصیحت کی کہ استعمال کے لیے بھی کم سے کم نکالو تاکہ زیادہ غلے سے قحط کے دنوں میں فائدہ اٹھا سکو جو کہ لگاتار سات سال ہیں۔ یہی سات سال دبلی گائے ہیں جو موٹی گایوں کو کھا جائیں گی کیونکہ جو کچھ آپ لوگ ان سالوں میں جمع کرو گے وہ ختم ہو جائے گا۔

﴿ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا

"پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے جو سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا، اس

﴿قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴾

تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے" (48)

سوال: ﴿ثُمَّ ... تُحْصِنُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد سات سخت سال آئیں گے'' یعنی ان سرسبز و شاداب سات سالوں کے بعد۔

(2) ﴿سَبْعٌ شِدَادٌ﴾ ''سات سخت سال'' خشک سالی کے سات سال آئیں گے۔

(3) ﴿يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ﴾ ''جو سب کچھ کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا تھا'' ان سالوں میں کچھ بھی نہیں پیدا ہوگا بلکہ وہ سال وہ سب کچھ کھا جائیں گے جو آپ نے ذخیرہ کیا ہوگا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔

(4) ﴿إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ﴾ ''اس تھوڑی سی مقدار کے سوا جسے تم محفوظ رکھو گے'' یعنی وہ قلیل مقدار رہ جائے گی جو تم اگلی فصل کے لیے بیج کے طور پر رکھو گے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تاخیر کی تو آپ نے ان کے حق میں بددعا کی کہ اے اللہ! ان پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا سا قحط نازل فرما۔ چنانچہ ایسا قحط پڑا کہ کوئی چیز نہیں ملتی تھی اور وہ ہڈیوں کے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ لوگوں کی اس وقت یہ کیفیت تھی کہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھتے تھے تو بھوک و پیاس کی شدت سے دھواں سا نظر آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو آپ انتظار کیجئے اس روز کا جب آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو'' اور فرمایا: ''بے شک ہم اس عذاب کو ہٹا لیں گے اور تم بھی (اپنی پہلی حالت پر) لوٹ آؤ گے۔'' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عذاب سے یہی قحط کا عذاب مراد ہے کیونکہ آخرت کا عذاب کافروں سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: 4693)

ع 6 16

﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ﴾

''پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے'' (49)

سوال: یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر کے مطابق قحط کے بعد کے جو حالات بیان فرمائے، ان کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... يَعْصِرُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ﴾ ''پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے قحط کے بعد کے حالات بیان فرمائے کہ قحط کے سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں خوب بارشیں ہوں گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ﴾ ''جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے'' اس سال بہت کثرت سے بارشیں ہوں گی، بہت غلہ، زیتون اور انگور پیدا ہوں گے جو ان کی ضروریات سے زیادہ ہوں گے حتیٰ کہ وہ زیتون اور انگوروں سے تیل اور رس نچوڑیں گے۔ اس سال میں جانور بھی خوب دودھ دیں گے۔

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى

''اور بادشاہ نے کہا: ''اسے میرے پاس لاؤ!'' پھر جب قاصد اس کے پاس آیا تو اس نے کہا: ''تم اپنے آقا کے پاس

رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ

واپس جاؤ سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟

اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ﴾

یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے'' (50)

سوال 1: بادشاہ نے خواب کی تعبیر سن کر کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا: ''اسے میرے پاس لاؤ!'' عزیز مصر نے عجیب خواب کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا یوسف علیہ السلام کی زبانی سنی تو ان کی فضیلت اور علم تعبیر میں ان کی معلومات اور مہارت، ان کا رعایا کی خیر خواہی کا جذبہ اسے متاثر کر گیا۔ بے ساختہ بادشاہ نے کہا: اسے قید خانے سے نکال کر میرے پاس لاؤ۔ ایسے شخص کی تو بادشاہ کو ضرورت ہے جو ایسے سخت حالات میں مخلصانہ مشورے دے۔

سوال 2: بادشاہ کے بلاوے پر یوسف علیہ السلام نے قاصد کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ﴾ ''پھر جب قاصد اس کے پاس آیا تو اس نے کہا'' پھر جب شاہ مصر کا قاصد سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس آیا تو یوسف علیہ السلام نے قاصد کو جواب دیتے ہوئے کہا:

(2)﴿ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ'' کہ آپ واپس جاؤ اور میرا پیغام پہنچاؤ۔

(3)﴿فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ﴾ ''سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیے تھے؟'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنا مطالبہ سامنے رکھا کہ پہلے اس الزام کی تحقیق کریں جس کی پاداش

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں جیل بھیجا گیا جب تک اس سے بری نہ ہو جاؤں، جب تک لوگوں پر یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مجھے جرم کی وجہ سے نہیں ظلم سے قید کیا گیا اس وقت تک قید خانے سے باہر نہیں آؤں گا۔ ان عورتوں کو بلوا کر تحقیق کریں جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ ان سے پوچھا جائے کہ آخر سچ کیا تھا؟ اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصور کیا تھا؟

(4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے قاصد کو تحقیق کروانے کا پیغام دے کر بھیجا یہ ان کی عقل، صبر اور دلائل کی پختگی کا ثبوت ہے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا عرصہ جیل میں ٹھہرتا جتنا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تھے اور میرے پاس بلانے کے لیے داعی آتا تو میں (فوراً) اس کی بات قبول کرتا اور جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: ﴿فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾ ''سو اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے تھے؟ یقیناً میرا رب ان کے مکر سے واقف ہے۔'' (یوسف:50) اور اللہ تعالیٰ سیدنا لوط علیہ السلام پر رحمت کرے، وہ تو کسی مضبوط آسرے کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ﴾ ''کاش تمہارے مقابلے کی میرے پاس قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا!'' (ہود:80) سو ان کے بعد جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجا تو اسے اس کی قوم کے لوگوں کے انبوہ کثیر میں بھیجا۔'' (صحیح:1867)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام، اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، کے صبر اور کشادہ دلی پر بڑا تعجب ہے، جب ان کی طرف خواب کی تعبیر بیان کرنے کا پیغام بھیجا گیا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو تعبیر بیان کرنے سے پہلے (جیل سے) باہر نکل آتا۔ پس ان کے صبر اور فیاضی پر بڑا تعجب ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے، ان کے پاس آدمی آیا تا کہ وہ باہر نکل آئیں لیکن وہ اس وقت تک نہ نکلے، جب تک ان پر اپنے عذر کی وضاحت نہیں کر دی۔ اگر میں ہوتا تو دروازے کی طرف لپک پڑتا۔ اگر ''اپنے آقا کے پاس میرا تذکرہ کرنا'' (یوسف:42) والی بات نہ ہوتی تو وہ جیل میں نہ ٹھہرتے، جبکہ وہ غیر اللہ سے پریشانی کا ازالہ چاہ رہے تھے۔'' (صحیح:1945)

(7) ﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾ ''یقیناً میرا رب ان کے فریب کا خوب جاننے والا ہے'' یعنی میرا رب تو ان کے فریب سے واقف ہے۔ وہ ضرور مجھے اس حالت سے نکال دے گا۔

﴿قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بادشاہ نے کہا: "تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی" انہوں نے کہا: "اللہ کی پناہ! اس میں

عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ

ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی۔" عزیز کی بیوی نے کہا: "اب حق کھل گیا ہے، میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی

نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

تھی اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے" (51)

سوال 1: بادشاہ نے معاملے کی تحقیق کیسے کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... سُوْٓءٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ "بادشاہ نے کہا" شاہ مصر نے عزیز کی بیوی اور ان تمام عورتوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا۔

(2) ﴿مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ "تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے بہکانے کی کوشش کی تھی" یعنی اس معاملے کی کیا حقیقت ہے جب نے تم یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی کیا تم لوگوں نے اس میں کوئی برائی دیکھی تھی؟

(3) ﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ "انہوں نے کہا: "اللہ کی پناہ! اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی" عورتوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کا اقرار کیا اور کہا حاش للہ۔

(4) حاشا (الف کے ساتھ) اس کا معنی پاکی بیان کرنا اور استثناء کرنا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(5) ﴿مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ "اس میں ہم نے کوئی بھی برائی معلوم نہیں کی" انہوں نے کہا ہم نے اس میں کوئی برائی، کوئی عیب نہیں دیکھا۔ وہ الزام سے بری اور بے گناہ ہیں۔

سوال 2: عزیز مصر کی بیوی نے اپنے جرم کا اقرار کیسے کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَتِ ... الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ﴾ "عزیز کی بیوی نے کہا" عزیز مصر کی بیوی نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے کہا:

(2) ﴿الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ﴾ "اب حق کھل گیا ہے" سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں جب عورتوں نے گواہی دی تو عزیز مصر کی بیوی کے الزام کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔

(3) عزیز کی بیوی نے عورتوں کی گواہی سن کر کہا اب صحیح بات ظاہر ہوگئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾''میں نے ہی اسے بہکانے کی کوشش کی تھی اور بلاشبہ وہ یقیناً سچے لوگوں میں سے ہے''ہم ہی نے انہیں ان کی مرضی کے خلاف بہکانا چاہا اور وہ تہمت لگائی جوان کی قید کا سبب بنی اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے جو کچھ بتایا تھا وہ سچ تھا۔

(5)یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے اقوال اور اپنی برأت کے دعوے میں سچے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1263)

﴿ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

''یہ اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے

كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ﴾

والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا''(52)

سوال:عزیز مصر کی بیوی کے بیان کی وضاحت﴿ذٰلِكَ... الْخَآئِنِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾''یہ''عزیز مصر کی بیوی نے اس موقعے پر کہا کہ حق یہ ہے کہ میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی۔

(2)﴿لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ﴾''اس لیے ہے کہ عزیز جان لے کہ یقیناً میں نے عدم موجودگی میں اس سے خیانت نہیں کی''یعنی میں نے یہ اقرار اس لیے کیا ہے تاکہ میرا شوہر جان لے کہ میں نے یوسف علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش ضرور کی مگر اس کے پیچھے اس کی عدم موجودگی میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔میں نے عزیز مصر کے بستر کو خراب نہیں کیا۔

(3)اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یوسف علیہ السلام ہوں،یعنی تاکہ یوسف علیہ السلام جان لے کہ وہ سچا ہے اور میں نے ہی اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔جب وہ میرے پاس موجود نہیں تھا تو میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔(تفسیر سعدی:2/1263)

(4)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ﴾''اور یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب چلنے نہیں دیتا''یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کار کی چال کو چلنے نہیں دیتے اور نہ اس کی کوشش کے لیے راہ نمائی کرتے ہیں۔(المحرر الوجیز:3/253)

(5)یہ لازمی امر ہے کہ خائن کی خیانت اور اس کی سازش کا وبال آخر کار اسی کی طرف پلٹے گا اور حقیقت حال ضرور واضح ہوگی۔(تفسیر سعدی:2/1263)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

النّورؒ پبلیکیشنز